وَفیاتِ مَاجدی

نثری مرثیے

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالماجد دَریابادیؒ

مجلس نشریاتِ اسلام ۱/کے-۳-ناظم آباد مینشن نزد برف خانہ-ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وفیاتِ ماجدی

یا

نثری مرثیے

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

مرتب : حکیم عبدالقوی دریابادی (بی۔ اے)

مجلسِ نشریاتِ اسلام

۱۔ کے۔ ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱، کراچی ۱۸

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ طباعت واشاعت پاکستان میں
بحق فضلِ ربّی ندوی محفوظ ہیں ۔

نام کتاب ..... وفیاتِ ماجدی
مرتب ..... حکیم عبدالقوی دریابادی بی۔اے
تعداد ..... ایک ہزار
کتابت ..... عبدالحفیظ
طباعت ..... شکیل پرنٹنگ پریس کراچی
قیمت ..... روپے

ناشر

فضلِ ربّی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام

۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

(ا) خاندان والے

		صفحہ
۱	ماں کے قدموں پر۔ . . . (والدۂ مولانا عبدالماجد) . .	۱۱
۲	نازبردار بھائی۔ . . . . (مولوی عبدالمجید ڈپٹی کلکٹر)	۱۷
۳	ہمشیر کی رخصتی . . . . (ہمشیر مولانا عبدالماجد)	۲۳
۴	بوڑھی محبوبہ . . . . . (اہلیہ مولانا عبدالماجد) . .	۲۵
۵	شفاء الملک دریابادی . . (حکیم عبدالحسیب) . .	۳۴
۶	نئی نویلی . . . . . (رقیہ خاتون)	۳۹
۷	لکھنؤ کا مرد بزرگ . . . (حاجی محمد نسیم ایڈوکیٹ) .	۴۱
۸	مرد مومن کی وفات . . . (شیخ مسعود الزماں) . . .	۴۳
۹	چودھری سمیع الزّماں	۴۴
۱۰	ایک خدمت گار کی یادیں (حاجی محب علی) . . .	۴۵

(ب) علماء کرام و بزرگانِ طریقت

۱	قطبِ ارشاد کا وصال . . (مولانا اشرف علی تھانوی)	۵۰
۲	عبدالرحمٰن کی موت . . . (مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی)	۵۴
۳	ہم نام نامور . . . . (مولانا عبدالماجد بدایونی)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

		صفحہ
۴	سید الطائفہ مولانا سلیمان ندوی	۶۹
۵	مفتی صاحب . . . . (مفتی کفایت اللہ) . . .	۷۴
۶	محقق گیلانی . . . . . (مولانا مناظر احسن گیلانی) . .	۷۶
۷	مولانا صدر یار جنگ . . . (حبیب الرحمٰن خاں شیروانی)	۸۱
۸	ایک بزرگ کا وصال . . (حاجی محمد شفیع بجنوری) . .	۹۰
۹	پیکر اخلاص کی وفات . . (مولانا لقاء اللہ عثمانی) . .	۱۰۰
۱۰	مولوی عبد الحلیم صدیقی	۱۰۱
۱۱	افضل العلماء عبد الحق کرنولی	۱۰۳
۱۲	شیخ التفسیر کی وفات . . . (مولانا محمد اویس ندوی نگرامی	۱۰۹

(ج)

سیاسی لیڈر

۱	مولانا محمد علی	۱۱۲
۲	مولانا شوکت علی	۱۲۰
۳	حسرت موہانی	۱۲۷
۴	ابوالکلام	۱۳۰
۵	راجہ علی محمد خاں . . . . (مہاراجہ محمود آباد) . . .	۱۳۱
۶	رفیع احمد قدوائی	۱۳۵
۷	خوش نصیب گول کیپر . . (تصدق احمد خاں شیروانی)	۱۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

		صفحہ
۸	عبدالمجید خواجہ	۱۴۵
۹	قائدِ ملّت (بہادر یار جنگ)	۱۴۹
۱۰	شعیب قریشی مرحوم	۱۵۴
۱۱	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۵۷
۱۲	چودہری خلیق الزّماں	۱۶۲
۱۳	سر سکندر حیات خاں	۱۶۸

(د)

شاعر، ادیب و صحافی

۱	مرزا ثاقب	۱۷۱
۲	ایک گمنام نامور (مولوی امیر احمد علوی)	۱۷۵
۳	سیّد علی عبّاس حسینی	۱۷۷
۴	قمر احمد مرحوم	۱۷۸
۵	ایک پرانے صحافی کی وفات (مقتدیٰ خاں شیروانی)	۱۷۹
۶	ایک مخلص خصوصی کی وفات (رئیس احمد جعفری)	۱۸۰
۷	پروفیسر احتشام حسین	۱۸۲
۸	ایک مردِ مومن کی وفات (عبدالحمید خاں اڈیٹر الہدیٰ)	۱۸۶
۹	ظفر الملک مرحوم	۱۸۸
۱۰	ہوش یار جنگ (سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی)	۱۹۰
۱۱	چودہری محمد علی (رُودلوی)	۱۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

		صفحہ
۱۲	حمید نظامی مرحوم	۱۹۵
۱۳	سالک مرحوم . . . . (مولوی عبدالمجید سالک) .	۱۹۹
۱۴	شوکت تھانوی	۲۰۱

(ط)

ڈاکٹر و طبیب

۱	طبیب کی موت . . . . (شفاء الملک حکیم عبدالحمید)	۲۰۵
۲	ڈاکٹر انصاری مرحوم	۲۰۷
۳	ڈاکٹر صاحب . . . . (ڈاکٹر حکیم عبدالعلی) . .	۲۰۹
۴	شفاء الملک حکیم شمس الدّین	۲۱۲

(ی)

دیگر حضرات

۱	شیخ حُبدار	۲۱۸
۲	ایک قدیم ترین مخلص کی وفات (احمد غریب میمن) . . .	۲۲۰
۳	سیّد صدیق حسن مرحوم	۲۲۲
۴	مولوی مسعود علی ندوی	۲۲۸
۵	جشنِ نوشابہ	۲۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مُرتّب

مولانا عبدالماجد دریابادی کے قلم سے تعزیتی مقالے اور شذرے، سچ، صدق اور صدق جدید میں صدہا کی تعداد میں نکلے۔ ان میں سے کچھ منتخب کرکے اس مجموعہ میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ پہلا بڑا تعزیتی مضمون عبدالرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم پر ہے اور آخری تعزیتی مضمون ایک دوسرے ندوی نگرامی مولانا محمد اویس پر۔ ندوۃ العلماء سے مولانا کا جو خصوصی تعلق تھا وہ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ انشاءِ ماجدی کے جوہر اور موضوعوں کی طرح ان تعزیتی مضامین میں بھی خوب نمایاں ہیں اور ان میں وہ ایک صاحبِ طرز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان میں بعض مضامین مولانا کے اخبار میں شائع ہونے کے بعد دوسرے اخباروں میں کثرت سے نقل ہو چکے ہیں۔

مولانا کی بعض تالیفات کی طرح اس مجموعہ کے بھی دو نام رکھے گئے ہیں۔ وفیاتِ[1] ماجدی۔ نثری مرثیے[2]۔

مولانا کی یادگار میں قائم ہونے والی عبدالماجد اکاڈمی، مرحوم کی تصانیف کی اشاعت کا آغاز اسی کتاب سے کر رہی ہے اس کے بعد انشاء اللہ ان کی دوسری تالیفات (خصوصاً سچ اور صدق کے منتخب مضامین مختلف عنوانات کے تحت) بھی رفتہ رفتہ شائع ہوتی رہیں گی۔

حکیم عبدالقوی دریابادی
۲۶ر نومبر ۱۹۷۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعزیت نگار کی تعزیت

پروفیسر رشید احمد صدّیقی کا تعزیتی مکتوب

قدوائی صاحب سلام مسنون!

کل اخبار میں مولانا عبدالماجد صاحب مرحوم و مغفور کے سانحۂ رحلت کی خبر پڑھی۔ مرحوم کی وفات سے کتنی وہ طویل قیمتی اور نوع بہ نوع خدمات کی یاد تازہ ہوگئی جن پر مرحوم کی گراں قدر شخصیت اثرانداز رہی تھی۔ مذہب اور اخلاق، ادب، تنقید، معاشرت و صحافت کی کون سی وادیاں نہ تھیں جن سے مرحوم خوشی، خاموشی، سنجیدگی اور قابلیت سے نہیں گزر چکے تھے۔ گزشتہ نصف صدی سے اوپر مرحوم کو جو طویل اور زرّیں زمانہ ہمارے نواح کی جیسی جلیل و عظیم شخصیتوں سے متاثر ہونے اور متاثر کرنے کا ملا وہ شاید اب کسی کو نصیب نہ ہو۔ وہ ایک نشان منزل تھے جس کو انہوں نے ہمارے علم و دانش اور تہذیب و ثقافت کے راستہ میں بہت دور تک لاکر نصب کر دیا تھا۔ مرحوم کی علمی، مذہبی ادبی اور اخلاقی خدمات کی تفصیل پیش کرنا ابھی تو کیا بہت دنوں تک ناممکن رہے گا۔ مرحوم و مغفور اب وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں ان کا معاملہ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ہے۔ لیکن ہماری ذمہ داری بھی کچھ کم نہیں ہے کہ مرحوم کی دنیوی خدمات کا تفصیلی اور بطریق احسن جائزہ لیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کی رہبری اور ہمت افزائی میں معاون ہو۔ یہ سطور لکھ رہا تھا کہ محسوس ہوا جیسے دریا بادِ تاریخی اعتبار سے جیسا کچھ ہو اب مرحوم ہی کے نام سے وابستہ ہوگیا ہے۔ یہ امتیاز اس صدی میں اور ہمارے ہی دیار کے کسی اور کے حصّہ میں شاید ہی آیا ہو۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کے غم میں شریک

رشید احمد صدّیقی

بنام ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی۔

۸ر جنوری ۱۹۷۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالماجد دریا بادی مرحوم

حیات و خدمات ایک نظر میں

ولادت ۱۸۹۲ء وفات ۱۹۷۷ء

۱۔ مارچ ۱۸۹۲ء ولادت بمقام دریاباد ضلع بارہ بنکی (یو۔پی)

۲۔ ۱۹۱۲ء کیننگ کالج لکھنؤ (اب یونیورسٹی) سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔

۳۔ ۱۹۱۶ء باندہ میں شیخ یوسف الزماں کی دختر سے عقد ہوا۔

۴۔ ۱۹۱۷ء انگریزی کتاب سائیکالوجی آف لیڈرشپ لندن سے شائع ہوئی۔

۵۔ ۱۹۱۸ء الحاد سے مذہب کی طرف واپسی شروع ہوئی۔

۶۔ ۱۹۱۸ء دارالترجمہ حیدرآباد میں ملازمت شروع کی۔

۷۔ ۱۹۱۹ء نظام حیدرآباد کے یہاں باریابی ہوئی اور علمی پنشن منظور ہوئی جو تاحیات ملتی رہی۔

۸۔ ۱۹۲۵ء ہفتہ وار سچ لکھنؤ سے جاری کیا۔

۹۔ ۱۹۲۵ء صوبہ خلافت کمیٹی اودھ کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۰۔ ۱۹۲۹ء حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ سفر کے حالات اپنے مخصوص انداز میں سفر حجاز کے عنوان سے لکھے جو آج بھی زائر حرم کے لئے ایک مفید تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۱۔ ۱۹۳۳ء انگریزی ترجمہ قرآن مجید کی مشغولیت کے باعث سچ کو بند کرنا پڑا۔

۱۲۔ ۱۹۳۵ء صدق ہفتہ وار جاری کیا۔

۱۳۔ ۱۹۴۱ء انگریزی ترجمہ و تفسیر کا پہلا پارہ تاج کمپنی لاہور نے شائع کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ سنہ ۱۹۵۰ء "صدق" کے بجائے ہفتہ وار "صدق جدید" نکالنا شروع کیا۔

۱۵۔ سنہ ۱۹۵۱ء دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مجلس عاملہ کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۶۔ سنہ ۱۹۵۴ء ملک غلام محمد صاحب گورنر جنرل پاکستان کی دعوت پر پاکستان تشریف لے گئے۔ "ڈھائی ہفتہ پاکستان میں" کے عنوان سے اپنے مخصوص انداز میں وہاں کے حالات لکھے۔

۱۷۔ سنہ ۱۹۵۷ء لاہور (پاکستان) میں منعقدہ اسلامی مذاکرہ میں ہندوستانی وفد میں گئے۔

۱۸۔ سنہ ۱۹۶۶ء حکومت یو۔پی نے قابل قدر تصانیف کی بنا پر پانچ ہزار روپے کا انعام دیا۔

۱۹۔ سنہ ۱۹۶۶ء حکومت ہند کی طرف سے عربی میں فضیلت کی سند ملی۔

۲۰۔ سنہ ۱۹۶۷ء جناب رادھا کرشنن صاحب صدر جمہوریہ نے یہ سند راشٹرپتی بھون میں عطا کی۔

۲۱۔ سنہ ۱۹۷۴ء فالج کا پہلا حملہ دریاباد میں ہوا۔

۲۲۔ سنہ ۱۹۷۶ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کانوکیشن میں ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری صدر جمہوریہ ہند جناب فخرالدین علی احمد صاحب مرحوم نے عطا کی۔

۲۳۔ سنہ ۱۹۷۷ء ۶ر جنوری سنہ ۱۹۷۷ء اپنی قیام گاہ خاتون منزل حیدر مرزا روڈ لکھنؤ میں صبح سوا چار بجے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ ایک نماز جنازہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی کی اقتدا میں بہت بڑے مجمع نے پڑھی۔ اور دوسری نماز جنازہ آبائی وطن دریاباد ضلع بارہ بنکی میں حافظ غلام نبی (مرحوم) کی اقتدا میں بعد نماز مغرب پڑھی گئی جس میں قصبہ و جوار کے لوگ بہت بڑی تعداد میں شریک تھے۔ تدفین آبائی مکان محلہ مخدوم زادگان کے پیچھے درگاہ حضرت مخدوم آبکشؒ میں عمل میں آئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماں کے قدموں پر

ماہ مبارک ربیع الاوّل کی پندرھویں ہے اور اپریل کی تیرھویں۔ انوار کا آفتاب غروب ہونے کو ہے اور شب دوشنبہ شروع ہونے کو، وطن سے دور پردیس میں ایک اللہ کی بندی پر عالم نزع طاری ہے۔ لڑکی، لڑکوں، پوتے پوتیوں کا حلقہ، زبانوں پر اللہ کا نام، اللہ کا کلام اور توحید کا کلمہ، ادھر آفتاب غروب ہوا ادھر وہ روح پاک کی ۸۵ سے زائد منزلیں طے کئے اپنے مالک کے حضور میں پہونچ گئی۔ میری جنّت انہیں کے قدموں کے نیچے تھی۔ خوش نصیب تھا میں کہ اتنے عرصہ خدمت کا موقع پایا۔ بدنصیب

منقول از صدق ۲۸ اپریل ۱۹۴۱ء جلد ۶ نمبر ۴۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں ہیں کہ۔ قدر اس نعمت کی ایک دن بھی نہ کی اور جو سب سے زیادہ مستحق تھی خدمت کی اس کی خدمت کا حق ایک بار بھی ادا نہ کیا! حادثہ سخت اور اپنی محرومی و بدنصیبی اس سے سخت تر!

نماز کی پابندی کا نہیں نماز کے ساتھ عشق کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے اکابرین میں بس چند ہی مثالیں ایسی ملیں گی، اشراق، چاشت، تہجد کا وہ اہتمام کہ ہم لوگوں کو شاید فرض ہی کے لئے نصیب ہوتا ہو۔ یہ سن وسال اور تہجد کا یہ التزام کہ کسی موسم میں بھی ناغہ نہ ہونے پائے گرمیوں کی یہ مختصر راتیں صبح تک بھی نیند پوری ہونی مشکل ابھی لیٹیں اور تہجد کیلئے ابھی اٹھ بیٹھیں چلّے کے جاڑے پڑ رہے ہیں فجر کے وقت بھی لحاف کے اندر سے نکلنا دشوار، رات کے ایک بجے، دو بجے اور تین بجے تہجد کے لئے وضو کر رہی ہیں۔ عزیزوں میں کوئی پردیس سے آیا، کوئی بیماری سے اچھا ہو غرض کسی قسم کی بھی خوشی ہوئی اور انہیں نماز شکر ادا کرنے کا گویا حیلہ ہاتھ آگیا۔ عزیز سے ملیں گی بعد میں نماز کو پہلے کھڑی ہو جائیں گی۔ کسی کے انتقال کی خبر سنی اور جھٹ ایصالِ ثواب کے لئے ہاتھ باندھ لئے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک جتنی رکعتیں پڑھ ڈالتیں ان کا علم تو بس اللہ کے فرشتوں ہی کو ہوگا۔

محلّہ کی، شہر کی جو عورتیں ملنے آتیں ان پر تبلیغ نماز کیا کرتیں۔ خدا جانے کتنوں کو نمازن ہی نہیں تہجد گزار بنا دیا۔ نماز ہی کا سا عشق اذان کے ساتھ تھا۔ پردیس میں مکان اگر ایسا مل جاتا جہاں اذان کی آواز آتی ہو تو باغ باغ ہو جاتیں وطن میں رہتیں تو گھر کے صحن اور ڈیوڑھی میں برابر اذان دلایا کرتیں۔ کئی سال قبل سے کہہ رہی تھیں کہ مرنے کے بعد یہ جی چاہتا ہے کہ مسجد کے عین دروازے پر دفن ہوں کہ اللہ کے گھر آنے جانے والے میرے اوپر سے گزرتے رہیں، خیر یہ ناممکن ہو تو میری قبر مسجد سے متصل ہی بنے کہ اذان کی آواز برابر آتی رہے۔

نماز و اذان کے بعد نمبر روزہ کا تھا عمر ستّر کی ہوئی اور پچھتّر کی اور اسّی کی یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ پچاسی گزر گئی اور فرض روزہ تو کیا چھوٹنے پاتا۔ عاشورہ محرّم اور عرفہ ذی الحجّہ اور پندرھویں شعبان کے روزے موسم کوئی سا بھی ہو ترک نہ ہونے پائے جوان جواں ہمّت وعزیمت کی یہ مثالیں دیکھ کر دنگ رہ جاتے حج اپنے شوہر مرحوم کے ساتھ ۱۹۱۲ء میں کر آئی تھیں اور کفن کا کپڑا آبِ زم زم سے دُھلا ہوا اسی وقت سے سفر وحضر میں ساتھ رکھنے لگی تھیں دوبارہ حج وزیارت مدینہ کی تمنّا عمر بھر رفیق رہی نماز کی طرح ادائے حج کی تبلیغ بھی پاس بیٹھنے والوں کو کیا کرتیں، خیر وخیرات داد ودہش کی تو کہنا چاہیئے کہ حد ہی نہ تھی ہم لوگوں کے بچپن میں بارہا یہ ہوا کہ گھر میں مٹھائی یا موسمی پھل بہت سے آئے اور ہم خوش ہوئے کہ کئی دن تک کھائیں - ذرا دیر میں دیکھا کہ سب تقسیم ہو چکے ہیں۔ اب بڑھاپے میں دیکھا کہ دستر خوان پر کوئی مخصوص چیز اِن بڑی بی کی خاطر آئی انہوں نے جھٹ اٹھا کر دوسروں کو بھجوا دی۔

اردو کی شُدبُد معمولی سی تھی وہ بھی اب بھول بھال گئی تھیں۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھی ہوئی تھیں زیادہ رواں وہ بھی نہ تھا اور اب ضعفِ بصارت کی بنا پر اور زیادہ اٹکنے لگیں تھیں لیکن ہمّت میں ذرا فرق نہیں، ذوق شوق وہی دُھن، جلی حرف کا قرآن لے کر بعد اشراق بیٹھ جاتیں ایک ایک سطر نکالتے میں ایک منٹ لگ جاتا اپنی ہار بھلا کہاں مانتیں، مذہبی کتابیں آخر عمر میں اپنی پوتیوں سے پڑھ کر سنتیں۔ قویٰ بجز شدید گراں گوشی کے عام طور پر آخر تک اچھے رہے، بے تکلّف چلتی پھرتیں، کوٹھے پر چڑھتی اترتیں، دعا بھی اسی کی کیا کرتیں کہ یا اللہ ہاتھ پیر آخر وقت تک جواب نہ دیں۔ ہاتھ میں ذائقہ تھا، کھانے کی مخصوص چیزیں کچھ روز بیشتر تک اپنے ہاتھ سے پکاتی رہیں اور عینک لگا کر سیتی پروتیں کپڑے اپنے ہاتھ سے قطع گویا بالکل آخر تک کرتی رہیں۔

ادھر کئی سال سے اکثر اسی موسم میں بیمار نزلہ وبخار میں ہو جاتیں اور چند روز بعد اچھی ہو جاتیں اب کی بھی یہی دھوکا رہا خیال سن کی طرف گیا ضرور لیکن جواب نفس نے یہ سمجھا دیا کہ ان کا سن تو ابھی پھر بھی کم ہے ان کی ایک بڑی بہن کی عمر ۹۵ سال کی ہوئی تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کی والدہ کی تواس سے بھی زائد اور پھر معالجین کا اطمینان مستزاد! غرض کہ پردے پر پردے غفلت کے آنکھوں پر پڑے رہے۔ اور ساعت موعود تو جب بھی آتی ہے ایسی ہی دبے پاؤں اور زیر نقاب آتی ہے! آہ نادان انسان اور اس کے غلط اندازے!

"بھیا اب سورہ یٰسین پڑھ دو"۔ یہ آخری الفاظ تھے جو اس چاہنے والی ناز اٹھانے والی ہستی کی زبان سے میں نے سُنے ہائے کیا معلوم تھا کہ اب اس کے بعد کوئی اور پوری بات اس محبت والی زبان اور شفقت والے ہونٹوں سے سننا مجھ کم نصیب کے نصیب میں نہیں! تعمیل ارشاد میں سورۂ یٰسین ایک بار نہیں دو بار پڑھ کر دم کر دی عارضی سکون ہوا چہرہ پر بحالی آئی لیکن زبان ساتھ نہ دے سکی، نماز، وضو، تیمم کی فرمائش ادھ کٹے لفظوں کے ساتھ ہاتھ کے اشاروں کے ساتھ برابر جاری، ہاتھ اٹھاتی ہیں کانوں تک لے جاتی ہیں پھر سینے تک لے آتی ہیں گویا نماز پڑھے چلی جاتی ہیں! اللہ کے کلام "والّذین ہم فی صلاتہم دائمون" کی تفسیر کتابوں اور روایتوں کی مدد کے بغیر ایک نئے رنگ میں ظاہر ہو رہی ہے۔

اللہ کی بندی کا سابقہ اپنے مولیٰ سے تھا بیٹے اور پوتے پاس کھڑے پکار رہے ہیں اور کوئی جواب نہیں ملتا! یا اللہ اتنی بے رحمی تو زندگی میں کبھی نہیں دیکھی، چہرہ دُھلے کپڑے کی طرح یک لخت سفید خون کی چھینٹ نام کو نہیں بس نور ہی نور حالت منٹ منٹ پر کچھ سے کچھ ہونے لگی، تنفس تیز سے تیز تر ہو گیا، نبض کا نظام بگڑ گیا، آنکھ کی پتلیاں جم کر رہ گئیں ناسوت کے رشتے ٹوٹنے لگے برزخ کے دریچے کھلنے لگے حلق نے دوا پانی سب سے انکار کر دیا، بجز آب زم زم کے، اللہ کی کریمی کے قربان کہ اس کے قطرے آخری وقت بھی اتر گئے۔ چارپائی قبلہ رخ رکھ دی گئی، ہاتھ پیر برابر کر دیئے گئے اس نامہ سیاہ نے سورۂ یاسین آخری بار پڑھنی شروع کی جب آیت کریمہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ آئی جی نہ مانا بار بار اس کی تکرار کان کے خوب قریب جا کر کی، ادھر زبان پر فَسُبْحَانَ الَّذِی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بید ہ ملکوت کل شیئ وَ اِلیہ ترجعون آیا ادھر روح پرواز کر گئی۔ گویا اسے انتظار اسی بشارت کا تھا۔!

موت کے کچھ دیر بعد ہاتھ میں نے چھو کر دیکھے انگلیاں اب تک نرم تھیں، یہ وہی ہاتھ ہیں جو داد و دہش میں کیسے کھلے ہوئے تھے اور عبادت کے وقت کیسے بندھے رہتے تھے۔ ازمزم میں ڈوبا ہوا کفن اس گٹھری کے انتظار میں ۲۹ برس سے ساتھ ساتھ پھر رہا تھا آج کام آیا۔ غسل بیٹی بہو اور پوتیوں نے مل کر دیا۔ پردے کے باہر سے ہم لوگ ہدایت دیتے رہے اور لوٹوں میں پانی بھر بھر کر دیتے رہے۔ غسل و کفن کے بعد نعش ایک آرام دہ موٹر لاری پر وطن لائے، دفن کے لئے جگہ خاندانی مسجد سے بالکل متصل ملی۔ اللہ کی بندی تیری عمر بھر کی آرزو پوری ہوئی۔ اذان کی آواز کے ساتھ تجھے عشق تھا اب جی بھر کر یہ آواز قیامت تک سُنے جا۔!

نماز جنازہ اسی نامہ سیاہ نے پڑھائی جنازہ میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے سب کو معلوم ان اذکار و ادعیہ کے ساتھ ساتھ زیر لب تقریباً یہ مناجات بھی جاری رہی۔ اے مالک مولیٰ آج تیرے حضور میں وہ بندی آرہی ہے جس نے ۸۵ سال کی عمر تک روزہ حتی الامکان ایک قضا نہیں ہونے دیا، نماز ایک وقت کی بھی ناغہ نہ ہونے دی، تیری مخلوق سے محبت کرتی رہی، خود بعد کو کھایا دوسروں کو پہلے کھلایا جو پایا اس میں دوسروں کو شریک کیا، مئی جون کی لپٹ اور تپش میں روزے رکھے، دسمبر جنوری کی کڑکڑاتی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھی عزیزوں کی قریبوں کی بستی والوں کی غمخوار تھی تیرے نام کی عاشق تیرے رسول ﷺ کے نام کی دیوانی تھی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ دنیا میں جو آخری کلام کیا وہ تیرے ہی کلام کے پڑھنے کا حکم تھا۔ آج بیوائیں اس کے نام پر ماتم کر رہی ہیں اور یتیم اس کے لئے سر پیٹ رہے ہیں اس کی موت اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہینے میں آئی جو تیرے رسولؐ برحق کی وفات کا مہینہ ہے۔ اس وقت آئی جب شب دوشنبہ شروع ہو چکی تھی اس مرض (بخار) میں ہوئی جس میں تیرے رسولؐ نے موت کی شہادت بتائی ہے، پھر پردیس میں ہوئی جو تیری رحمت کو جوش میں لانے کا ایک ذریعہ ہے! بدی نیند کی جگہ اس نے ڈھونڈھ کر تیرے گھر کے جوار میں پائی تاکہ تیرا نام اس کے کانوں میں پڑتا رہے۔ تیری رحمت تو کسی سہارے کی کسی بہانے کی محتاج نہیں اور پھر اس کے لئے تو اتنے بہانے موجود ہیں، اے میرے کریم و شفیق آقا اس کی لغزشوں سے درگزر کیجیو اس کی خطاؤں پر خط عفو پھیر دیجیو اس کے حسنات کو بڑھائیو، اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کیجیو جو شایان شان ہے تیری رحمت کے تیری صفت ستّاری کے تیری صفت غفّاری کے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازبردار بھائی[1]

حقیقی بھائی میرے ایک ہی تھے سن میں مجھ سے آٹھ سال بڑے نام عبدالمجید۔ سال ولادت غالباً آخر ۱۸۸۴ء۔

ضیق النفس کا روگ بچپن ہی سے لگ گیا تھا۔ تعلیمی ترقی پوری تیزی سے نہ کرسکے وقت کے شریف مسلمان گھرانوں کے دستور کے مطابق پہلے قرآن مجید ختم کیا۔ پھر اردو فارسی اچھی خاصی پڑھی اور عربی کی بھی شُدبُد تحصیل کرلی۔ یعنی نحو کافیہ تک اور منطق کے ابتدائی رسالے صغریٰ کبریٰ وغیرہ۔ انگریزی تعلیم لکھنؤ کے کیننگ کالج اور کرسچن کالج میں انٹرمیڈیٹ تک حاصل کی۔ اور خیال رہے کہ انٹرمیڈیٹ کا مرتبہ آج سے ۵۰ سال قبل وہی تھا جو اب ایم، اے کا ہے۔ سرکاری ملازمت شروع نائب تحصیلداری سے کی اور جلد ہی تحصیلدار ہوگئے۔ اور تحصیلداری بھی خاص شہر لکھنؤ کی ملی۔ ۱۹۲۴ء میں جب ڈپٹی کلکٹر ہوئے اور اس عہدہ پر لکھنؤ، گونڈہ، بستی، سہارن پور، سیتاپور، بہرائچ، فیض آباد وغیرہ مختلف شہروں میں رہ کر پنشن لکھنؤ ہی کی ایڈیشنل سٹی مجسٹریٹی سے ۱۹۴۲ء میں لی اور اس کے بعد بھی دو ایک سال راشننگ افیسر وغیرہ رہے۔

نیک مزاجی، صلح جوئی، بے طمعی، فقیر دوستی والد مرحوم سے ورثہ میں پائی تھی ابتدا ملازمت سے آخر عمر تک قائم رہی۔ سرکاری عہدوں پر رہ کر اچھے اچھوں کی سیرت و کردار

صدق جدید ۵ر جنوری ۱۹۶۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی قلعی کھل جاتی ہے یہ ہر جگہ نیک نام اور ہر دلعزیز ہی رہے حکومت سے کام لینے کے بجائے ہر ایک سے لچک کر ملے اور گھل مل کر رہے۔ اور دوستی ہی دوستی میں سارے کام انجام دیتے رہے۔ لکھنؤ کی تحصیلداری یوں بھی بڑے معرکے کی چیز ہے۔ کلکٹر صاحب کمشنر صاحب یہاں تک کہ لاٹ صاحب کے ہاں بھی عجیب وغریب فرمائشوں کا نزول روز ہی ہوتا رہتا تھا۔ اور پھر تحریک خلافت وترک موالات کا زمانہ تو غضب کا زمانہ تھا۔ اتنی کڑی منزل بھی یہ اپنی مروت اور دوستانے کے قدموں سے طے کر گئے۔ سیاسی لیڈروں میں تعلقات محمد علی حسرت موہانی، رفیع احمد قدوائی وغیرہ سے اچھے خاصے اور ایک حد تک مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی رہے اور مقامی ہندو لیڈروں پنڈت ہرکرن ناتھ مصرا وغیرہ سے رہے۔ خود کتب بینی اور اخبار بینی کے عاشق تھے اس لئے گہرے تعلقات نیازمندی کے اکثر علماء وقت مثلاً مولانا شبلی، مولانا تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سیّد سلیمان ندوی، مولانا گیلانی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد زکریا سہارنپوری، ادیبوں شاعروں میں اکبر الہ آبادی، ریاض خیرآبادی، اثر لکھنوی، سیّد جالب، کشن پرشاد کول، آنند نرائن ملّا، مہدی افادی، وغیرہم سے رکھے۔ اور بعض سے تو خاصی بے تکلفی قائم تھی۔ مولانا شبلی اور ندوہ والوں سے خصوصی ربط تھا۔ اور قیام سہارنپور کے زمانہ میں حضرت تھانوی کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے تھے۔ فرنگی محل سے تعلقات تو خاندانی اور مثل عزیزوں کے تھے۔

پینشن کے بعد اپنے کو گویا خدمت خلق کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور کنبہ اور برادری والوں کے حق میں تو ایک آیۂ رحمت تھے۔ علاوہ اپنی حسب حیثیت مالی امداد کے ہر ایک کے لئے دوڑ دھوپ سعی وسفارش میں آگے آگے اور اس میں نہ اپنی صحت کو دیکھیں نہ گرمی، سردی، موسم کی کسی سختی کی پروا کریں۔ انجمن ترقی اردو، انجمن اصلاح المسلمین مدرسہ قدیمہ فرنگی محل، دارالعلوم ندوہ، تعلیم گاہ نسواں، مسلم گرلز کالج خدا معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتنے تعلیمی ورفاہی اداروں کے ایک کارگزار و فعّال ممبر بلکہ اکثر کے عہدہ دار بھی (رکن ایک ہندو یتیم خانہ کمیٹی کے بھی تھے) کام ہر ایک کا کسی کی مروّت یا دباؤ میں نہیں اپنے ذاتی ذوق و شوق سے انجام دیتے تھے۔

اپنے معمولات و نظام اوقات کے بڑے پابند تھے منہ اندھیرے اٹھنے اور فجر اوّل وقت پڑھ کر ٹہلنے نکل جاتے اور کئی میل کا لمبا گشت لگا کر واپس آتے۔ دو چار سال تک مگدر ہلانے کے بھی عادی رہے۔ بعد نماز ظہر ایک پارہ کی تلاوت کرتے اور اب کئی سال سے ہاتھ میں تسبیح لئے اوراد میں بھی مشغول رہتے لاغر اور ضعیف الجثہ اور دمہ کے مریض ہوتے کے باوجود ان پابندیوں پر اتنی مستعدی حیرت انگیز تھی اردو اشعار تو بکثرت یاد تھے اور کچھ فارسی کے بھی۔ شبلی۔ اکبر۔ اقبال۔ ظفر علی خاں محمد علی جوہر کے کلام کے اچھے خاصہ حصے کے حافظ تھے۔

خیر دنیا کے لئے جیسے بھی ہوں اپنے اس تُند خو بھائی کے حق میں تو سراپا شفقت و کرم اور پیکر لطف و احسان ہی تھے اپنی اور بیوی بچوں کی ہر خوشی میری خوشی کے آگے گرد کر رکھی تھی۔ جب تک پنشن نہ ہوئی۔ اور میں نے قبول کرنے سے قطعی انکار نہ کر دیا ہر ماہ ایک معقول رقم سے میری مالی امداد کرتے رہتے اور اب تک میں دریاباد سے لکھنو جب کبھی جاتا تو ان کے یہاں ایک چھوٹی سی عید ہو جاتی پر تکلف کھانے اور ہر طرح کی خاطریں اور واپسی میں ناشتہ کے نام سے کچھ نہ کچھ تحفے ساتھ کرتے ضرور تھے۔ خط میں کسی ہفتہ ناغہ نہیں ہوتا بلکہ بارہا تو خط ہفتہ کے اندر ہی پہونچ جاتا اور آم خربوزہ، انگور، آڑو خوبانی وغیرہ ہر ہفتے لکھنؤ سے کوئی موسمی پھل پہنچتے رہنے لازمی۔ سن میں اتنا بڑا ہونے کے باوجود برتاؤ میں کہیں سے بھی بڑائی کا پتہ نہ چلنے دیتے بلکہ صاحب سلامت تک میں اکثر خود ہی سبقت کر جاتے۔ خاندان بلکہ برادری بھر میں ہم لوگوں کی محبّت ایک مثالی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ محبّت مجھے بھی تھی لیکن وہی جیسی ایک بھائی کو دوسرے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے ان کی محبت اس سے کہیں بڑھ کر پدرانہ بلکہ مادرانہ شان رکھے ہوئے تھی میری ناخوشی انہیں کسی حال میں گوارا ہی نہ تھی۔ بھائی بہت سے دیکھے ہیں لیکن ایسا ناز بردار بھائی کمتر ہی کسی کے نصیب میں آتا ہے۔

اتنی طویل مدّت میں ایسا نہ تھا کوئی سیاسی مذہبی یا خانگی اختلافی مسئلہ ہی نہ آیا ہو۔ کیوں نہیں اس دنیا میں ان طویل سابقوں کے بعد یہ ممکن کیوں کر تھا۔ بارہا اس کی نوبت آئی لیکن محبّت کے غلبہ نے کبھی اسے دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ بھائی ہونے کے علاوہ ان کے چاروں لڑکوں کی شادیاں میری ہی چاروں لڑکیوں سے ہوئیں۔ ہر صاحب تجربہ جانتا ہے کہ اس چوہرے سمدھیانے نے تعلقات کو کتنا نازک بنا دیا ہوگا لیکن یہ محض ان کی عاشقانہ محبّت کا کرشمہ تھا کہ شیشہ میں بال پڑنے کی بھی نوبت کبھی نہ آئی۔

اپنی لڑکی کی شادی تو تمام تر میری ہی رائے اور مرضی کے ماتحت کی ہر لڑکے کی تعلیم و تربیت میں میرے مشورے کو مقدم رکھا۔ اور بڑے اور ہونہار لڑکے[1] کو بجائے کسی امتحان مقابلہ میں بٹھلانے کے مجھ دقیانوسی کے مانگنے پر میرے سپرد کر دیا۔ حفظ قرآن اور اس کے بعد طب اور مشرقی امتحانات کے لئے کون دوسرا ڈپٹی کلکٹر اسے گوارا کر کے اپنے ہم سروں کے سامنے اپنے آپ کو نکوّ بنائے گا۔

۲۰ر دسمبر (دوشنبہ) کو انہیں اچھا خاصا چھوڑ کر دوپہر کی گاڑی سے میں دریا باد واپس آیا۔ حسب معمول خدا حافظ کہہ کر مجھے رخصت کیا (کون جانتا تھا کہ اس عالم ناسوت میں ان کی زبان سے یہ بالکل آخری لفظ میرے کان میں پڑیں گے؟) شب تک اپنے معمولات روزمرہ کے مطابق پورے ہوا کئے۔ ایک پاکستانی عزیز رخصت ہونے آئے۔

---

[1] حکیم عبدالقوی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آٹھ بجے تک ان سے گفتگو رہی۔ نو بجے حسب معمول سونے لیٹے ½ ۲ بجے شب کو متصل لیٹے ہوئے منجھلے لڑکے[1] کو اٹھا کر کہا اس وقت سانس کی تکلیف زیادہ ہے۔ اس کے بعد کہا "یا اللہ رحم" (لفظ اللہ کو تکلیف کی حالت میں خوب کھینچ کر ادا کرتے تھے) انہوں نے دوا پلائی اس کے بعد نیم سجود کی حالت میں تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ یہ سمجھے کہ شاید سو گئے جب کچھ منٹ کراہنے اور سانس لینے کی آواز نہ آئی تو انہیں فکر ہوئی اور انہوں نے جا کر اپنے بڑے بھائی حکیم عبدالقوی کو جگایا انہوں نے آکر دیکھا تو نبض ڈوب چکی تھی۔ ہل چل مچ گئی۔ دوسرے لوگوں نے بھی آکر دیکھا۔ ایک دوسرے طبیب کو بھی بلا کر دکھایا گیا۔ وہاں اب کیا تھا۔ بندہ اپنے مولیٰ کے پاس پہنچ چکا تھا عبدالمجید اپنے رب مجید کے حضور میں حاضر ہو چکا تھا آخری چیز مرحوم کے جسم میں جو پہونچی وہ آب زمزم کے چند قطرے خمیرہ گاؤزبان عنبری جواہر والا کے ساتھ تھے۔ اس کی رحمت بے حساب سے کیا بعید ہے کہ نزع کی تکلیفیں نہ ظاہر ہونے اور سکرات کے جھٹکے نہ لگنے سے والناشطات نشطاً کا وعدہ ان کے حق میں پورا ہو چکا ہو!

اطلاع ہونے پر دوپہر کو جب میں پہنچا تو اسی ڈرائنگ روم میں جہاں آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے اس نازبردار بھائی کا چہرہ باوجود بیمار نزار ہونے کے ہمیشہ مجھے دیکھتے ہی کھل اٹھتا تھا۔ آہ وہ پلنگڑی پر نہایا دھویا ہوا کفن پوش خاموش لیٹا ہوا ہے۔ آج میری طرف سے یہ بے التفاتی یہ بے اعتنائی۔ چہرہ اب بھی پر رونق۔ بلکہ ایک حد تک نورانیت لئے ہوئے آنکھ کھلی تھی۔ تو کلمۂ شہادت کی آواز جلد سے جلد کان میں ڈالی گئی تھی آج آنکھ بند ہوئی تو کمرے کے در و دیوار اسی اللہ کے نام اور اسی رسولؐ کے برحق ہونے کی شہادتوں سے گونج رہے تھے۔!

صحن میں مجمع دیکھا تو توقع سے بڑھ کر۔ اطلاع پوری طرح نہ ہو سکنے کے باوجود کیسے کیسے

---

[1] حبیب احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم و عمل موجود تھے۔ ایک طرف فرنگی محل کے جمال میاں سلمہٗ، مولانا محمد غنیق اور ناصر میاں بحر العلومی وغیرہم دوسری طرف حضرات ندوہ مولانا محمد منظور نعمانی (شیخ الحدیث) مولانا محمد اویس نگرامی (شیخ التفسیر) و مولانا ابوالعرفان وغیرہم تیسری طرف مولانا عبدالباری ندوی، ڈاکٹر محمد یوسف حسین خاں (پرووائس چانسلر علی گڑھ) اور حاجی صدیق حسن صاحب (ممبر بورڈ آف ریونیو) وغیرہ۔ حکم اسی بے بضاعت کو نماز پڑھانے کا ملا اور یہ عصیاں شعار۔ علاوہ دعائے مسنون کے تحت الشعور اور زیر لب کچھ اس طرح عرض و معروض کرتا رہا کہ اے مالک و مولیٰ تیرے سچے پیام لانے والے نے یہ سنایا ہے کہ تو اس پر رحم کرتا ہے جو تیرے بندوں پر رحم کرتا ہے تو اپنے اس نرم مزاج و رحم دل بندے کے ساتھ بھی معاملہ رحم و کرم کا کر۔ اور اس کی ساری لغزشوں اور کوتاہیوں کو اپنی مغفرت کے پردے میں چھپا دے!

دو بجے کے بعد جنازہ اٹھا اور راہ میں صدہا مومنین نے کاندھا بدلتے ہوئے عیش باغ کے مشہور قبرستان میں پہونچا دیا گیا۔ اور وہاں کچھ مزید مخلصین بھی پہونچ گئے اللہ ان سب کو جزائے خیر دے اور سیکڑوں غم خواروں کو جنہوں نے خود آکر یا خط کے ذریعہ سے تعزیت فرمائی ہے۔ اور اب باقی حضرات سے عرض ہے کہ جو کچھ کہنا ہو مرحوم کے حق میں اپنے رب ہی سے کہیں سنیں۔ ہر علمی کام کے لئے بڑی ضرورت خانگی سکون کی ہوتی ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میری خانگی زندگی کے سکون میں بڑا دخل میرے اس مرحوم و نازبردار بھائی کو تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمشیر کی رخصتی[1]

ہمشیر ایک ہی تھیں۔ سن میں ۴۔۵ سال بڑی۔ عمر میں ۶۰ سال کے اندر۔ عابدہ اور صالحہ ایسی کہ دور دور تک مثال ذرا مشکل ہی سے ملے گی۔ حاجیہ، تہجد گزار، نماز تلاوت کی عاشق غیبت و بدگوئی، لڑائی جھگڑے سے ناآشنا۔ ایک ایک کی ہمدرد و غمخوار۔ ۳۵ سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں تھیں اولاد کوئی نہ تھی۔ وسط اپریل میں لکھنؤ میں بیمار پڑیں، اور بیماری کے وہ شدائد کہ الامان آہ وہ تیمارداری کی راتیں۔ کبھی مایوسی کی تاریکیاں، کبھی امید کی ہلکی سی شعاعیں! ابھی قرآن مجید پڑھ پڑھ کر سنایا جارہا ہے، رو رو کر دعائیں مانگی جارہی ہیں اور ابھی غفلت پھر امیدوں کے خواب دکھانے لگی! پورے ایک ہفتہ موت و حیات کی کش مکش میں گزرا سورہ یٰسین دن میں بیسیوں بار پڑھی جاتی رہی اور دوا سے زیادہ استعمال آبِ زمزم اور شہد کا رہا۔ اپریل ۴۵ء کی ۲۲ تھی اور جمادی الاوّل کی ۵، کہ دوپہر کے وقت تقدیر کا نوشتہ پورا ہوا اور جو صابرو شاکر بندی شاید جنّت ہی کے لئے بنی تھی، جنّت کے سفر پہ روانہ ہوگئی۔ غم نصیب ناکارہ سورہ یٰسین سنارہا تھا، اور ایک جوان صالح منہ میں آب زمزم ٹپکا رہا تھا۔ گزرنے والی کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے دیکھے گئے اور کمرہ رونے کی بے اختیار آوازوں اور سسکیوں کے ساتھ کلمہ شہادت کی صداؤں سے گونج اٹھا! موت شاید ہر مومنہ کی یوں ہی ہوتی ہے! غسل کے بعد چہرہ پہ رونق تھی۔ معصومیت تھی، کوئی اثر نہ ضعف کا نہ مرض کے شدائد کا! ایسا پر رونق و شاداب چہرہ شاید زمانۂ شباب میں ۳۰۔۳۵ سال قبل رہا ہوگا! نماز جنازہ لکھنؤ کے مشہور عارف باللہ حاجی محمد شفیع صاحب بجنوری نے پڑھائی، کئی دن قبل سے دعاؤں میں بھی لگے ہوئے تھے۔ جماعت

---

[1] صدق لکھنؤ ۱۹۴۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شریک مولانا محمد اسلم فرنگی محلی مولانا عبدالباری ندوی خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ، مولانا محمد عمران خاں ندوی اور دوسرے صالحین تھے۔ مولانا محمد شفیع فرنگی محلی اور دوسرے حضرات بعد کو پہونچے۔ تدفین بعد مغرب مشہور گورستان عیش باغ کے نئے چمن میں ہوئی۔ شب دوشنبہ شروع ہو چکی تھی۔ قبر میں یہ نامہ سیاہ اپنی عمر میں پہلی بار اترا اور جس نے نہ عمر بھر ان کے بہن ہونے کے حقوق ادا کئے تھے اور نہ سن میں بڑے ہونے کے، اس نے عالم ناسوت کی یہ آخری خدمت اپنے ہاتھ سے انجام دی! سن میں بڑی تھیں، مگر ساری عمر اپنے کو چھوٹا بنا کر رکھا تھا۔ آج اپنے پروردگار کے حضور میں انشاء اللہ ہر طرح بڑائیوں سے سرفراز رہی ہوں گی۔!

ماں کی خالص، بے غرض و بے لوث محبّت کا اگر کہیں نشان ملتا ہے تو بہن ہی کی ذات میں۔ ہر بہن رکھنے والا اس کا تجربہ رکھتا ہے۔ اللہ نے آج وہ نعمت واپس لے لی۔ نعمت کا حق اتنے دنوں کب ادا ہوا تھا جو اب کبھی آئندہ اس کی امیدیں قائم کی جاتیں۔ ہمشیر کی رخصتی ایک شادی کے وقت ہوتی ہے اور ایک یہ۔ وہ مجاز اور یہ حقیقت!

عقلاً صبر کیا معنی، تسلیم و رضا داخل ایمان ہے لیکن طبعی حُزن و غم پر بس نہیں۔ زندگی میں جو مستقل خلا پیدا ہو گیا ہے، وہ زندگی بھر کے لئے ہے۔ صدق کے پڑھنے والے بھائی اور بہن اگر کوئی ہمدردی محسوس کریں تو بجائے تعزیت نامہ پر وقت صرف کرنے کے وہیں اپنی جگہ دعائے خیر فرمائیں اور اگر ہو سکے تو کچھ قرآن پاک جس قدر بھی آسانی سے پڑھ سکیں مرحومہ کو بخش دیں۔

غم اور طبعی غم میں، غم آفریں نے لذت بھی بلا کی رکھی دی! اور قلب کی قساوت کا تو اس غم سے بڑھ کر کوئی علاج ہی نہیں، کاش اسی کے اثرات میں پائیداری ہوتی! عجب شان حکمت ہے، اور جمال میں کمال کہ نعمت دیتے ہیں تو ہنسا کر اور عارضی طور پر، واپس لیتے ہیں تو رُلا کر جسم کی لذت اُس میں، روح کی حلاوت اس میں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بوڑھی محبوبہ[1]

۱۱ر شوال یوم سہ شنبہ تھا اور جنوری ۱۹۶۹ء کی پہلی تاریخ کہ ۱۲½ بجے شب کے بعد ایک مومن بندی کی روح ۷۱ر ۲ سال کی عمر میں اپنے مالک و مولیٰ کے حضور طلب کرلی گئی جیسی کہ بے شمار روحیں ہر لمحہ و ہر آن طلب ہوتی رہتی ہیں۔ یغفر اللہ لنا ولہا یرحمنا ویرحمہا۔ یا ارحم الراحمین۔ اللہ اس کے موجودہ مسکن کو جنّت کے پھولوں سے بھر دے اور اسے جنّت ہی کا ایک چمن بنا دے۔

جون ۱۹۱۶ء میں اس تباہ کار کے عقد ازدواج میں آئی تھی۔ ۵۲ سال کی مدت رفاقت کچھ تھوڑی نہیں ہوتی جبکہ رفاقت محض رسم و ضابطہ کی نہ ہو بلکہ اس کی بنیادیں الفت و محبّت پر قائم ہوئی ہوں! پیمانِ وفا عمر بھر کا تھا لیکن خود عمر کی پائداری کتنی؟

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے

شادی جس وقت ہوئی طرفین ۷۰، ۷۵ برس کے بوڑھے کھیٹ نہ تھے۔ ایک طرف شوخ قبول صورت جوان لڑکی تھی ۲۰ ـ ۲۱ سال کی عمر کی اور وقت کے معیار سے خاصی پڑھی لکھی۔ انگریزی کی شُدبد سے واقف۔ اور لکھنؤ کے اونچے معاشرے کی تربیت یافتہ اور دوسری

منقول از صدق جدید ۱۰ر جنوری ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف ۲۴ سالہ نوجوان انگریزیت میں غرق، دین و مذہب کے نام سے بیزار، عقلیت (ریشنلزم) کا پرستار۔ لڑکی کہیں باہر کی نہیں اپنے خاندان ہی کی تھی حقیقی خالہ کی پوتی رسم و رواج خاندان کے برخلاف اسے شوق اور چاؤ کے ساتھ خواستگاری کر کے لانے والا۔ شرقی اور نیم اسلامی حیاداری کے حدود کے اندر رہ کر راہ و رسم و یار مجبوبی کے قدم ایک ایک کر کے اٹھتے رہے تا آنکہ شوہر کو دو چار سال بعد از سر نو سعادت اسلام نصیب ہوئی۔ دونوں نے ۱۹۲۹ء میں مل کر حج کیا اور آخر سن کے تقاضے سے وہ وقت بھی آ گیا جب زلفوں کی سیاہی سفیدی میں تبدیل ہو گئی دانتوں کی جمی ہوئی لڑی ساری ایک ایک کر کے بکھر گئی۔ چہرے پر جھریوں کی بدھیاں پڑ گئیں۔ قد و قامت میں کوئی شائبہ رعنائی کا باقی نہ رہا حسن و جمال کی جگہ صرف نورِ عصمت کی جگمگاہٹ باقی رہ گئی!

ہے حقیقت مجاز اب یہ کھلا ہے جا کے راز
سب ہے فریب آب و گِل حسن و جمال کچھ نہیں

مسلسل اور متعدد بیماریوں نے معذور اور تقریباً قریش بنا ڈالا۔

میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایت غم آرزو تو حدیث ماتم دلبری

اس پر بھی اس رشتۂ محبوبیت میں بحمداللہ ذرا بھی فرق نہ آیا۔ اور بدبخت شاعر اور افسانہ نویس حقیقت حال سے منزلوں دور اور بیگانہ ہیں جنہوں نے الفت و محبت کے کرشموں کو صرف جوانی کے چند برسوں تک محدود رکھا ہے۔

اول ہاتھ میں لینے والی چیز حسن صورت نہیں حسن سیرت ہوتی ہے اور اللہ نے اس دولت سے حصہ وافر دیا تھا۔ عورت کا جوہر سسرال والوں کی خدمت کرنا ہے اس مرحومہ نے یہاں آتے ہی میری والدہ اور ہمشیرہ کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا جو خاندان مشترکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہلاتا ہے اس میں آپس کے سابقہ کی الجھنیں اور زیادہ ہوتی ہیں۔ یہاں میرے بھائی اور بھاوج دونوں اس سے رام ہو گئے۔ خاندان کے دوسرے عزیز و اقارب ملنے والوں گھر کی خادماؤں سب پر اس نیک بخت کی میٹھی زبان خوش مزاجی، فیاض طبعی نے اپنا سکّہ جما لیا تھا، داد و دہش و غریب پروری داخل فطرت تھی۔ ابتدائی ماحول اہل رسوم و بدعات کے درمیان رہا۔ رفتہ رفتہ حضرت تھانوی سے قرب و اعتقاد بڑھتا ہی گیا اور میرے تمام مخلص بزرگوں مولانا گیلانی اور سید سلیمان ندوی اور علی الندوی وغیرہم کے خیالات سے استفادے کے پورے موقع ملتے رہے۔ نماز کی تارک شروع میں بھی نہ تھیں کچھ روزمیں پوری پابند ہو گئیں۔ روزے جب تک قوّت باقی رہی پابندی سے رکھتی رہیں۔ آخر عمر میں فدیہ باضابطہ دیتی رہی تھیں۔ مسلمانان عالم کی فلاح و بہبود کے لئے دل میں تڑپ تھی۔ اودھ ہی کے ایک خاندان نے اپنا وطن شہر بانداد و تین پشتیں قبل بنا لیا تھا وہی میکہ تھا۔ اس کی محبّت دل میں رچی بسی ہوئی تھی۔

ماں بڑی عابدہ پائی تھیں وہ وہیں دفن تھیں بڑی تمنّا ان ہی کے پہلو میں دفن ہونے کی تھی۔ بھائی (خان بہادر مسعود الزماں بیرسٹر اور نائب صدر یوپی کونسل مرحوم) کی دو پوتیوں کی شادی باندے میں ۲۹ر دسمبر کو طے پائی، شروع رمضان میں وہیں چلی گئیں۔ عید سالہا سال کے بعد وہیں کی۔ شادی کے بعد دو ایک ہفتہ وہیں قیام کا ارادہ تھا کہ پہلی اور دوسری جنوری کی درمیانی شب میں بلاوا وطن حقیقی سے آگیا! اور مسبب الاسباب نے گورستان باندا ہی دفن ہونے کا سامان یوں بہم پہونچا دیا۔ دعائیں قبول ہوتی ہے ایک بڑی آرزو شب جمعہ پانے کی تھی تو وفات کے لئے تو نہیں لیکن تدفین کے لئے شب جمعہ ہی نصیب ہو گئی۔

۵۲ ۱/۲ سال کی طویل رفاقت میں جدائی کا اتفاق کبھی بھی تین چار ہفتوں سے زیادہ کا نہ ہوا۔ ہمیشہ کہنا چاہیئے کہ یکجائی ہی رہی۔ اب کی (آخری) روانگی جب باندے کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۱ رمضان (۷ دسمبر) کو اختیار کرنے لگیں تو اپنے ساتھ وہ کفن بڑے اہتمام سے سامان میں رکھ لیا جو سالہا سال سے آب زمزم میں تر کیا ہوا محفوظ تھا۔ ایک مخلص نے مکہ معظمہ سے مجھے خانہ کعبہ کی چھت کے کچھ ٹکڑے بطور تبرک بھیج دیئے تھے ان میں سے بھی ایک ٹکڑا اپنے ہمراہ رکھ لیا۔ پہلی اور دوسری جنوری کی درمیانی شب میں ۱۱ بجے تک جاگتی بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔ میری بڑی لڑکی ہمراہ تھی اور انگیٹھی کے گرد بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے میری زبان سے کبھی سنا ہوا قصہ بیان کیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم تیسری صدی ہجری کے شروع کے بزرگوں میں ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری کے راویوں میں ہے۔ ان کی وفات پر ان کے ایک معاصر نے انہیں خواب میں دیکھا اور حسب توقع اچھی حالت میں دیکھا پوچھا کیا ماجرا گزرا انہوں نے فرمایا کہ قبل اس کے کوئی سخت سوال یا جرح مجھ سے شروع ہو، میں بہ اطمینان تمام مسکرایا۔ سوال ہوا کہ عین سوال وجواب کے موقع پر یہ تبسم کیسا؟ میں نے عرض کیا مجھ سے حدیث بیان کی فلاں فلاں سے اور اس نے فلاں صحابی سے اور اس نے رسول اللہ سے۔ اور آپ نے فرشتہ جبریل سے اور انہوں نے تجھ تبارک وتعالےٰ سے کہ مجھے بوڑھے مومن سے جرح کرتے مروّت مانع آتی ہے اور میں سفید بال لے کر تو بہر حال آیا ہوں۔ بس اس سے مجھے اطمینان ہے۔ اس پر معاً جواب ارشاد ہوا کہ سچ کہا جبریل نے اور سچ کہا ہمارے رسول نے اور سچ کہا ان صحابی اور فلاں فلاں راویوں نے بے شک اسی پر تمہاری مغفرت ہوئی جاتی ہے۔

یہ روایت میں نے کبھی حضرت تھانوی کی زبان سے سنی تھی (دو ایک جزئیات میں جو کچھ بھی فرق ہو گیا ہو) حکایت سن کر اور بھی سننے والیاں متاثر ہوئیں اور بولیں اللہ ری بندہ نوازی۔

لاشعوری طور پر بشارت کا یہ منظر پیش آجانے کے کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہی کوئی سوا بارہ پر مرحومہ کو سوء تنفس (سانس پھولنے) کی شکایت پیدا ہوئی اور یہ شکایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شب میں اکثر پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ لڑکی کو جگا کر وہ دوا استعمال کی جو ایسے موقع پر نفع کر جایا کرتی تھی۔ آج نفع نہ ہوا۔

بہنیں اور بھتیجیاں وغیرہ سب بھاگ کر آگئیں۔ ان کے حقیقی بھتیجے لکھنؤ میڈیکل کالج کے ایم۔بی۔بی۔ایس ڈاکٹر پاس ہی کے کمرے میں تھے اور گولیاں نکال کر انہوں نے چاہا کہ گولی ہاتھ میں لے کے اپنے حلق تک لے جائیں کہ معاً سر جس طرح نیند سے جھوم کر کوئی بیٹھا ہوا شخص گرنے لگتا ہے۔ یہ لیٹنے لگیں لڑکی نے اپنی گود میں لے لیا اور آناً فاناً روح قفسِ جسم خالی کر گئی۔ انہیں چند لمحوں کے اندر بغیر کسی خاص کش مکش کے! بدحواس نور نظر ڈاکٹر بھاگتا ہوا گیا اور دوڑتا ہوا انجکشن لایا لگانا چاہا مگر تقدیر کے آگے سر پٹک کر بیٹھ گیا۔ زبان سے بس یہ نکل سکا کہ اب دوا کا وقت گزر چکا ہے۔! نزع و سکرات کے ان چند مختصر لمحوں میں ایک نہیں دو بار کلمۂ شہادت زبان سے ادا کیا۔ ایک بار خود سے کہا کہ دیکھو اب سانس میں کھٹک پیدا ہو گئی معاً بعد قبض روح پیشانی پر پسینے کے چند قطرے دیکھے گئے۔ آخری دیدار جب کفن چہرہ سے سرکا کر کرایا گیا تو میرے علاوہ اور لوگوں کا بیان ہے کہ چہرہ قبلہ رو تھا چہرہ پر تسکین و بشاشت تھی آنکھیں بالکل بند تھیں، ہونٹ بالکل بستہ چہرہ کی ٹکیا پوری گولائی لئے ہوئے تھی (حالانکہ دانت گر جانے کے بعد یہ قطع عموماً باقی نہیں رہ جاتی) اور ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم اور ہلکی سی سرخی تھی۔

۲ر جنوری ۱۹۶۹ء (جمعرات) کو قریب شام ایک لاری ۲۵ - ۳۰ مسافروں سے بھری ہوئی لکھنؤ سے باندے جا رہی ہے اور اس وقت کان پور کے حدود میں داخل ہو رہی ہے سفر تفریحی نہیں ماتمی ہے تین لڑکیاں ہیں جو ابھی چند ہی گھنٹے ہوئے ماں کے سایہ سے محروم ہوئی ہیں اور جس کا جنازہ اپنی بچیوں کا انتظار کر رہا ہے۔ ایک ۷۵ - ۷۶ سال کا بوڑھا ہے جو اپنی دنیا کی عزیز ترین متاع سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی طرح چھوٹے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے دوسرے عزیز وقریب ہیں۔ کسی کی زبان پر کلمہ شہادت اور کسی کی زبان پر قرآن کی سورتیں اور اکثر کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ وقت سوا پانچ سے گزر چکا ہے۔ آفتاب زرد پڑ چکا ہے اور ہر منٹ بلکہ ہر سیکنڈ اور ڈوبتا ہی چلا جا رہا ہے۔ کھلے میدان میں جب کبھی غروب آفتاب کا منظر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے دل ہمیشہ اس سے متاثر ہوا ہے۔ رفیقہ زندگی ہی کے آخری لمحات حیات کا نقشہ نگاہوں کے سامنے کر دیا ہے آج یہ خیال نہیں واقعہ ہے، قال نہیں حال ہے۔ اپنی دنیوی زندگی کے لطف وسکون وراحت کا آفتاب ڈوب رہا نہیں بلکہ واقعتہً ڈوب چکا ہے۔

½ ۱۰ بجے شب کو لٹا پٹا قافلہ باندے یوسف منزل کے پھاٹک پر پہنچا۔ اس ۵۲ سال کے عرصہ میں خدا جانے کتنی بار اس ڈیوڑھی پر قدم رکھنے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ ہر بار اس سے کس درجہ مختلف! آج کی آمد سب سے نرالی تھی۔ در و دیوار تک گویا رو رہے تھے۔ کفن پوش چہرے کو خاموش وساکت ہوئے ۲۲ گھنٹے ہو چکے تھے۔ باندے سے لکھنؤ اور پھر دریا باد رابطہ قائم کرنے ہی میں ٹیلیفون اور تار دونوں کے ذریعہ سے ۱۰-۱۲ گھنٹے لگ گئے تھے۔ باقی ۱۰ گھنٹے پہونچنے کی کوشش میں لگ گئے! لاشۂ بے روح کو سامنے دیکھ کر کیا گزر رہی ہے یہ نہ پوچھئے۔ وہ وقت بہرحال یاد آگیا جب کسی بڑی سے بڑی خوش جمال وخوش صفات خاتون کا ذکر سننے میں آتا تھا اور طبیعت میں بجائے کسی قسم کے رشک کے ایک گونہ فخر واطمینان ہی قائم رہتا تھا۔ بقول استاد شبلی ؎

یاد آں روزے کہ دست افشاں گزشتم از حرم
از غرور آں کہ من ہم آستاں داشتم

نعمت بہرصورت فانی ہی تھی۔ اور دو ہی چار لمحہ کے بعد یہ صدا بلند ہوئی کہ "ناسوت کی آخری زیارت ختم۔ بس اب آئندہ دیدار انشاء اللہ جنّت ہی میں نصیب ہوگا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں جب کبھی بھی وفورِ اُنس و افراط تعلق پر نفس کو تنبیہ ہوتی تھی۔ تو ذہن کے سامنے دنیا کے محتاط ترین، مقبول ترین، متوازن ترین، داناترین بشرؐ کا اسوۂ حسنہ مائی عائشہؓ اور مائی خدیجہؓ اور پھر کم و بیش اُمّت کی دوسری ماؤں کے ساتھ آجاتا تھا اور آفتاب عالمتاب کے نور کے آگے کسی صوفی کسی مجذوب، کسی راہب، کسی یوگی کی چقماقیت کی ہستی ہی کیا تھی۔ اور اپنے زمانے کے مرشد کامل و ہادی سُبل حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی نظیر بھی سامنے تھی۔ جب کبھی حضرت کے سامنے اپنا یہ حال رکھا جواب میں بہ کمال ملاطفت یہی تسلی ارشاد ہوئی کہ

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

اور چھوٹے اگر بڑوں کے نقش سے تسکین و رہنمائی نہ حاصل کریں تو کیا کریں۔

غرض یہ کہ جس وقت کے آنے کا دھڑکا سالہا سال سے ہر گھڑی لگا چلا آرہا تھا وہ آخر اپنے وقت موعود پر آہی گیا۔ اور جس حیّ و قیّوم نے صبر کا مطالبہ کیا۔ اسی نے گرتی ہوئی قوت بھی صبر کی بخشدی! کارخانۂ کائنات میں ایک ذرّہ بھی فرق نہ آنے پایا اور دنیا جس طرح چل رہی تھی۔ ٹھیک اُسی طرح چلتی رہی۔ کل شیئٍ ھالک الا وجھہ اور کُلّ مَن علیہا فان۔ قسم کے ارشادات بے معنی نہیں۔ سرتاسر بامعنی ہی تھے۔ اپنے مخدوم بزرگ اور محترم دوست مولانا سید سلیمان ندویؒ فاضل و عارف تھے۔ شاعر نہ تھے لیکن شعر بھی خوب کہہ لیتے اپنی زوجہ ثانیہ سے کمال لطف و التفات رکھتے تھے۔ وفات پر مرثیہ کہا اس کے اس شعر میں شاعری نہیں کی حقیقت کی ترجمانی کی ہے ؎

تیرے جانے سے گماں برہمیٔ دہر کا تھا
تو گیا اور بپا دہر میں محشر نہ ہوا!

کسی بندہ کی خود یہ خام خیالی بھی کس درجہ طفلانہ ہوسکتی تھی! حدیث نبویؐ میں آیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جسے ہم مسلمان اچھا کہیں اس کی مغفوریت کی امید رکھو۔ پھر جسے زبان ہی سے اچھا کہنے والے نہیں بلکہ جس پر آنکھوں سے آنسو بہانے والے ہم سے کئی گنے زیادہ بحمداللہ نکل آئے ہیں اس کے حق میں کسی کی شان غفاری سے کسی اغماض کا احتمال بھی آخر کیسے کیا جائے۔

اے الہ العالمین! اس عفت شعار کی ناسوتی زندگی ختم ہوگئی۔ بندی اپنے پروردگار اور ہمدرد رحمت و مالک کے حضور میں حاضر ہوگئی ہے کسی ظالم و جابر حاکم کے دربار میں نہیں۔! تجھ سے بڑھ کر رحم و فضل کرنے والا اور کون ہے۔ تو ہی سرچشمہ ساری مہر و بخشش کا ہے۔ تیرے آگے سفارش و شفاعت کی زبان کہاں سے کھول سکتا ہوں صرف ایک چشم دید و ہمہ وقت گواہ اور ویسے بھی بطور ایک عاجز و درماندہ بندے کے دو ایک گواہیاں عرض کئے دیتا ہوں۔

۱۔ جب یہ بیاہ کر آئی ہیں۔ یہ بہرحال مسلمان اور تھوڑی بہت پابند مذہب تھیں۔ انہیں نے اپنی والی ہر کوشش مجھے مذہب کے دائرہ میں دوبارہ واپس لانے کی کر ڈالی اور بالآخر تصحیح عقائد کے بعد تجدید عقد ہو کر رہی۔

۲۔ اس وقت کے جاہلی رواج خاندانی کے ماتحت اس کے عقد کا مہر ۱½ لاکھ اشرفیاں یعنی لکھو کھا روپیہ قرار پایا تھا۔ خود انہیں نے آگے چل کر مسائل سے واقفیت کے بعد، اس فرضی و افسانوی تعداد کو گھٹاتے گھٹاتے پچاسوں یا چند دہائیوں تک کے سواسب معاف کر دیا تھا۔ اور مہر کی رقم میرے اس وقت کے حسب حیثیت تھی وہ معاً ادا کر دی گئی یہ کتنا بڑا احسان ان کا میری گردن پر رہا۔

۳۔ میرے قصد حج کے وقت یہ بھی چلنے پر آمادہ ہوگئیں۔ بغیر مجھ سے ذرا بھی روپیہ لئے خود ان کے پاس بھی کہاں تھا اپنا زیور اپنی بہن کے پاس رہن رکھ کر ان سے روپیہ لیا اور تمام تر اپنے خرچ پر میرا ساتھ دیا یہ ان کا دوسرا احسان ہے جسے میں بھول نہیں سکتا۔

۴۔ شروع زمانہ میں میں بڑا ہی سخت گیر آقا تھا۔ اور نوکروں چاکروں پر بڑی ہی سختی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔ یہی بیچاری ہر بار سامنے آکر سینہ سپر ہو جاتیں۔

خدمت قرآن یا خدمت صدق وغیرہ کے سلسلہ میں اگر کوئی بھی خدمت دین کسی درجہ میں بھی قابل قدر تیری نظر میں مجھ بے مایہ و تباہ کار سے بن پڑی تو وہ ہرگز مجھ سے نہ بن پڑتی اگر وہ خانگی سکون قلب مجھے حاصل نہ ہوتا جو تیری اس بندی کے طفیل میں مجھے نصیب ہوا۔

لوگ تعزیت کو میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ تباہ ہو گئے، آپ کا گھر اجڑ گیا وغیرہ۔ میں حیران ہوں کہ کیسی تباہی اور کہاں کی ویرانی۔ اللہ اپنے عزیز بندے کو اگر بہترین ساعت میں اس دنیا میں بھیجتا ہے جو اس بندے کے حق میں ہو بہترین ساعت ہوتی ہے اسی میں اسے واپس بلاتا ہے اس میں ویرانی و بربادی کا ذکر کہاں سے آگیا۔

اُس بندی کے اٹھ جانے سے مجھے یقیناً قدرۃً متعدد تکلیفیں اور بے چینیاں ہیں اور میں اس پر ہرگز خوشی سے آمادہ نہیں لیکن اگر تیری مرضی اسی میں ہے تو میں ایک بار نہیں ہزار بار اس پر راضی اور عقلاً و ارادۃً شائبہ بھی کسی ناخوشی و ناگواری کا اپنے دل میں نہیں لاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شفاء الملک دریابادی[1]

۱۳ اکتوبر ۵ بجے صبح دریاباد۔ غریب خانہ سے دو قدم پر حویلی لکھنؤ بلکہ ملک کے نامور حکیم حاجی عبدالحبیب دریابادی صدر انجمن طبیہ یوپی اور قدیم ممبر انڈین میڈیسن بورڈ کی ہے۔ آج خلاف معمول ان کے ہاں منھ اندھیرے سے یہ چہل پہل کیسی؟ نوکر چاکر، عزیز دوست اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں۔ گیس کی روشنی میں کام ہو رہا ہے کرسیوں کی جھاڑ پونچھ ہو رہی ہے کمرے میں فرش و فروش بچھ رہے ہیں۔ کوئی تقریب ہے؟ تقریب کیسی آج تو یکم محرم ہے کوئی اور تہوار ہے؟ حکیم صاحب تو عید بقرعید بلکہ ہولی، دیوالی کو بھی لکھنؤ سے وطن آیا کرتے ہیں اور جب ہی ان کے لئے یہ ساری تیاریاں پچھلے پہر سے شروع ہو جاتی ہیں۔ جی نہیں ان کا جنازہ آ رہا ہے۔ میّت لاری پر شفاء الملک دریابادی کی آ رہی ہے۔

کہنے والا یہ کیا کہہ گیا؟ اور ذرا سے فقرے سے کتنے دلوں پر بجلی گر گیا۔ اب پو پھٹنے کو ہے، بازاروں میں چوراہوں اور گلیوں میں لوگ ٹولیاں بنائے ہر جگہ یہی تذکرہ کر رہے ہیں، ہر زبان پر یہی حسرت ناک نوحہ ہے اسٹیشن کا تار والا جو اکسپریس تار لئے ہوئے تاروں کی چھاؤں میں غریب خانہ تک گیا، پکار پکار کر یہ کہتا بھی گیا تھا، ماتم کرنے والوں میں بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی! اور مسلمان تو خیر ہوتے ہی ہندو بھی نہ صرف

صدق جدید یکم دسمبر ۱۹۵۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کہ ہیں بلکہ اچھی بڑی تعداد ہیں ہیں۔

خبر پر یقین آئے نہ آئے؟ کوئی مان رہا ہے کوئی جھٹلا رہا ہے اور آسانی سے یقین آئے بھی تو کیسے؟ ابھی چند گھنٹے قبل یعنی جمعرات کی شام تک تو حکیم صاحب اچھے خاصے نسخہ لکھتے رہے، دوسروں کی صحت و زندگی کے ضامن بنے ہوئے تھے، گردہ وغیرہ کی جو شکایتیں تھیں وہ بھی اس وقت دور ہو چکی تھیں اور آٹھ بجے شب کو ایک ڈاکٹر دیکھ کر یہ کہہ گئے تھے کہ حکیم صاحب اب اچھے ہیں صرف ضعف باقی رہ گیا ہے۔ بشر کی رائے اور اندازہ موت و زندگی سے متعلق! تکلیف دس بجے رات کو شروع ہوئی، کل چند منٹ کے اندر شاید پانچ منٹ کے اندر کشمکش کا خاتمہ!

دردِ قلب کا دورہ اور شدید ضعف، ہر امکانی تدبیر کے لئے حکیم صاحب کے صاحبزادے حکیم محمد امین سلمہ، پرنسپل طبیہ کالج لکھنؤ موجودہ سفر آخرت کی عجلت رکھنے والے طبیب کو نہ فکر نہ فرصت اس وقت مال و اولاد پر توجہ و التفات کی زبان پر توبہ استغفار رہا تھا دعا رکے لئے آسمان کی طرف اٹھے ہوئے۔ حاضرین سے بہ اصرار فرمائش کہ میرے کلمۂ شہادت کے گواہ رہنا۔ آخری مشروب آب زمزم کے چند قطرے اور آخری کلام کلمۂ شہادت اور یہ آیۂ کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ جسم صاحبزادے کے آغوش میں اور روح عالم بالا کی سیر کو روانہ ہو گئی۔

رات کو یاد کر لیجئے کہ جمعہ کی تھی اور ماہ محرّم کا متبرک عشرہ اوّل ابھی شروع ہو چکا تھا یوں کہئے کہ ارادی اور تکوینی دونوں قسم کی خوش نصیبیاں اکٹھی ہو گئیں ساری رات نواسوں اور نواسیوں اور بہو اور لڑکی اور عزیزوں و رفیقوں، مخلصوں نے تلاوت کرتے نمازیں پڑھتے دعائیں مانگنے میں گزار دی، تعزیت میں آنے والوں اور ٹیلی فون پر تعزیت کرنے والوں کا تانتا رات کے ڈیڑھ بجے تک لگا رہا۔ رونے والوں میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی عیسائی بھی اور سکھ بھی اور آنے والوں میں منسٹروں ہائی کورٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ججوں، علماء اور اطبّا و معاصرین سے لے کر ہما شُما سب ہی تھے۔! موت اس کی تھی جسے خود طبیبوں کی مجلس نے اتفاق رائے کے ساتھ "محسن طب" کا لقب دیا تھا۔

غسل صبح تڑکے عزیزوں اور صالحین کی ایک جماعت نے دیا۔ کفن کے لئے آب زمزم سے دھلا ہوا کپڑا جو کئی سال سے ساتھ رہتا تھا وہ آج کام آیا۔ نو بجے نمازِ جنازہ کا وقت آیا تو کوٹھی (واقع کنٹونمنٹ روڈ) کا صحن نمازیوں سے کھچا کھچ بھر گیا اور نماز مفتی عبد القادر صاحب فرنگی محلی کی امامت میں ادا ہوئی، چہرہ کی رونق، جنازہ کی وہ پھبن کہ گویا دولہا بارات لیکر روانہ ہو رہا ہو۔!

۱۳ر اکتوبر دوپہر دریا باد۔

آج قصبہ بھر میں ہڑتال ہے! کیا ہندو کیا مسلمان سب نے اپنی اپنی دوکانیں بلا کسی کے دباؤ و ترغیب کے خود ہی غم و الم میں بند کر رکھی ہیں اور گھر پر تو کہنا چاہیئے ایک میلہ سا لگ گیا تھا۔ چار چار پانچ پانچ کوس کے لوگ اپنے "محسن طب" کی آخری زیارت کو جوق در جوق جمع ہو گئے ہیں اور لکھنؤ کے بارہ بنکی، فیض آباد سے جو مخصوص مخلصین موٹر یا ریل سے آ گئے ہیں وہ ان کے علاوہ وفات شب جمعہ میں تدفین بعد نماز جمعہ عین صحن مسجد کے پائیں میں، یہ چیزیں کس کے نصیب میں آتی ہیں۔ بجز ازلی خوش نصیبوں کے لاری رکتی رکاتی بارہ بنکی اور دریا باد کے ریلوے اسٹیشن پر مشتاقان دید کی تمنائے دید کو پورا کرتی ہوئی بعد دوپہر پہونچی ہے۔ حکیم صاحب کو وطن سے محبّت تھی اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ باوجود ۴۰ سال سے لکھنؤ ہی کے ہو جانے اور عمائد لکھنؤ میں شمار ہونے کے وصیت اپنے وطن کی ہی تدفین کی بہ تاکید کر گئے۔ بلکہ خاندانی مسجد کے پائیں صحن میں جگہ تجویز کر گئے تھے۔ یہاں پہونچ کر نماز دوبارہ ہوئی۔ اس لئے کہ بعض قریبی اعزاء لکھنؤ میں نماز سے محروم رہ گئے تھے۔ اب کی نماز قرابت قریبہ کی بنا پر اسی نامہ سیاہ سے پڑھوائی گئی۔ اور اس طرح اسے بھی ایک موقع اس طبیب نامور کی آخری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت کا مل گیا۔ ہجوم کا یہ عالم کہ اتنی بڑی جماعت جنازہ قصبہ کی تاریخ میں تو کسی کے علم میں نہیں۔ دفن سے قبل جب اس چہرہ کی آخری زیارت کے لئے جواز خود قبلہ رو تھا۔ اذنِ عام ہوا تو کچھ نہ پوچھئے کہ خلقت کس طرح ٹوٹی پڑ رہی تھی۔ معلوم ایسا ہو رہا تھا کہ شام ہو جائے گی اور یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہ آئے گا۔ عین اس وقت قصبہ کے بعض خوشحال ہندوؤں کو محض آنسو بہاتے نہیں بلکہ زار و قطار روتے ہوئے ان آنکھوں نے خود دیکھا اور قصبہ کی جو بیوائیں اپنے سرپرست کو رو پیٹ رہی تھیں ان کے اعداد و شمار اب کون فراہم کرتا۔

کم و بیش مذہبی ہمیشہ سے تھے۔ اب ادھر ۱۲۔ ۱۵ سال سے دینداری میں خاصی ترقی کر لی تھی۔ نماز روزہ کے فرائض کے علاوہ تلاوت کے بھی بڑے شائق اور پابند ہو گئے تھے اور تہجد بھی جب آنکھ کھل جاتی اور موقع مل جاتا تو پڑھ لیا کرتے تھے۔ بعد نماز فجر دیر تک اپنے معمولات پورے کرتے رہتے۔ ۴۔ ۵ سال ہوئے حج و زیارت سے بھی مشرف ہو چکے تھے، اور لوگوں کو کھلانے پلانے، دینے دلانے میں تو برابر قدم آگے ہی رکھتے تھے۔ عزیزوں اور بستی والوں کا خیال خاص طور پر رکھتے تھے۔ اس کے باوجود تمکنت نہ تھی۔ زندہ دلی اور "بذلہ سنجی" لطیفہ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تعلقات بڑے بڑے حکام، امراء رؤسا سے گہرے تھے۔ تمکنت نام کو بھی نہ تھی۔ غریب سے غریب شخص سے بھی اسی شفقت اور ملائمت سے پیش آتے اور کوشش یہ کرتے کہ اس کا دل ہاتھ میں لئے رہتے۔ ۱۹۲۶ء کا ذکر ہے کہ ایک لڑکی کی شادی لکھنؤ میں کی۔ دعوت بڑے پیمانہ پر نانپارہ ہاؤس میں کی تھی۔ ایک صاحب شریف صورت مگر بہت پھٹے حالوں بن بلائے آ کر شریک ہو گئے اسی دسترخوان پر جو "میاں لوگ" بیٹھے ہوئے تھے انہیں سخت ناگواری پیدا ہو گئی اور انہوں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ جو صاحب منتظم دعوت تھے انہوں نے یہ رنگ دیکھ کر سختی سے ان صاحب سے اٹھ جانے کو کہا۔ یہ زیادتی دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرے کی تھی اور کم از کم مجھ سے تو نہ دیکھی گئی دوڑ کر حکیم صاحب کو بلا لایا وہ آتے ہی ان بن بلائے مہمان کی طرف مخاطب ہو کر بولے "اخاہ" یہ آپ یہاں کہاں بیٹھ گئے آپ کا شمار تو مہمانوں میں نہیں گھر والوں میں ہے چنانچہ آپ آیئے میرے ساتھ کھانا کھایئے گا۔ میں نے بھی نہیں کھایا ہے۔" چنانچہ انہیں اپنے ساتھ ہی بٹھا کر کھلایا۔

سیاسی معاملات میں دلچسپی شروع سے لیتے رہے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں اس میں شریک رہے پھر مسلم لیگ کے زمانۂ عروج میں اس میں بھی پیش پیش رہے لکھنؤ کی مسلم لیگ کے صدر بھی رہے مگر اس کے ساتھ کسی دوسرے مذہب و ملت والے اور کسی سیاسی پارٹی سے مخالفت نہ مول لی۔ ان کی ملت پروری اور ملک دوستی کے درمیان ہرگز کوئی تضاد نہ تھا بلکہ جیسے گہرے تعلقات لیگ کے لیڈروں سے تھے ویسے ہی انہوں نے سر سیتا رام، موہن لال سکسینہ، آچاریہ نریندر دیو وغیرہم سے بھی قائم رکھے اور اپنی مرنجان مرنج طبیعت اور سلامت روی کے باعث کانگریسی حلقوں میں آخر تک مقبول و ممدوح رہے۔

وقت آگیا تو جان ایک سچے مسلمان کی طرح جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور دیکھنے والوں کے سامنے ایک بار پھر یہ حقیقت بے نقاب ہو کر آگئی کہ جب وقت مقررہ آجاتا ہے تو بڑے سے بڑا طبیب بھی اپنے کو ویسا ہی بے بس پاتا ہے جیسا کہ ایک عامی سے عامی انسان۔ پیدائش ۱۸۷۸ء کی تھی اس حساب سے عمر ۷۲ سال کی ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نئی نویلی[1]

وہ ابھی بالکل جوان تھی۔ شادی کو پورا سال بھی ابھی کہاں گزرا۔ دس ہی گیارہ مہینے تو ہوئے۔ قریبی رشتے سے میری بھتیجی تھی اردو ترجمہ قرآن پڑھنے میں شاگرد بھی۔ بڑی مذہبی، بڑی صالح نماز کی عاشق، روزے کی شیدائی سب کی ہمدرد، غمخوار، بڑی مخلص خدمت گزار، بچہ ہنستا کھیلتا پیدا ہوا۔ دوسری رات کو بیمار پڑی اور تیسری صبح کو قبل اس کے کہ آفتاب اپنے پورے عروج کو پہونچے اس کی عمر کا آفتاب غروب ہوگیا۔ انا للہ۔ زچگی کی موت شہادت کی موت ہے سچے کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا پھر دفن کے وقت شب جمعہ شروع ہوچکی تھی زبان پر آخر تک یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم رہا دوسروں سے سورۂ یاسین فرمائش کرکے پڑھوائی مُردہ چہرہ پر بجائے مُردنی اور بے رونقی کے رونق اور تازگی، آنکھیں ذرا کھلی رہ گئیں، ان سے بجائے بدنمائی کے اور خوش نمائی اور زیبائی! نام ایک پیغمبرزادی کے نام پر "رُقیّہ" تھا۔ قبر میں باپ نے اُتارا۔ یہ نہ پوچھئے کہ کس دل سے۔ اس جواں مرگ پیغمبرزادی کو بھی قبر میں اُتارنے والے اُس کے والد ماجد اور اللہ کے محبوب ترین پیغمبر ہی تھے! اللہ اللہ امت کا باپ اپنے فرزندوں کو سخت سے سخت مصیبت کے وقت کیسے کیسے سبق تسلی اور تعزیت کے اپنی زندگی کے دے گیا ہے!

موت کا وقت عجیب پُراثر، پُردرد تھا۔ لکھنؤ کے ایک حاذق طبیب بورڈ آف انڈین میڈیسن

منقول از صدق ۶ر مارچ ۱۹۴۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پرانے ممبر شفاء الملک کے خطاب سے سرفراز ابھی ہاتھ نبض پر رکھے ہوتے ہیں۔ ابھی جواہر مُہرہ حلق سے اتارنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ابھی آنکھوں کی پُتلی کا معائنہ کر رہے ہیں کہ زندگی کے کچھ آثار باقی بھی ہیں! گویا یہ تدبیریں موت کے فرشتے کا ہاتھ پکڑ لیں گی۔ ماں کی دلدوز آہیں اور دعائیں! کس قلم کے بس میں ہے کہ مصوّری ماں کے رنج کی کر سکے؟ لیکن رنج بحمداللہ مسلمان ماں کا تھا۔ ادھر غشی سے اُٹھی، ادھر سلسلہ پھر دعاء و مناجات کا کلمہ تلاوت قرآن شروع ہوگیا۔ "اے اللہ تیری امانت تیرے سپرد یہ نعمت تو ہی نے دی تھی اور اسے واپس بھی لے لیا"! مسلمان عورت بھی جنت کتنے طریقوں سے لے سکتی ہے!

جسم رنجور، روح مسرور" اب کوئی ہمیں پہچان نہیں پڑتا"۔ مرنے والی نے ہراس و اضطراب سے نہیں سکون و اطمینان سے کہا۔ سکرات شروع ہو چکا تھا۔ بصارت اپنا فعل چھوڑ چکی تھی اور معاً زبان بھی بند ہوگئی، ہونٹ دوبار اللہ اللہ کہنے کے لئے ہلے اور ایمان والی کی رُوح راضیۃً مرضیۃً کی بشارت پر دوڑتی ہوئی اُڑتی ہوئی روانہ ہوگئی! اللہ کی جو بندی اپنے مولیٰ کی یاد میں کسی حال میں غافل نہ ہوئی تھی۔ جس نے نماز کو شادی کے نغموں اور رخصتی کے ہنگاموں میں بھی قضا نہ ہونے دیا تھا۔ کیسے ممکن تھا کہ مولیٰ کی یاد اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ دیتی، کوئی اس یاد کی طرف دوڑ کر دیکھے تو وہ یاد خود کب اس کا پیچھا چھوڑتی ہے؟ فاذکرونی اذکرکم کی ایک نئی تفسیر، عملی رنگ میں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھنؤ کا مردِ بزرگ[1]

۲۷ر اکتوبر کو شب آخر ہو رہی تھی اور ۲۸ر کے طلوعِ فجر میں ابھی دو گھنٹہ کی دیر تھی کہ شہر کے ایک تہجد گزار اور شاید سب سے معمر مسلمان نے ۹۴-۹۵ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے مراجعت اختیار فرمائی۔ مولوی حاجی محمد نسیم صاحب بی۔ اے ایڈووکیٹ کے نام نامی سے آج سے ۲۵-۳۰ سال قبل، شہر بلکہ صوبہ اودھ میں کون پڑھا لکھا ناواقف تھا؟ اپنے زمانہ کے نامور ترین وکیل دیوانی تھے اور یہ عین اس زمانہ میں جبکہ مقابلہ میں انگریز بیرسٹروں کے علاوہ نامی ہندو وکیلوں کی بھی بڑی تعداد موجود تھی، مذہبی خیال کے ہمیشہ رہے، حالانکہ بی۔ اے اس وقت کیا تھا جب انگریزی تعلیم ہی کفر و الحاد کے مرادف تھی۔ جب بڑے صاحبزادے محمد وسیم بیرسٹرایٹ لا کا کام خوب چل نکلا اور پریکٹس کی طرح دینداری بھی ان کے ورثہ میں آگئی تو خود کام چھوڑ کر تمام تر عبادت اور ذکر شغل میں مصروف رہنے لگے۔ ۱۹۲۶ء میں علی برادران کے ساتھ حج کیا۔ اور زندگی کے آخری ۲۵ سال کہنا چاہیے کہ خدمتِ خلق و خدمتِ خالق ہی کی نذر کر دیئے۔ شہر کی بڑی چھوٹی شاید ہی کوئی ایسی اسلامی تحریک ہوگی جو ان کی مالی امداد سے بار بار مستفید نہ ہوئی ہو، اور دینی رسالوں کو، ملی درسگاہوں کو، طلبہ کو، نادار عزیزوں کو، یتیموں کو، بیواؤں کو خفیہ و علانیہ جو کچھ دیتے رہے اس کا حساب کون لگا سکتا ہے۔

وسیع پر فضا اور لق و دق کوٹھی ڈالی باغ گویا ایک مستقل مہمان سرا تھی اور لکھنؤ کے ان چار پانچ مکانوں میں تھی جن کے دروازے چوبیس گھنٹہ باہر سے آنے والے مسلمانوں کی میزبانی

---

[1] (منقول از صدق) ۶ر نومبر ۱۹۵۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کھلے رہتے تھے آج ٹرکی کے عدنان بے آئے ہیں کل حکیم اجمل خاں ٹھہرے ہوئے ہیں پرسوں ڈاکٹر انصاری کا استقبال ہو رہا ہے۔ خلافت اور لیگ دونوں کے زمانہ عروج میں ہمدردیاں ان کے ساتھ رہیں۔ وسیم مرحوم پاکستان چلے گئے اور وہاں کے ایڈوکیٹ جنرل ہو کر کوئی تین سال ہوئے کراچی میں وفات پا گئے۔ دو لڑکے نیشنلسٹ کیمپ میں رہے، ایک علی گڑھ میں تاریخ و سیاسیات کے سینیر استاد ہیں، دوسرے جامعہ ملیہ کے وائس چانسلر ہیں۔ حقیقی بھائیوں میں ایک مشہور خلافتی اور کانگریسی ثم لیگی لیڈر چودھری خلیق الزماں اس وقت مشرقی پاکستان کے گورنر ہیں اور دوسرے ڈاکٹر سلیم الزماں کراچی میں غالباً کیمیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ہیں۔ حفظ صحت کا بڑا خیال اور اہتمام رکھتے تھے چنانچہ باوجود (نحیف الجثہ) ہونے کے آخر عمر تک صبح کی مشی (ٹہلنے) کی عادت قائم رکھی، ہوش و حواس میں ذرا فرق آگیا تھا مگر نہ ایسا کہ بہت نمایاں ہو۔ زندگی کی آخری شب حسب معمول نماز عشاء کے بعد وظیفہ پڑھتے ہوئے سو گئے۔ ڈھائی بجے شب کو طبیعت پھر بے چین ہوئی نرس نے گولی دی ذرا سکون ہوا۔ ۳½ کا وقت تھا تیماردار لڑکی نے کہا کہ آج آپ نے تہجد کی نماز نہیں پڑھی۔ تیمم کا پیالہ مانگا اس پر مارنے کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ ہاتھ بے کار ہو گئے ایک ہچکی آئی اور معاً روح سیکڑوں ہزاروں بندگانِ خدا کے جھرمٹ میں اعلیٰ علیین کو روانہ ہو گئی۔ مرد بزرگ عمر ہی کے اعتبار سے بزرگ نہ رہا۔ حسن خاتمہ کے لحاظ سے بھی بزرگوں تک کے لئے قابل رشک نکلا۔ نماز جنازہ مولانا عبدالشکورؒ صاحب نے پڑھائی، اور تدفین خاندانی قبرستان میں قصبہ گڑھی بھلول، ضلع بارہ بنکی میں ہوئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مردِ مومن کی وفات"[1]

یو۔پی کونسل کے سابق اور بہت قدیم ممبر اور یو۔پی کونسل کے سابق نائب صدر حاجی شیخ مسعود الزماں، رئیس اور بیرسٹر (باندا) ۲۰ رجنوری ۵۸ء کو عین نماز فجر کے وقت دنیا سے رخصت ہوئے اور اس انوکھے انداز سے کہ گویا سفر آخرت پر نہیں، بلکہ یہیں کہیں کے سفر پر خدا حافظ کہتے اور سلام کرتے ہوئے رخصت ہوتے رہے ہیں! مومن کے "نفس مطمئنہ" کے لئے بھی مالک و مولا کی طرف سے راہیں بے شمار کھلی ہوئی ہیں!

مدیر صدق کے قریب ترین عزیزوں میں سے تھے اور کالج میں اس کے ساتھ دو سال پڑھے ہوئے بھی۔ انگریزی ترجمہ و تفسیر کے کام کا جب آغاز ہوا، تو اپنا ٹائپ رائٹر نذر کیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے کتب خانے سے انگریزی کی بیش قیمت انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارہویں ایڈیشن) کی پینتیس ۳۵ ضخیم جلدیں بھی فراخدلی کے ساتھ پیش کریں! بڑا رفیق قلب رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ارادت والہانہ نعتیہ مضمون سن کر رو پڑتے نماز کے تو خیر پابند تھے ہی روزے فرض کے علاوہ بھی بڑے شوق سے سال میں کئی بار رکھ لیا کرتے تھے۔ حج ادا کر آئے تھے اور اب دوبارہ جانے کے خیال میں تھے زکوٰۃ کے مسائل کا گہرا علم رکھتے تھے اور ادائے زکوٰۃ کے بڑے سرگرم ساعی۔ صوبہ کونسل میں بار بار زکوٰۃ کے بل کے نام سے قانون صوبہ کے سارے مسلمانوں کے لئے پیش کیا کئے سیرتِ جاودانی کے نام سے ایک کتاب بھی سیرۃ النبی پر غیر مسلموں میں تبلیغ کے نقطہ نظر سے لکھی اور لکھوائی۔ اچھے خاصے شگفتہ و بشاش تھے کہ قبل فجر بڑے لڑکے کو جگوا کر بلوایا اور

---

[1] منقول از صدق جدید، ۱۵ر فروری ۱۹۸۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بولے کہ بیٹا ہم رخصت ہو رہے ہیں خدا حافظ۔ ڈاکٹر فوراً بلائے گئے اور وہ اطمینان دلا کر چلے گئے، تنفس شروع ہو چکا تھا۔ اب ایک لڑکے سے کہا کہ قرآن مجید سناؤ۔ پھر خود بھی پوری آواز سے سورۃ المزمل شروع کی۔ پڑھی اور اس کے بعد کلمہ پڑھتے ہوئے انگشتِ شہادت اٹھائی اور کہا "گواہ رہنا"۔ معاً ہچکی آئی اور طائرِ روح قفس خالی کر کے پرواز کر گیا۔ ایک لڑکے نے جب آیۃ الکرسی سنائی تو خوش ہو گئے بولے کہ آج کمائی وصول ہو گئی ایسی مومنانہ موت پر رشک کس کو نہ آئے گا۔

چودھری سمیع الزماں مرحوم[1]

نوٹ لکھے جا چکے تھے کہ لکھنؤ کے حاجی شیخ سمیع الزماں کی وفات کی خبر (۶ر اپریل) معلوم ہوئی۔ لکھنؤ میں ایک خاندان قصبہ بجنور کے شیخ زادوں صدیقی کا آباد ہے۔ جس کا شمار لکھنؤ کے عمائدین میں ہے اور شہر میں اس کا خاص اثر رہا ہے۔ مشہور سیاسی لیڈر چودھری خلیق الزماں اسی خاندان کے ہیں اور مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں۔ مرحوم کو آرٹ سے خاصی دلچسپی تھی اور دستی تصویر کشی میں خاص شہرت حاصل کر لی تھی۔ مرحوم کے حقیقی ماموں حاجی محمد نسیم مرحوم لکھنؤ کے نامور ایڈوکیٹ تھے اور ماموں زاد بھائی مسٹر محمد وسیم مرحوم بیرسٹر پاکستان جا کر وہاں کے پہلے ایڈوکیٹ جنرل مقرر ہوئے۔ چھوٹے بھائی ڈاکٹر سلیم الزماں بحیثیت ایک سائنٹسٹ کے پاکستان ہی میں نہیں دنیا کے سائنسی حلقہ میں ایک مرتبہ رکھتے ہیں۔ اب لکھنؤ میں سردار خاندان یہی تھے اور عمر کوئی ۸۶۔۸۵ کے درمیان رکھتے تھے۔ اللہ مغفرت کرے۔

---

[1] منقول از صدق جدید ۲۵ر اپریل ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک خدمت گار کی یاد میں[1]

خدمت گار! یہ طبقہ بھی بھلا اس قابل ہے کہ "میاں لوگ" اسکا ذکر خیر اپنی مجلسوں میں لائیں۔ چہ جائیکہ اخبار کے صفحہ میں یہ تذکرے بار پائیں! غلامی کی رسم اب ضابطہ سے شائد مٹ چکی ہے لیکن عملاً برتاؤ کے لحاظ سے ہمارے ہاں کے نوکر چاکر خصوصاً "گھروں کے پروردے" ٹھیک اسی جگہ ہیں جو روسا میں غلاموں اور پشتینی غلاموں کیلئے مخصوص تھی۔ ایرانی اور ہندی تہذیب کے دو آتشہ نے مخدوم وخادم آقا اور چاکر کے اس بین المشرقین فرق کو کم نہیں کیا ہے اور بڑھا دیا ہے۔

حاجی محب علی مرحوم ہمارے گھر کے پروردہ تھے (یہ اصطلاح شاید دوسرے ملک والوں کی سمجھ میں نہ آسکے) ان کے والد نے ہمارے ہی ہاں کی ملازمت میں انتقال کیا۔ ان کی ماں یہیں پلیں بڑھیں بوڑھی ہوئیں۔ اور ابھی زندہ ہیں محب علی کی پیدائش کے وقت سے گویا وراثتہً ہماری ملک ہوگئے۔ میاں لوگوں کی دنیا میں سلطان ابن سلطان کی طرح آقا ابن آقا اور خادم اسی طرح نسلاً بعد نسل ہوتے چلے آئے ہیں۔

پیدائش ۱۹۰۱ء کی، عمر کے ۵۰ سال ہماری ہی ڈیوڑھی پر ادنیٰ معاوضہ پر گزار دیئے انتہائی اخلاص، دیانت داری، وفاداری، ہواخواہی اور "نمک حلالی" کے ساتھ (یہ آخری لفظ بھی آقاؤں اور آقازادوں کے لغت کا ہے) جان ۲۱ رمضان (۲۷ جون) یوم چہارشنبہ کی شام کو ۸½ بجے جب مسلمان عشار کی اذانیں دینے اور تراویح میں قرآن سنانے میں لگے ہوئے تھے، جان آفرین کے سپرد کردی۔ خدمت گار کا آقا صرف ایک نہیں ہوتا۔ گھر کی مالکہ، آقازادوں اور آقا زادیوں ان کے بھائی بھتیجوں سب کی رضاجوئی یکساں اس پر واجب ہوتی ہے۔ اس امتحان میں پورا اترنا پہاڑ سے دودھ کی نہر کاٹ کر لانا ہے۔

---

[1] صدق جدید، ۷ رجولائی ۱۹۵۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیماری ضعف معدہ کی لاحق ہوئی یا آج کی زیان میں انتڑیوں کی دق، صبر آزما شدائد اور جان گسل تکلیفوں میں پھیپھڑوں کی دق سے ذرا کم نہیں۔ وہی پور پور میں شدید درد، وہی رگ رگ میں کھنچاؤ، وہی بیتاب کر دینے والی اندرونی سوزش، وہی تڑپا دینے والی جلن تپکن، وہی انتہائی ضعف و لاغری، وہی آخر میں دم بدم دستوں کا بلا اختیار چلے آتے رہنا اور جسم کا گوشت گل کر صرف ہڈیوں کا ہار باقی رہ جانا! غریب محب علی نے ساری تکلیفیں ایک ایک کر کے جھیلیں دو چار دن نہیں، مہینوں جھیلیں مدت سے صحت کے بجائے موت کی تمنا کرنا شروع کر دی تھی۔ ادھر تیماردار چوبیسوں گھنٹوں کی ڈیوٹی سے الگ عاجز آ گئے تھے عبرت کے قابل تھا یہ منظر کہ ایک اچھی چوڑی چکلی ہڈیوں کا اپنی جوانی میں کشتی لڑا ہوا۔ نفاست پسند اور بڑا صاحب تدبیر مستعد کارگزار انسان چارپائی پر معذوری، بے کسی اور بے بسی کی تصویر بنا ہوا پڑا ہے۔ پٹی سے متصل پیشاب دانی رکھی ہوئی ہے اور پاٹ لگا ہوا ہے اور مریض بغیر کسی سہارے کے کروٹ لینے پر قادر نہیں!

۲۱ رمضان آخر وقت عصر میں جب نزع شروع ہوئی تو میں نے سب سے پہلے پہچانا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور تنفس بگڑ چکا تھا۔ الجھن بے انتہا بڑھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ تسکین "یا سلام" پڑھنے سے ہوگی آواز سے نہ پڑھا جا سکے تو اندر اسکا ورد رکھو خود بھی کئی بار پڑھ کر دم کیا ہاتھ سرد ہو چکے تھے۔ پیروں میں کچھ گرمی باقی تھی ایک طبیب کو بلا کر دکھایا انہوں نے کہا نبض بال کی سی باریک چل رہی ہے۔ بعد مغرب سوئے تنفس نمایاں ہو گیا۔ عورتوں نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا میں زمین پر بیٹھ گیا اور لب مرگ مریض کے کان میں کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ہوش و حواس سب بالکل درست تھے۔ ایک عزیز سرہانے کھڑے کہتے گئے کہ یہ ماں ہیں یہ بیوی ہیں اور وہ ایک ایک کے لئے لفظ معافی زبان پر لاتے گئے۔ آخر میں مجھے بتایا کہ یہ مولانا صاحب بیٹھے ہیں اس پر اپنا سوکھا ہوا لیکن متورم ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ "معاف کیجئے گا"۔ میں نے ہاتھ دبا کر اور رو رو کر کہا کہ "معافی تو دونوں طرف سے ہونا چاہئے میں نے معاف کیا تم بھی معاف کر دو"۔ ایک حافظ نے سورہ یٰسین شروع کر دی اور چند منٹ کے اندر روح جسم کا ساتھ بالکل چھوڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئی چہرہ خود بخود قبلہ رو ہو گیا۔

ساری رات گزری جس طرح گزری غسل وغیرہ کا انتظام صبح شروع ہوا جب تخت پر لٹایا اور سب کپڑے اتار لئے گئے تو آنکھوں نے اس جسم کا نظارہ کیا جو سوکھ کر محض ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ (جیسا کہ ڈاکٹری کتابوں میں انا ٹومی کے نقشے ہوتے ہیں) اور زبان اپنے کو نہ روک سکی پکار کر آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آواز میں کہا کہ "یہ وہی چہرہ ہے جو ابھی کل تک ساری قوتیں ساری توانائیاں ایک میری خوشنودی کے لئے وقف کئے ہوئے تھا خود بڑی بڑی بے چینی اٹھالی کہ میں نہ بے چین ہونے پاؤں۔ یہ ہاتھ وہ ہیں جو چوبیس گھنٹے میری ہی خدمت کے لئے وقف رہتے تھے ان پر بچپن میں خدا معلوم کتنی بار چیچیاں پڑی ہوں گی اور آج بھی کتنی بار ان کا بیجا استعمال میری ذات سے ہوا ہوگا۔ اور یہ سوکھی ہوئی ٹانگیں اور پنڈلیاں اور یہ متورم پیر خدا معلوم کتنی بار میری وجہ سے دوڑے ہوں گے تھکے ہوں گے۔"

آج اصل منظر سے بہت دور بالکل بے تعلق یہ کاغذ پر چھپے ہوئے الفاظ کچھ بے جان سے نظر آرہے ہوں گے عین موقع پر ان کا درجہ قال کا نہ تھا حال کا تھا۔

غسل کا اصل کام میرے حقیقی خالہ زاد بھائی نے انجام دیا وضو کا وقت آیا تو اعضائے وضو پر پانی میں خود ڈالتا گیا اور رو رو کر جس طرح دعا مظلوم و مرحوم خادم کی مغفرت کے لئے کرتا گیا اسی طرح اس کے زندہ ظالم آقا کے لئے بھی۔ دل نے کہا کہ جنت میں خادم مخدوم کہاں وہاں تو سب مخدوم ہی ہوں گے۔ تاہم یہ شخص جو دنیا میں مجھ پر اتنی جان چھڑکتا رہا اور اسطرح یہ جذبہ اس کی فطرت میں راسخ ہو گیا ہے کہ عجب نہیں جو یہ حقیقت میں کبھی (اگر اللہ نے وہاں اپنے کرم بے حساب سے پہنچا دیا) اپنے کو میری خدمت ہی کے لئے پیش کرتا رہے۔

کفن پہناتے وقت جب کفن میں نے گردن میں ڈالی ہے تو یہ یاد آیا کہ زندگی میں بیشمار بار اس نے میرے کپڑوں کی دیکھ بھال رکھی ہے آج ایک بار تو عالم ناسوت میں اسکی یہ آخری خدمت کرلوں۔ نماز اور تدفین سب ویسی ہی ہوئی جیسی ایک مسلمان کی ہوتی ہے۔ بڑی تمنا مرحوم کو اسکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ جمعہ کا دن نصیب ہو۔ اللہ نے یہ تمنا پوری کر دی کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ عنایت کیا (عتق من النار) کا وعدہ یاد کر لیجئے آگ سے تمام تر آزادی مخلصی! اور تدفین ایسے وقت ہوئی کہ قبر میں پہلی رات وہی جمعہ کی رات اور شب قدر کی ایک رات (۲۳ ویں شب) اکھٹی مل رہی تھیں پھر دق کے مرض میں شہادت کی بشارت اس کے علاوہ اب اس اخلاص محض کو آنکھیں عمر بھر ترستی رہیں گی۔

ترا عاشق شود پیدا و لے مجنوں نخواہد شد!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء کرام و بزرگانِ طریقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُطب ارشاد کا وصال[1]

جس وقت کا دھڑکہ تھا وہ وقت آگیا۔ آخر جولائی کی غالباً ۱۳ر تھی کہ میرے بھتیجے کا خط تھانہ بھون سے حسب ذیل وصول ہوا۔

"یہاں پہونچ کر واقعی حضرت کی طبیعت بہت زائد علیل پائی۔ نماز جمعہ کے قبل سے لے کر مغرب تک مسلسل غفلت و غنودگی طاری رہی اور حضرت قدس مخصوص حضرات سے بھی مخاطب نہ ہوئے۔ اسہال کی شکایت قبل ہی سے تھی۔ مگر پرسوں سے غفلت اور غنودگی بھی شروع ہوگئی ہے۔

میرا ذکر ایک بار مولانا کے خادم خاص سلیمان نے قبل نماز جمعہ کیا، مگر حضرت غافل ہوگئے نشست کے وقت مولوی جمیل صاحب نے میری اور دوسرے لوگوں کی اطلاع کرنا چاہی مگر اس وقت سے لے کر مغرب تک حضرت مسلسل غافل رہے۔ اسی لئے حاضری سے محرومی رہی۔ اللہ صحت دے۔ بعد مغرب خواجہ صاحب نے میرا ذکر کیا حضرت نے میرا نام لیا اور پوچھا کہ اس وقت موجود ہیں؟ خواجہ صاحب نے کہا کہ نشست کے وقت تو تھے۔ فرمایا کہ اس قابل کہاں کہ کسی سے گفتگو کر سکوں یا متوجہ ہو سکوں۔ اس کے بعد حضرت غافل ہوگئے۔ میں نے خط پڑھتے ہی کہا کہ خدانخواستہ یہ بیماری ہی اور ہے۔

رنجس از سود از صفرا نبود　　بوئے پرہیزم پدید آمد زدود

طبیب اپنی مادی اصطلاحوں میں جسے غفلت اور غنودگی سے تعبیر کر رہے ہیں، یہ

---

[1] صدق ۲ر اگست ۱۹۴۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توسب سامانِ خلق سے انقطاع اور آخرت کی طرف توجہ ویکسوئی کے معلوم ہو رہے ہیں اور یہ عارضی و وقتی غیبت تمہید نظر آرہی ہے طویل اور ناسوتی معیار سے ابدی غیبت کی ص۱۲ میں ایک نوٹ اس کے قبل دیا جا چکا تھا ص۱۳ میں دوسرا نوٹ اس خط کی بنیاد پر دیا گیا! دل و زبان دعاؤں میں لگ گئے۔ دعائیں اپنے ہی مفاد کی خاطر اور اپنی ہی خود غرضی کی بنا پر خود حضرت مولانا پر اب مراسلت کا بار ڈالنے کا کیا موقع تھا وصل بلگرامی بہت یاد آئے۔ وہ ایسے موقعوں کے لئے بہت موزوں تھے اب خود ہی مرحوم ہو چکے ہیں خیر بعد غور خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب ریٹائرڈ انسپکٹر آف اسکولز (مولانا کے عاشق زار اور خلیفہ خاص) تھانہ بھون کی خدمت میں خط بھیج کر درخواست کی گئی کہ حالات کی جلد جلد اطلاع پہونچتی رہے۔ اپنے خط کی عبارت اب کہاں یاد، البتہ ایک فقرہ یہ یاد ہے کہ "اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کی موت حیات کو ہم نیازمندوں کی مرضی پر چھوڑ دے"۔ ۷ر جولائی کی دوپہر کو عین انتظار میں خواجہ کا کارڈ ۱۷ر کا لکھا ہوا پہنچا:۔

"والا نامہ شرف صدوری پایا حضرت کی خدمت میں پہلے خلاصہ پھر بعینہ زبانی پیش کیا۔ فرمایا "یہ آپ کی محبت ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے"۔ جناب حکیم حافظ عبدالمجید صاحب لکھنوی کا علاج بدھ سے ہے۔ بفضلہ تعالیٰ افاقہ کی صورت معلوم ہو رہی ہے گو ابھی عوارض موجود ہیں۔ بالخصوص ضعف بے انتہا ہے۔ غذا عرصہ سے نہیں ہوئی تھی۔ کل سے بٹیر کا آبجوش شروع ہوا ہے خدا کرے روز بروز صحت و قوت ہوتی چلی جائے۔ اسی حالت میں بھی وہی احساسات، وہی انتظامات وہی ضروری امور میں تنقیحات و تدقیقات موجود ہیں جن سے سب کو حیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آپ نے اپنی دعا میں جو صیغہ ارقام فرمایا ہے وہ درحقیقت ہم سب کے قلوب کی ترجمانی ہے۔ انشا اللہ حسب ہدایت خیریت سے مطلع کرتا رہوں گا"۔

اس خط سے آن کی آن دل کو ڈھارس ہوئی امید ذرا کی ذرا بندھی۔ شاید کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُمّت محمدیہ کو وقت کی اس نعمت عظمیٰ سے فائدہ اٹھانے کچھ اور مہلت مل گئی ہو۔

کسے خبر تھی کہ عین جس وقت یہ تسلّی پڑھ رہا تھا۔ ساعت موعود اتنی قریب آگئی تھی آفتاب علم و عرفان کی آخری کرنیں بھی روپوش ہونے کو تھیں، اللہ کی رحمت نااہلوں اور ناقدرے لوگوں سے واپس لی جارہی تھیں۔ رسول اسلام کا ایک سچّہ جانشین اپنے مالک و مولیٰ کے دربار میں حضوری کیلئے بے قرار ہو رہا تھا۔ لشکرِ اسلام کا سب سے جرنیل دین کے ہر ہر محاذ پر، ہر ہر معرکہ، ہر ہر مورچہ کا دلاور اپنے جسم کا پور پور دین کی راہ میں چور چور کئے ہوئے، قلب خاشع و نفس مطمئنہ کے ساتھ عالم ناسوت کی بالکل آخری منزلوں سے گزر رہا تھا۔ ۲۳ جولائی کو لکھنؤ سے ایک عزیز کا خط ۲۲ جولائی کا لکھا ہوا حسب ذیل ملا۔

"شب کو بعد نماز عشاء خبر ملی کہ حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ رفیق اعلا سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ادھر افاقہ کا حال معلوم کر کے اطمینان ہو گیا تھا کہ ہم بے راہ روان کے سنبھالنے کا یہ ستون ابھی کچھ دنوں کے لئے قائم رہنے دیا ہے۔ مگر آہ کہ وہ کل مدت دو ہی تین دن میں ختم ہو گئی۔ عمر شریف اور ضعف کی زیادتی نے افاقہ کی خبر کے باوجود بھی علالت کی اطلاعیں خبر سننے کے لئے ایک حد تک تیار کر چکی تھیں اس پر بھی اتنا سخت تھا کہ قلب میں ایک دھکا سا لگا اور کچھ دیر تک قلب و دماغ میں ایک ہیجانی کیفیت برپا رہی۔ زبان سے تو حسب عادت انا للہ کہی دیا لیکن دیر تک نہ سمجھ میں آیا کہ کیا کیا جائے۔ بعد میں دعائے مغفرت و بلندی مراتب کیلئے کی۔ لیکن بار بار یہ بھی خیال آتا رہا کہ ایسی ہستی کیلئے یہ چیزیں تو گویا یقینی ہیں، پھر ان کی کیا ضرورت۔ لیکن پھر اس کے اور ایصال ثواب کی دوسری صورتوں کے علاوہ کیا کیا جائے؟ چنانچہ کئی بار دعا کر چکا ہوں۔ چند اجزائے قرآنی پڑھ کر بھی ایصال ثواب کیا۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ کہ طبیبوں کی اٹکل پر قائم کی ہوئی امیدوں کی بنیاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیسی ریت پر نکلی ! اور بشری تدبیر نے، خداوندی تقدیر کے مقابلہ میں کس بری طرح شکست کھائی ! مولانا میرے اُستاد تھے، مقتدا تھے، سردار تھے، اور اس سے بڑھکر یہ کہ میرے محبوب تھے ! آہ ! کہ عقیدت، عظمت، محبت تینوں ایک ہی وقت میں کچل کر رہ گئیں۔ تعزیت کا مستحق میں خود ہوں، کسی دوسرے سے کیا تعزیت کروں۔ اللہ نے ان کی ذات میں نور حق کی ایک جھلک دکھائی دی تھی۔ ولی کامل کا نمونہ اس بیسوی صدی میں دکھا دیا تھا۔ ؎

ما شمارا فود مطلق دیدہ ایم
نور مطلق را ہمہ حق دیدہ ایم

دین کے خادم اور بزرگ اور بھی اسوقت اچھے اچھے موجود ہیں، پر وہ ایک ہستی ان سب سے نرالی، ان سب سے انوکھی اپنی نظیر بس آپ تھی ! ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی، تم مگر کہاں

ع بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری !

اللہ کے اس ولی کے حق میں دعائیں کرانا اس کا نہیں اپنا مرتبہ بڑھانے کیلئے ہیں۔ ؎

"سجدوں سے اور بڑھتی ہے رفعت جبین کی"

درود خوانی سے مرتبہ رسول اکرم صلعم کا نہیں بڑھتا خود اپنا ربط و تعلق اس ذات اقدس کے ساتھ زیادہ گہرا اور راسخ ہوتا ہے۔

تم کے لئے اپنی عمر کا اب جتنا بھی حصہ باقی ہے، مولانا قدس اللہ سرہ کے مناقب و فضائل کے بعض گوشوں پر انشاء اللہ حسب توفیق ان صفحات میں گزارشیں پیش ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تو مقصود محض خبر کو ناظرین تک پہونچانا تھا ؎

تاب لاتے ہی بنے گی غالبؔ
واقعہ سخت ہے اور جاں عزیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن کی موت[1]

پہاڑی اور پہاڑی غاروں میں پتھر کے ٹکڑوں اور سنگریزوں کی تعداد حد شمار سے خارج پڑی ہوئی ہے جنہیں انسان اور جانور ہر وقت پامال کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان ہی میں کوئی سنگریزہ لعل یا قوت بنکر نکل آتا ہے۔ جس کی قیمت پوری ایک سلطنت کی آمدنی کے برابر ہوتی ہے۔ اس کو اگر کوئی توڑ ڈالے تو دل پر کیا گزر جائے گی؟ سمندر میں بارش کے بے شمار قطرے ہر سال گرتے رہتے ہیں جو کسی حساب میں نہیں آتے لیکن انہی میں چند قطرے وہ بھی ہوتے ہیں جو آغوش صدف میں پل کر موتی بن کر نکلتے ہیں اور تاج سلطانی کا زیور بنتے ہیں ان کو اگر کوئی سمندر میں پھینک دے تو دل کو کیوں کر صبر آئے گا! جنگل میں خودرو بیل اور پتے درخت اور پودے، بوٹیاں اور پتیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں جو جانوروں کی غذا کا کام دیتی ہیں لیکن گلاب کی تازہ و شاداب کلی بزم ہستی کو معطر کرنے کیلئے ہوتی ہے یہ کلی اگر پھول بننے کے ساتھ ہی خزاں کی دست برد کی نذر ہو جائے تو دل کو کیا کہہ کر سمجھایا اور قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔

ایک چراغ جلا، لیکن قبل اس کے کہ اس کا اجالا پوری طرح پھیلے، بجھ گیا، ایک آفتاب چمکا، لیکن پیشتر اس کے کہ اس کی شعاعیں پورا نور پھیلائیں غروب ہو گیا۔ ایک پھول کھلا مگر معاً مرجھا گیا۔ سبزہ لہلہایا مگر فوراً خشک ہو کر زمین کے برابر ہو گیا۔ حق کی پکار

---

[1] سچ ۱۹ مارچ ۱۹۲۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلند ہوئی۔ لیکن معاً فضائے لامتناہی میں گم ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نگرامی نے ۲۷۔۲۸ سال ہوئے ناسوت کے ظلمتکدہ میں اپنی آنکھیں کھولیں لیکن یہاں کی فضا کو شاید اپنے غیر موافق پاکر ۶ر مارچ ۱۹۲۶ء ۲ر شعبان ۱۳۴۴ھ کو صبح کے وقت تعین اطلاق میں محدود غیر محدود میں مقید مطلق میں، قالب بے قالبی میں جسد عالم جان میں جذب وگم ہوگیا سچ کہا ہے سچ کہنے والے نے کہ ہم سب "اسی" کے ہیں اور سب "اسی" کی طرف جانے والے ہیں۔

صورت از بے صورتی آمد بردن
بار شُدِ انا الیہ راجعون

آنکھیں اشکبار، کہ عالم انسانیت کے اس جوہر آبدار کو اب کہاں تلاش کریں قلب مضطرب کہ کائنات آب وگل کے اس گوہر بے بہا کے بغیر کیوں کر آرام پائے عقل حیران کہ گلشن بشری کے اس گل رعنا کو کہاں سے ڈھونڈھ نکالا جائے۔ لیکن غیب کا فرشتہ آواز دیتا ہے کہ اس قید خانہ عنصری میں صرف اسی وقت تک کے لئے روحوں کو مقید رکھا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ اپنی تربیت نہ حاصل کرلیں۔ عالم معنی میں زمانہ کا شمار، انسان کی بنائی ہوئی جنتری اور آفتاب کی گردش سے نہیں ہوتا بلکہ روح کے لئے واپسی کا وقت مقررہ وہی ہے جب وہ اپنی تربیت کی تکمیل کرے، پس اگر اس پاک وصف وپاکیزہ سرشت ہستی نے جس کا ناسوتی نام عبدالرحمٰن تھا اتنی کمسنی میں تکمیل روح کے سارے مدارج طے کرلئے تھے تو ٹھیک اسی "وقت مقررہ" پر اس کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنا لازمی تھا جس پر حیرت کرنی بیجا اور تاسف کرنا بے محل ہے۔

دنیا کی ظاہر بین نگاہیں اس مرنے والے کے خدوخال سے زیادہ مانوس نہ تھیں۔ آج اگر اس مرحوم کے فضائل وکمالات کو پھیلا کر بیان کیا جائے تو یقیناً بہتوں کو مبالغہ کا شک گزرے گا۔ لیکن جن لوگوں کو خوش نصیبی سے ان سے ذاتی نیاز حاصل تھا وہی بدنصیب اندازہ کرسکتے ہیں، کہ ایک ذات کے اٹھ جانے سے امت اسلامیہ کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھو بیٹھی۔ میں مرحوم کو اس زمانہ سے جانتا ہوں جب وہ دارالعلوم ندوہ کی شائد کسی نیچی جماعت میں پڑھتے تھے اور ان کی عمر ۱۵۔ ۱۶ سے زائد نہ تھی۔ تقریر کا شوق انھیں اسی وقت سے تھا اور قیصر باغ لکھنؤ میں جب پہلی بار میں نے ان کی تقریر سنی، اتنی بلند و برتر تھی کہ قدرۃً یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ کسی نے یہ تقریر قلمبند کر کے پیشتر سے حفظ کرادی ہے ورنہ اتنا کمسن طالب علم ایسی برجستہ تقریر کر نہیں سکتا۔ مگر جوں جوں سابقہ بڑھتا گیا یہ بدگمانی دور ہوتی گئی اور اس آئینہ کے اصل جوہر کھلتے گئے۔

ندوہ میں تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک زمانہ تک سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں مدرسۃ الاصلاح میں اتالیقی کے فرائض انجام دیئے مولوی امین احسن اصلاحی جن کے مضامین "سچ" کی پہلی جلدوں میں بہ کثرت شائع ہو چکے ہیں (اسی دور کے شاگرد ہیں) مدرسۃ الاصلاح، اپنے رنگ کی سارے ملک میں بہترین تربیت گاہ ہے۔ سادہ ترین معاشرت کے ساتھ اعلیٰ ترین علم اخلاق سے مسلمانوں کے بچوں کو آراستہ کرنا اس کا مقصد ہے۔ جناب مولانا حمید الدین صاحب مدظلہ، العالی صاحب تفسیر قرآن، نظم القرآن اس کے سرپرست و نگراں اعلیٰ ہیں اور مرحوم ان کے بہترین رفیق و مددگار تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں خصوصاً یتیم اور بے والی و وارث بچوں کو جس شفقت و محبت کے ساتھ مرحوم تربیت دیتے تھے اس کا نمونہ میری نظروں سے کم گزرا ہے۔

غالباً ۱۹۲۰ء میں مولانا ابوالکلام کی طلب پر مرحوم کلکتہ تشریف لے گئے اور وہاں اس اسلامی دارالعلوم میں جو سرکاری امداد سے بے نیاز رہ کر کھولا گیا تھا صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ اس کم عمری میں اتنی بڑی ذمہ داری کے عہدہ پر انتخاب ہو جانا اور پھر اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی انجام دینا۔ مرحوم کی ایک مخصوص فضیلت تھی۔ یہ زمانہ تحریک خلافت و ترک موالات کے شباب کا تھا اور مرحوم نے علاوہ اپنے مشاغل تعلیم و تدریس کے ان اجتماعی و قومی تحریکات میں پوری قوت جوش و سرگرمی کے ساتھ حصہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیا۔ بکثرت تقریریں کیں اور متعدد مضامین مسائل حاضرہ پر سپرد قلم فرمائے۔ ۱۹۲۱ء کی آخری سہ ماہی میں مولانا ابوالکلام آزاد، سر پرستی اور مولانا عبدالرزاق ندوی کی ایڈیٹری میں پیغام نام سے ایک ہفتہ وار کلکتہ سے نکلا۔ مرحوم نے اس کے اوراق پر بارہا ملکی آزادی کے مسئلہ کو شریعت و قرآن پاک کی روشنی میں پیش کیا۔

غالباً شروع ۱۹۲۲ء میں لکھنؤ مستقل طور پر آ گئے اور دارالعلوم ندوہ نے اپنے یہاں ادیب کی خدمت پر انھیں مامور کیا۔ قرآن کا ذوق فطرت میں داخل ہو چکا تھا۔ ہر شاگرد کے ساتھ عزیزوں سے بڑھ کر شفقت تھی۔ متعدد شاگردوں کو ذرہ سے آفتاب بنا دیا۔ دارالعلوم ندوہ کی جو اصلی روح تھی۔ اسے از سر نو زندہ کر دیا اور بہت سے سینوں میں قرآن کی خدمت اور اسلام کی محبت کا سوز پیدا کر دیا۔ لکھنؤ اور جوار لکھنؤ کی ہر اصلاحی تحریک میں خلوص قلب کے ساتھ حصّہ لیتے رہے، تبلیغ، تنظیم، خلافت ندوہ، کانگریس اور ہر تحریک میں جو امت اسلامیہ کے لئے مفید معلوم ہوئی بہ قدر استطاعت پوری سرگرمی کے ساتھ شرکت فرمائی۔ لکھنؤ میں ۱۹۲۴ء کے ہندو مسلم فسادات کے موقع پر اور ۲۵ء میں فتنہ شریفیہ کے وقت خطرے میں پڑ کر انتہائی حق پرستی کا عملی ثبوت دیا۔ ۲۵ء میں جون پور کے ہندو مسلمانوں میں صلح کرائی، مارچ ۲۵ء میں لکھنؤ کے اور نومبر ۲۵ء میں انبالہ کے اجلاس ندوہ میں مقاصد ندوہ پر جو اعلیٰ تقریریں ارشاد کیں وہ گویا اس وقت بھی کانوں میں گونج رہی ہیں۔ انبالہ والی تقریر غالباً زندگی کی سب سے آخری تقریر تھی علالت اس وقت شروع ہو چکی تھی تقریر بہت دیر جاری نہ رکھ سکے تھے۔ اکتوبر ۲۵ء میں رفاہِ عام لکھنؤ میں توفیق شریف کی عربی تقریر کا جس برجستگی و شستگی کے ساتھ اردو ترجمہ کیا۔ اس نے مخالفین تک کو داد دینے پر مجبور کر دیا تھا۔

چند شوریدہ سروں کو اصلاحی پرچہ نکالنے کی ضرورت عرصہ سے محسوس ہو رہی تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۲۴ء کی آخری سہ ماہی میں مولوی ظفر الملک صاحب کی مستعدی سے یہ دشواری ایک بڑی حد تک حل ہوگئی۔ ۲۱ر نومبر ۱۹۲۴ء کو دفتر سچ میں چار شخصوں کی ایک مختصر مجلس میں تمام ابتدائی مراتب طے پا گئے اس مختصر مجلس کے ایک اہم رکن خود مولوی عبدالرحمٰن تھے عام مقاصد سے ہمدردی واتفاق رکھنے والے متعدد احباب تھے لیکن یہ اسی وقت نظر آگیا تھا کہ اکثر عقائد وخیالات کے جزئیات تک میں جو موافقت عبدالرحمٰن کو عبدالماجد کے ساتھ ہے وہ شاید کسی دوسرے عنایت فرما کو حاصل نہیں۔ اور شرکت تحریر میں جو سہولت مرحوم کے ساتھ ہوسکتی تھی اس کی توقع کسی اور سے نہیں، بعد کے تجربے نے اس توقع کو حرف بہ حرف ثابت کردیا ایک سال سے کچھ اوپر کے طویل سابقہ میں مرحوم کے لہجہ تحریر سے صرف ایک بار (جلد اوّل نمبر ۱۵ میں ایک مضمون کے عنوان اور اس کے بعض الفاظ سے متعلق) مجھے اختلاف ہوا اور جب میں نے اپنی اس رائے کو ان پر ظاہر کیا تو اس بے نفسی کے ساتھ جو ان کے بعد میرے لئے اب خواب وخیال ہے انہوں نے بلا تامل وتوقف میری گزارش کو تسلیم فرمالیا۔ سچ میں اپنے مضامین کے ذریعہ سے اسلام واُمّت اسلامیہ کی جو خدمت وہ انجام دیتے رہے اس کی پوری روئداد ناظرین کے سامنے ہے۔

پہلے چند ماہ سے پیروں کے درد میں مبتلا رہنے لگے تھے جسے ہم لوگ وجع مفاصل کے قسم کا کوئی مرض سمجھتے رہے اور چونکہ خود مریض نے اپنے صبر ومتانت کی بنا پر کبھی مرض کی شدت نہیں بیان کی اسی لئے قدرۃً اسے معمولی اور غیر اہم سمجھا گئے۔ علاج کا سلسلہ جاری رہا۔ لکھنؤ اور نگرام (ضلع لکھنؤ) میں متعدد اطبار کے علاج کے بعد برائچ ایک عزیز کے یہاں علاج وتبدیل آب وہوا دونوں کی غرض سے تشریف لے گئے مسہل ہوئے افاقہ محسوس ہوا۔ چنانچہ انکے آخری مکتوب میں انہیں کے قلم سے افاقہ کی خبر پڑھکر سچ (نمبر ۱) میں میں نے انکے متعلق کسی قدر اطمینان بخش نوٹ دیدیا تھا اور ناظرین سے انکی صحت کیلئے دعا چاہی تھی۔ عین اُسی روز جب کہ وہ نوٹ طبع ہوا اسی صبح کو نماز فجر کے فوراً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد خاک کا پُتلہ، مرض وصحت کی کشمکش سے ہمیشہ کے لئے نجات پاکر رفیق اعلیٰ سے جاملا اور اپنے تمام دینی بھائیوں پر بجائے دعاء صحت کے دعائے مغفرت کا حق قائم کرگیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہ رَاجِعُون۔

دوستوں، شاگردوں اور معتقدوں کی جماعت کثیر سے قطع نظر کرکے اپنے خاص عزیزوں میں، مرحوم نے ایک نوجوان بیوہ ایک خوردسال بچّی اور ایک دل شکستہ ماں کو چھوڑا ہے۔ ماں کی سرگزشت خصوصیت کے ساتھ دردناک ہے۔ کم سنی میں بیوہ ہوئیں بجز خوردسال عبدالرّحمان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ساری بیوگی اسی نونہال کے پروان چڑھانے میں بسر کردی یہاں تک کہ مادّی زندگی کا بڑا سہارا ابھی دغا دے گیا۔ ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے بدنصیبی نہیں انتہائی خوش نصیبی ہے سارے سہارے مٹ کر صرف ایک ہی سہارا باقی رہ جائے اور سب سے رشتہ ٹوٹ کر صرف ایک ہی سے رشتہ جڑا رہ جائے۔

حُسن عمل اب بھی مسلمانوں سے بالکل رخصت نہیں ہوگیا ہے۔ سرزمین ہند کے گوشوں اور زاویوں میں ابھی بعض بڑے بڑے زاہدانِ شب بیدار موجود ہیں۔ قومی کام کرنے والوں ہی کی جماعت میں بھی ابھی چند نہایت اور مخلص اور پختہ ایمان جوان مرد زندہ ہیں، لیکن اگر میری دیانت سے یہ سوال کیا جائے کہ اب تک سب سے زیادہ معصومانہ زندگی لغزشوں اور آلائشوں سے پاک زندگی، بچوں کی طرح پاک، اور بے رنگ زندگی کسی کی دیکھی ہے تو اپنی واقفیت وتجربہ کے دائرہ میں بلا تامل، صرف مرحوم عبدالرّحمٰن کا نام پیش کرسکتا ہوں۔ نوجوانی کے باوجود اس قدر صالح وپاکباز رہنا قومی واجتماعی زندگی میں پوری طرح پڑکر بھی اس قدر محتاط وبے لوث رہنا محض عطائے الٰہی ولطف خداوندی کا حیرت انگیز کرشمہ تھا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

وہ صحیح معنوں میں مسلم مومن تھے۔ اسلام کی حقیقت ان کے دل کی گہرائی میں اتری ہوئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ان کی صحبت ان کی تقریروں سے بھی زیادہ موثر ہوتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ پاک پر ہر وقت بھروسہ رہتا تھا۔ ذات مبارک نبوی کے ساتھ دلی شیفتگی تھی۔ جستجو و طلب، صحابہ کرام کے دین فطرت کی تھی۔ متاخرین کے زوائد اور رنگ آمیزیوں سے دلچسپی نہ تھی۔ ملکی و سیاسی آزادی کے لئے بے چین رہتے تھے اس لئے کہ ان کی بصیرت کو قرآن کریم سے اس کے احکام ملتے تھے۔ دینی خدمت کی ہر صنف اور ہر صورت کے لئے ان کی زندگی وقف تھی تقریر و تحریر کے علاوہ اگر کوئی موقع جہاد بالسیف کا آجاتا تو اس میں بھی ان کا قدم کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ جزئیات عقائد میں رواداری خاص مسلک تھا بجائے کسی خاص فرقہ کی جانب زیادہ جھک جانے کے اپنا انتساب محمدؐ رسول اللہ کے لائے "اسلام" ہی کی جانب پسند فرماتے تھے۔ شان رحماء بینہم کو پوری طرح نبھایا عقائد و خیالات میں اپنے سے بڑے سے بڑے مخالف کے لئے ہمیشہ نرم سے نرم تاویل پسند فرمائی۔ ذاتی دشمن ہر شخص کے ہوتے ہیں میرے تجربے میں ان کی شخصیت اس کلیہ سے مستثنیٰ تھی میں نے ان کا کوئی دشمن نہیں دیکھا۔

وہ صحیح معنی میں درویش تھے، گو کبھی اپنی درویشی کی نمائش نہیں کی۔ صبر و ضبط فطرت ثانیہ بن گئے تھے ماسوا سے اتنی بے تعلقی و بے نیازی زندگی کا جزو تھی۔ بڑی سی بڑی ترغیب نے بھی کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں پیدا کی۔ بارہا بڑے بڑے کٹھن وقت پڑے اس کا پتہ خاص خاص دوستوں تک کو نہ چلنے دیا۔ کلکتہ کے زمانہ قیام میں ایک مدت تک معاش کی یہ عسرت رہی کہ گویا نیم فاقہ کشی تھی یہ سارا زمانہ ہنسی خوشی گزار دیا۔ لب کبھی حرف شکایت سے آشنا نہ ہوئے۔

۱۹۲۴ء میں ایک سرکاری یونیورسٹی کی طرف سے علوم اسلامیہ کی پروفیسری کے لئے تحریک ہوئی۔ مشاہرہ جسقدر رندوہ میں پا رہے تھے اس سے بقدر چھ گنے سے زائد تھا۔ شہرت و ناموری وغیرہ اس پر مستزاد۔ اللہ کے اس نیک بندے نے نہ صرف اس دعوت کو مسکرا کر ٹال دیا بلکہ اپنے خاص رفیقوں اور دوستوں سے بھی اس کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ پاک پر ہر وقت بھروسہ رہتا تھا۔ ذات مبارک نبوی کے ساتھ دلی شیفتگی تھی۔ جستجو وطلب، صحابہ کرام کے دین فطرت کی تھی۔ متاخرین کے زوائد اور رنگ آمیزیوں سے دلچسپی نہ تھی۔ ملکی وسیاسی آزادی کے لئے بے چین رہتے تھے اس لئے کہ ان کی بصیرت کو قرآن کریم سے اس کے احکام ملتے تھے۔ دینی خدمت کی ہر صنف اور ہر صورت کے لئے ان کی زندگی وقف تھی تقریر وتحریر کے علاوہ اگر کوئی موقع جہاد بالسیف کا آجاتا تو اس میں بھی ان کا قدم کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ جزئیات عقائد میں رواداری خاص مسلک تھا بجائے کسی خاص فرقہ کی جانب زیادہ جھک جانے کے اپنا انتساب محمدؐ رسول اللہ کے لائے "اسلام" ہی کی جانب پسند فرماتے تھے۔ شان رحماء بینہم کو پوری طرح نبھایا عقائد وخیالات میں اپنے سے بڑے سے بڑے مخالف کے لئے ہمیشہ نرم سے نرم تاویل پسند فرمائی۔ ذاتی دشمن ہر شخص کے ہوتے ہیں میرے تجربے میں ان کی شخصیت اس کلیہ سے مستثنیٰ تھی میں نے ان کا کوئی دشمن نہیں دیکھا۔

وہ صحیح معنی میں درویش تھے، گو کبھی اپنی درویشی کی نمائش نہیں کی۔ صبر وضبط فطرت ثانیہ بن گئے تھے ماسوا سے اتنی بے تعلقی وبے نیازی زندگی کا جزو تھی۔ بڑی سی بڑی ترغیب نے بھی کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں پیدا کی۔ بارہا بڑے بڑے کٹھن وقت پڑے اس کا پتہ خاص خاص دوستوں تک کو نہ چلنے دیا۔ کلکتہ کے زمانہ قیام میں ایک مدت تک معاش کی یہ عسرت رہی کہ گویا نیم فاقہ کشی تھی یہ سارا زمانہ ہنسی خوشی گزار دیا۔ لب کبھی حرف شکایت سے آشنا نہ ہوئے۔

۱۹۲۴ء میں ایک سرکاری یونیورسٹی کی طرف سے علوم اسلامیہ کی پروفیسری کے لئے تحریک ہوئی۔ مشاہرہ جسقدر رندوہ میں پا رہے تھے اس سے بقدر چھ گنے سے زائد تھا۔ شہرت وناموری وغیرہ اس پر مستزاد۔ اللہ کے اس نیک بندے نے نہ صرف اس دعوت کو مسکرا کر ٹال دیا بلکہ اپنے خاص رفیقوں اور دوستوں سے بھی اس کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک نہ کیا! قناعت استغنا ایثار، یہ الفاظ سننے میں بار بار آتے ہیں۔ دیکھنے میں ان کا پورا نمونہ صرف عبدالرحمٰن کی ذات میں آیا تھا۔

وہ صحیح معنی میں متقی تھے۔ زبان، آنکھ، کان اور دل سب کو بدی، بدکاری و بد خیالی سے روکے ہوئے تھے۔ علم و تحمل خیر میں داخل تھا۔ سخت سے اشتعال کے موقع پر بھی برہم نہیں ہوتے تھے۔ اپنے طویل سابقہ میں، غصہ آئے۔ میں نے ایک موقع پر بھی نہیں دیکھا یتیموں پر شفقت، محتاجوں کی خبر گیری، بے کسوں کی امداد کے بغیر زندگی محال تھی۔ انکسار اور فروتنی، ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے مقابلہ میں برتتے تھے۔ بڑوں کے ادب و لحاظ اور چھوٹوں سے محبت و الفت سے کسی گھڑی خالی نہ تھے۔ نفل نمازیں پڑھتے تھے۔ مگر چھپ کر روزے بکثرت رکھتے تھے۔ مگر راز بنا کر بے لوثی اور بے نفسی، انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ خودداری کے جدید مفہوم (خودی، خود بینی و خود نمائی) سے بالکل نا آشنا تھے۔ ساری زندگی اطاعت و عبادت، تقویٰ و طہارت میں گزاری مگر کبھی اپنی مذہبیت، پاکبازی و تقدس کی تجارت نہ کی، قومی و اجتماعی زندگی میں پوری طرح پڑنے کے باوجود بھی کبھی آگے بڑھنے کی اور ابھرنے کی کوشش نہ کی، یہ آزمائش بھی ہر واقف کار پر روشن ہے کہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔

دل کی ان ساری فضیلتوں کے ساتھ دماغ بھی ممتاز لے کر آئے تھے۔ صحیح معنی میں عالم و طالب علم تھے، علمی مصروفیتوں سے ایک لمحہ فرست نہ تھی۔ علوم میں سب سے زیادہ ذوق و دلچسپی کی چیز کسی انسان کی نہیں۔ اللہ کی کتاب حکیم تھی۔ خاص شغف و انہماک اسی مطالعہ میں تھا لیکن اس کے علاوہ بھی سارے دینی و مذہبی ذخیرہ ادبیات پر گہری اور وسیع نظر تھی۔ خدمت دین کے غرض سے انگریزی بھی بقدر ضرورت پڑھی تھی۔ حالات حاضرہ سے پوری طرح باخبر رہنے کے لئے بکثرت، اخبارات و رسائل کا مطالعہ برابر رہتا تھا۔ ذہن میں سلجھاؤ تھا حسن ترتیب، حسن بیاں سلاست زبان ذوق انشار کی شہادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے قلم کی نکلی ہوئی ہر سطر دے رہی ہے۔

الفاظ میں نہیں کہا جا سکتا کہ اس نادر شخصیت اس جامع کمالات، اس حیرت انگیز نمونہ عمل کی وفات سے اُمّت اسلامیہ نے کیا کچھ کھو دیا۔ بہرحال تقدیر الٰہی پوری ہو کر رہی اور بجز صبر و شکر کے اب کسی کے پاس کوئی چارہ کار باقی نہیں۔

پچھلے سال اسی مبارک مہینہ کے آغاز میں مجھے مرض قلب کے متعلق ایک بہت سخت دورہ پڑا تھا معلوم ہوتا تھا کہ حرکت قلب فوراً بند ہوا چاہتی ہے اس وقت میں نے ایک مختصر وصیت نامہ تحریر کیا تھا اس کی دفعہ یہ تھی کہ میری تجہیز و تکفین، نماز جنازہ وغیرہ جہاں تک ممکن ہو (منجملہ اور دو تین صاحبوں کے) مولوی عبدالرحمٰن کے ہاتھوں انجام پائے۔ رفیق اعلیٰ کی رفاقت اعلیٰ کے اختیار کرنے پر حریص عبدالرحمٰن! جس شخص کو تمہارے خلوص تمہاری برگزیدگی تمہارے ایمان پر اس درجہ اعتماد تھا۔ کیا خبر تھی کہ تم اس قدر جلد اسی کے اعتماد کو شکست کر دو گے اور کون کہہ سکتا تھا کہ اُسی بدنصیب کو آہ! تمہاری تعزیت و ماتم میں اشکبار ہونا پڑے گا۔

بیوہ اور مصیبت زدہ ماں کے اکلوتے فرزند عبدالرحمٰن! جس ماں نے اپنی بیوگی اور پھر کم سنی کی بیوگی، تمہیں کو دیکھ دیکھ کر پار کر دی، اور جس نے اپنی ساری خوشیوں اور آرزوؤں حوصلوں اور ارمانوں کا مرکز تمہارے مکھڑے کو رکھا۔ آج اسی دکھیاری کے کلیجہ کے ٹکڑے کس طرح کٹ کٹ کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں! کیا یہ حسرت وہ اپنے ساتھ قبر ہی میں لیجائے گی کہ ایک بار تم اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو آکر پونچھ دو! نوجوانی میں ایک عصمت مآب پردہ نشین کے ہاتھوں کی چوڑیاں ٹھنڈی کر دینے والے عبدالرحمٰن! جس دُلاری کو تم اس کے ماں باپ سے چھڑا کر، وطن سے بے وطن کر کے، اس کے بچپن کی سہیلیوں سے جدا کر کے اس کا ڈولا بڑے شوق و ارمان سے اپنے ہاں لا کر اتارا تھا اور جس کا لباس عُروس ابھی میلا نہیں ہونے پایا تھا اور جس حسرت نصیب کو آخری وقت میں تمہاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت کا موقع بھی نہ مل سکا، آہ آج اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے! کیا اب بجز حشر کے اب تمہارا دیدار اسے نصیب نہ ہوگا؟

معصوم بچی کے معصوم والد عبدالرحمٰن تم تو غیروں کے یتیموں کو اپنی اولاد سے بڑھ کر رکھتے تھے آج خود تمہاری ننھی معصوم تمہارے غم میں کیسا بلک رہی ہے کیا اس کے سر پر اب وہی ہاتھ پھیرے گا جو یتیموں اور غم زدوں، بے کسوں اور بے وارثوں سب کا حقیقی والی و وارث ہے؟

عزیزوں سے بڑھ کر عزیز، مخلصوں سے بڑھ کر مخلص عبدالرحمٰن! اپنے ایک گنہگار شکستہ بھائی کی جانب سے سلام و رحمت، مغفرت و رحمت کی بے گنتی اور دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کا ہدیۂ حقیر قبول کر، تمہاری آنکھوں سے آج پردے اٹھ چکے ہیں۔ لفظ و عبادت سے گزر کر آج تم معنی و حقیقت کے محرم اسرار ہو چکے ہو۔ جمال سرمدی کے لئے بے حجاب نظارہ سے تم آج شاد کام ہوئے، تمہیں ان خوش نصیبوں کا واسطہ اور جس بے نیاز کی حریم ناز میں شرف باریابی حاصل کر چکے ہو اس کی عظمت و کبریائی کا صدقہ کہ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ کے مرتبہ پر فائز ہو کر اور راضیۃ" مرضیۃ" کے خلعت سے سرفراز ہو کر اور لهم ما يشاؤن فيها ولدينا مزيد کے انعامات سے مالا مال ہو کر اپنے گنہگار اور بدنصیب بھائیوں کو بھول نہ جانا اور اللہ کی یکتائی کے زبانی اقرار کرنے والوں کے حقوق کو فراموش نہ کر جانا۔ دنیا نے تمہیں اگر نہیں پہچانا تو معذور تھی۔ اہل دنیا اگر تمہاری قدر و قیمت کا اندازہ نہیں کر سکی تو کچھ ہرج نہیں۔ جس سے تم کو اور ہر نیک و بد کو آخری اور دائمی سابقہ پڑنے والا ہے وہ تو بہرحال بے خبر نہیں۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

تو نظیری فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمنام نامور[1]

سنہ عیسوی کا آغاز تھا، کہ قوم کو ناخدائے قوم، محمّد علی کا داغ سہنا پڑا تھا۔ سنہ عیسوی ختم ہو رہا ہے کہ محمد علی کے دوست و محب عبدالماجد ایوبی یک بیک اور دفعتہً اپنے پست اور ادنیٰ رفیقوں کو چھوڑ چھاڑ کر اس بیوفا دنیا سے منھ موڑ کر "رفیق اعلیٰ" سے جا ملے! سنتے چلے آئے تھے کہ آغاز اور انجام میں ایک رشتہ ہوتا ہے اور "اول باآخر نسبتے دارد" کسے خبر تھی کہ جو سال شروع ہوا تھا وہ ختم بھی یوں ہوگا۔ اور کون کہہ سکتا تھا، کہ ملّت کے حق میں، یہ پرانی ضرب المثل اپنے اس دردناک معنی میں آکر رہے گی۔

شعبان سنہ ۴۹ھ آیا تو ماتم اس کا کرنا پڑا۔ جو تحریک خلافت کا بانی و علم بردار تھا شعبان سنہ ۱۳۵۰ھ کا آیا تو زخم اس کا اٹھانا پڑا جو اس وقت خلافت کمیٹی کا صدر تھا! کہتے

---

[1] سچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ اس ماہ مبارک میں ایک شب مبارک ایسی آتی ہے، جس میں سال بھر کے لئے افراد اقوام کی قسمتوں کا فیصلہ صادر ہوتے ہیں۔ کیا ہم شوربختوں کی قسمت میں، اب لیلتہ البرات کے معنی صرف نالہ و فریاد، یتیمی و بیوگی، حسرت و حرماں، غم و الم، شیون ماتم کے رہ گئے ہیں؟ نہیں شعبان کو تو کسی کے اپنا مہینہ کہہ کر پکارا ہے۔ شعبان شہری کے خلعت سے سرفراز کیا ہے اس سال کے مہینوں سے محبوب تر قرار دیا ہے۔ (کان احب الشہور الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان ابو داؤد) حق ہے کہ اس آقا کے سرفروش غلام اس مہینے کو اپنے لئے اختیار کریں اور اس شمع کے پروانے اپنی اپنی جان کے نذرانے اسی محبوب زمانہ میں لے لے کر آگے بڑھیں!

مرحوم بدایوں کے مشہور و معزز پیرزادوں کے خاندان سے تھے۔ ناز و نعمت میں پرورش پائے ہوئے، ابتدا سے خاصی امیرانہ زندگی کے خوگر، خوش پوشاک، خوش خوراک دو مردوں کو کھلا کر کھانے والے، تحریک خلافت میں شریک ہوتے ہی سارا معیار زندگی بدل دیا اور معاشرت بالکل سادہ بلکہ مفلسانہ کر دی۔ جیل نہیں گئے لیکن جیل پہونچنے کی کوشش میں کوئی کسر بھی نہیں اٹھا رکھی اور ایک عمر کی عادتوں کو دفعتاً ترک کر کے درویشانہ زندگی اختیار کر لینے کا مجاہدہ بھی جیل جانے کے مجاہدے سے کم نہ تھا۔ خلافت جمیعتہ علماء تبلیغ تنظیم مسلم کانفرنس اور آخر میں پھر خلافت جس تحریک میں شریک ہوئے دل و جان شغف و انہماک مستعدی و سرگرمی سے شریک ہوئے، جس کام میں ہاتھ لگایا اسمیں جان ڈالدی۔ زندگی کے آخری ۱۱-۱۲ سال کا ہر گھنٹہ بلکہ کہنا چاہیئے، ہر منٹ قومیات کیلئے وقف تھا۔ سکون و راحت کا کوئی زمانہ نہ تھا۔ مسلسل علالتوں اور پیہم خانگی صدمات کے باوجود، کام کے پیچھے دیوانے تھے اور ایک جگہ بیٹھنا تو جانتے ہی نہ تھے۔ تیز بخار چڑھا ہوا اور حجاز کانفرنس کے اہتمام میں مصروف، سینہ میں درد ہو رہا ہے اور ایمن آباد میں محفل میلاد ڈھائی ڈھائی تین تین گھنٹہ تک بیان کر رہے ہیں۔ شانے میں ورم، ہاتھ جھولے میں پڑا ہوا لیکن یہ کیسے ممکن کہ مجلس تنظیم کی مجلسِ عاملہ میں شرکت نہ ہو؟ والدہ ماجدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزع میں اور مولانا کانپور میں تقریر کر رہے ہیں۔ بہو کی آخری سانسوں کی اطلاع آ رہی ہے۔ اور آپ ہیں کہ دہلی کی جامع مسجد میں خود رو رو کر دوسروں کو بھی رُلا رہے ہیں۔ کل لکھنؤ میں تھے آج کلکتہ پہونچ گئے عید کا چاند لاہور میں دیکھا تھا نماز آکر میرٹھ میں پڑھی۔ صبح پٹنہ میں تھے شام کو معلوم ہوا کہ دکن کے راستہ میں ہیں! عجیب و غریب مستعدی تھی عجیب تر ہمّت و مردانگی!

تحریک خلافت کے کم از کم اپنے صوبے میں تو شاید سب سے بڑے پُرجوش مبلّغ و علمبردار رہے مدتوں صوبہ خلافت کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ جمعیۃ العلماء کے اجلاس اجمیر واقع مارچ ۲۴ء میں جو ہنگامہ خیز تقریر کی تھی اس کی گونج گویا اب تک کانوں میں سمائی ہوئی ہے کانگریس نے بھی ایک زمانہ میں ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اس کی مرکزی کمیٹی کے ممبر تو بہرحال تھے غالباً اُس کی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔ اور تحریک تنظیم ۲۴ء و ۲۵ء والی تو جب تک زندہ رہی بڑی حد تک انہی کے دم سے جیتی رہی۔ مسیح الملک اجمل خاں مرحوم اور رئیس الملّت محمّد علی دونوں ہی سے بڑے گہرے اور مخلصانہ تعلقات تھے شاید انہیں سے ملنے کی جلدی تھی جو وہ مضطرب روح سب کو چھوڑ کر اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئی۔

لکھتے اچھا تھے، متعدد رسائل و مضامین اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ لیکن جیسا لکھتے تھے اس سے کہیں بہتر، بدرجہا بہتر چند در چند بہتر بولتے تھے۔ تقریر اور موثر تقریر ہر موضوع پر کر سکتے تھے اور سیاسی اور عام مذہبی عنوانات پر بھی دلوں کو ہلا دیتے اور مجلس کو لٹا دیتے تھے لیکن اصل ذوق اور فطری شوق کی چیز محفل میلاد تھی۔ حبیب رب العالمین کا ذکر پاک کرنے اٹھتے تو اپنے آپ میں نہ رہتے بلبل کی طرح بولتے اور چہکتے اور شاخ گل کی طرح جھومتے اور لچکتے۔ خطابت لپٹ لپٹ کر بلائیں لیتی اور خوش بیانی مست ہو ہو کر منھ چومتی۔ ایک ایک فقرہ معلوم ہوتا تھا کہ عشق صحبت کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور ایک ایک جملہ، نظر آتا تھا کہ سوز و گداز کے عطر میں بسا نکلتا چلا آ رہا ہے! فصاحت و بلاغت کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دریا تھا کہ اُبلا پڑتا ہے۔ کیا ربیع الاوّل میں جنّت کی حوروں اور آسمان کے فرشتوں کو بھی اس کا شوق ہوا ہے کہ جس کے مرتبہ سے وہ خوب واقف ہیں اس کی نعت ایک خاکی کی زبان سے بھی سنیں؟

ایک زبردست وخوش عقیدہ صوفی تھے فادریّت توحد توغل تک پہونچی ہو۔ ہر بزرگ ایک ادیب شناس، اکابر چشتیہ کے حلقہ بگوش بزرگان دیوبند سے صاف نہ تھے۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ کے پوری طرح معتقد بڑے ذہین، بڑے ذکی شوخ وطباع بڑوں کی عظمت کرنے والے، چھوٹوں پر شفقت کرنے والے، متواضع وخوش اخلاق، فیاض ومہمان نواز سو" وصفوں کا وصف یہ تھا کہ جس سے ملتے کھل کر ملتے، دل سے ملتے، تکبر سے دور، تمکنت سے نفور پہلی ہی ملاقات میں بے تکلف ہو جاتے اور اپنے اعزاز ووقار کی ذرا پروانہ کرتے۔ جسکے دوست ہوگئے آخر تک ساتھ دیا۔ حق بناہ دیا۔ وضعدار ایسے کہ دوستوں اور دوستی کے اوپر سب کچھ قربان کر دیا۔ لڑتے تو معاف کرنے پر تیار ہو جاتے، روٹھتے تو بخشنے میں دیر نہ کرتے۔ دوستوں سے خفا ذرا جلد ہو جاتے خوش جلد تر ہو جاتے، ہمدردی ہر مسلمان کے ساتھ کرتے اور خدمت پر ہر چھوٹے بڑے کی کمر بستہ رہتے۔ لکھنؤ میں ایک مرید کے ہاں شادی کی تقریب تھی خود دوڑ دوڑ کر مہمانوں تک کھانا پہنچاتے اور شیخ ہو کر مریدوں سے بڑھکر کام کرتے تھے۔

مرنے والے، اپنے مالک ومولا کے حضور میں جا اور اپنے ادنیٰ وگمنام ہمنام کا آخری سلام لیتا جا، تو نے اپنے وطن سے دور مسافرت میں موت پائی اور تیرے سچے سردار نے اس موت کو شہادت کی موت فرمایا ہے۔ تیرے نامور آقا نے اپنا سفر آخرت دوشنبہ کی صبح کو اختیار کیا تھا تیرا رخت سفر بھی اس سے کچھ ہی قبل شب دوشنبہ میں بندھا۔ تیری خوش نصیبی میں کسے شبہ؟ لیکن یہ تو تھا کہ دوسروں کے بچوں پر رحیم وشفیق تھا آج خود تیرے کمسن بچوں اور بچیوں کے سر پر ہاتھ کون پھیرے گا؟ تیرا دردمند دل بیوہ کی اعانت کیلئے تڑپ جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ آج خود تیری لُٹی اور اجڑی ہوئی بیوہ کی غمگساری کون کرے گا؟ تو ہر مسلمان کے حق میں قوت بازو تھا آج خود تیرے بھائی کے مجروح دل پر کون مرہم رکھے گا؟ تو قوم کے دھندوں سے کسی وقت خالی نہ تھا اب اس بیڑے کی ناخدائی کون کریگا؟ ہاں وہی کرے گا جو تیری طرح فانی نہیں، باقی ہے، عبد نہیں رب ہے، بے بس نہیں، قادر ہے، جو ہر یتیم کے حق میں باپ سے کہیں بڑھ کر شفیق، ہر بیوہ کے لئے شوہر سے کہیں بڑھکر غم گسار، ہر مسلمان کے لئے بھائی سے کہیں بڑھ کر سامان تقویت اور قوم کے حق میں ہر سردار قوم سے کہیں بڑھ کر ناصر و حافظ ہے، جو ان کا سہارا ہے جن کا کوئی سہارا نہیں اور جو جس خاک کے پتلے سے جب تک جو کام چاہتا ہے لیتا رہتا ہے اور جب چاہتا ہے اپنے حضور میں واپس بلا لیتا ہے، بقا ہے تو اسی کی ذات کو اور دوام ہے تو بس اسی کے نام کو!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سید الطائفہ

مولانا سید سلیمان ندوی[1]

(۱۸۸۵ء - ۱۹۵۳ء)

نومبر ۱۹۱۴ء میں جب مولانا شبلی کا مختصر علالت کے بعد ان کے وطن اعظم گڑھ میں انتقال ہو گیا تو ہم لوگوں کا مختصر سا قافلہ بے سالار رہ گیا۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ سن و سال علم و فضل میں زہد و تقویٰ میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اور اس پر مولانا کے عزیز قریب بھی۔ لیکن اول تو ان کا قیام حیدر آباد میں کشتی درچین و ملاح در فرنگ کا مصداق اور پھر اسی چھوٹی سی ٹولی میں سب دیندار و متقشف ہی نہ تھے بعض بد دین بلکہ بعض مجھ جیسے بے دین بھی شامل تھے۔ انکے ساتھ مولانا فراہیؒ کے نباہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ رہے مولانا ابوالکلام تو ایک وہ بھی صدہا میل کے فاصلہ پر کلکتہ میں اور پھر اسی وقت سو فی صدی سیاسیات میں پھنسے ہوئے۔ ان دونوں ہستیوں کے خارج از بحث ہو جانے کے بعد قرعہ انتخاب سب کا بالاتفاق شبلی کے فاضل ترین و قابل ترین شاگرد سید سلیمان ندوی بہاری کے نام پر پڑا اور جانشینی کا تاج سب نے ہاتھوں ہاتھ انہیں کے سر پر رکھا۔

میکشوں کے سر پہ یارب پیر میخانہ رہے

سلیمان "پیر" ہوں یا نہ ہوں بہر حال "پیر میخانہ" کی صلاحیت سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ پونہ میں سرکاری کالج میں لکچرر تھے، آئندہ ترقیوں اور بیش قرار مشاہرہ کے حقدار تھے۔ سب چھوڑ چھاڑ کر آ گئے اور استاد کے آستانہ پر جم کر بیٹھ گئے۔

---

[1] صدق جدید ۱۸ دسمبر ۱۹۵۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نومبر ۱۴ء کا زمانہ ہے اور اعظم گڑھ کا مقام شہر کی آبادی سے الگ ایک نہایت وسیع احاطہ کے اندر ایک پھوس کے بنگلہ میں ۵۷ سال کی عمر میں ایک مریض اور اپنی عمر سے کہیں زیادہ بوڑھا اور زندگی سے مایوس شدید کرب کی حالت میں تڑپ رہا ہے اور پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنے عزیز شاگرد و تیماردار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ادھ کٹے لفظوں میں کچھ وصیت کر رہا ہے۔ وصیت اپنے مال و جائداد خاندان و اعزہ سے متعلق نہیں دنیا سے رخصت ہوتے دھن کچھ اور ہی سر پر سوار ہے راز کان لگا کر سنئے

"سلیمان ..... سیرت ..... سب کام چھوڑ کر سیرت"

یہ وصیت کرنے والا تھا مشہور فاضل اور اردو کا نامور ادیب و اہل قلم شبلی نعمانی جس کو آخر میں کئی سال سے لگن تھی تو ایک اعلیٰ سیرۃ نبوی کی اور وصیت سننے والا تھا اسی استاد کا ہونہار ترین شاگرد سید سلیمان، سلیمان اس وقت جوان تھے کوئی ۲۹۔۳۰ سال کی عمر کے اور کس جوان کے دل میں دنیوی ترقیوں کے ارمان اور مالی خوشحالی کے حوصلے نہیں ہوتے؟ مرنے والے کی وصیت کو سنا ظاہری کانوں سے نہیں گوش دل سے سنا اور تعمیل اسی طرح کی کہ شاید استاد مرحوم خود بھی اسی طرح تعمیل نہ کر پاتے، رفیقوں جلیسوں نے سید الطائفہ کہہ کر پکارا اور خانقاہ شبلی کے اس جنید پر لقب پوری طرح چھا کر رہ گیا۔

سیرۃ النبی (جلد اول تا ششم) کے اس ضخیم و عظیم الشان کارنامہ کی مثال اردو یا کسی اور زبان میں تو کیا ہوتی عربی میں بھی ملنا مشکل ہی ہے۔ مولانا شبلی بیچارہ تو صرف اس کے ابتدائی حصے لکھ سکے تھے اور نظر ثانی ابھی اس کی باقی تھی۔ سیرۃ کا یہ کارنامہ کہنا چاہیئے کہ سلیمانی ہی کارنامہ ہے اور شبلی کا نام بہ طور تبرک ہی کے شامل ہے۔ سلیمان کا یہی کارنامہ انہیں سلیمان اعظم بنا دینے کیلئے کافی ہے زندگی بھر وہ کچھ اور نہ کرتے اور یہی اپنی یادگار چھوڑ جاتے۔ جب بھی ان کا نام نامی رہتی دنیا تک روشن رہتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول کریمؐ کے ممتاز سیرۃ نگاروں کی صف اول میں انہیں جگہ ملتی اور حشر میں اپنے جدّ اعلیٰ کے نگاہ کرم و شفقت کے روبرو سہیلی اور قسطلانی اور زرقانی کے زمرہ میں وہ بھی محشور ہوتے لیکن سیرۃ النبی کے جلو میں تو ایک پورا لشکر ہی ہے۔ رحمت عالم اور ارض القرآن سیرت عائشہ اور خطبات مدارس، نقوش سلیمانی اور خیام عرب و ہند کے تعلقات حیات شبلی، لغات جدیدہ اور عربوں کا فن جہاز رانی۔ چھوٹی بڑی، نئی پرانی، دینی علمی، ادبی درجنوں کتابوں کے مصنف اور بے شمار مقالات کے راقم کو کوئی اردو خواں بھلانا چاہے بھی تو کیسے بھلا سکتا ہے۔

اپنی چالیس سالہ تصنیفی زندگی میں ادب صالح سے اردو کے ذخیرہ کو جتنا مالا مال اس مرنے والے نے کیا ہے اس سے بڑھ کر اور کون کر سکا ہے؟

شبلی منزل کا لب مرگ مکین دیکھ رہا تھا کہ بات بگڑی جا رہی ہے۔ کام کے ساتھ ساتھ کام کی حسرتوں کا ایک انبار اپنے پیچھے چھوڑے جا رہا ہے۔ سعادت مند شاگرد نے گرتا ہوا محل تھام لیا۔ جو بات بگڑ چلی تھی دم کے دم میں بنالی۔ کام کرنے والوں کے ایک نظام دار المصنفین کا تو خاکہ ہی خاکہ اُستاد مرحوم کے ذہن میں تھا حوصلہ ہی حوصلہ تھا اور کاغذ پر ابھی نقشہ ہی تیار ہو پایا تھا۔ عمارت ساری کی ساری تو سلیمان ندوی ہی نے تیار کر دی اور اپنے ندوی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ ۱۹۱۵ء ہی سے دار المصنفین کا باقاعدہ ادارہ قائم کر دیا اور الندوہ کا جانشین نہیں نعم البدل معارف کے نام سے جاری کر دیا ادارہ اور رسالہ نے ۳۵-۳۶ سال کے عرصہ میں جو کچھ کر دکھایا اس کا تعلق ماضی سے نہیں حال سے ہے خبر سے نہیں مشاہدے سے ہے شنید سے نہیں دید سے ہے۔ اسلامی ادبیات کے اتنے ذخیرۂ عظیم کی سعادت اسی خوش نصیب کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔

سنہ ۲۰ء سے جنگ عظیم اول کے خاتمہ کے بعد علمبرداران امن کی پوری یورش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپریل ۲۶ء ہے حجاز سے شریفی خاندان کی حکومت ختم ہوئے عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اب تسلط سلطان عبدالعزیز ابن سعود کا ہے۔ ہندوستان کی خلافت کمیٹی سے ان کے بڑے بڑے وعدے تھے لیکن اب ان کے ایفاء کا امکان دُور ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک خاص جوش و ہیجان سارے ملک میں پیدا کر دیا تھا۔ بہرحال وہاں ایک عالم اسلامی کی موتمر یا کانفرنس منعقد ہو رہی تھی اور اس میں شرکت کی دعوت خلافت کمیٹی کو بھی موصول ہو چکی تھی۔ وفد میں انتخاب علی برادران اور شعیب قریشی کا ہوا۔ اور اب گفتگو یہ تھی کہ رئیس وفد کون ہو؟ حکیم اجمل خاں مرحوم نے اٹھ کر نام سید صاحب کا پیش کر دیا اور معاً ساری گفتگو ختم تھی ان سے بہتر رئیس وفد حجاز اور ہو کون سکتا تھا۔ عربی میں آزادی اور پوری قوت کے ساتھ کیا گفتگو اور کیا تقریر اور پھر دینی مسائل پر ان سے بہتر اور کون کر سکتا تھا؟ پھر یہ سفر بھی ان کے لئے نیا نہ تھا۔ دو ایک سال قبل جب شریفی، سعودی تصادم شباب پر تھا۔ جب بھی تو وہ وفد خلافت ہی کے رکن کی حیثیت سے جا چکے تھے

آخر آخر میں تصوف بہت غالب آ گیا تھا۔ حکیم الاُمت و امام طریقت تھانویؒ کا آخری زمانہ تھا کہ ان سے عقیدت پیدا ہوئی اور والہانہ حد تک پہنچ گئی۔ بیعت ہوئے اور مرشد انور میں ایسا جذب ہوئے کہ ایک لفظ فنا فی الشیخ جو مدت سے سننے میں آ رہا تھا۔ اس کا عملی نمونہ پیش کر دیا۔ تصنیفی تحریری، تقریری یہ سارے ذوق کم ہوتے گئے اور اسی نسبت سے وقت اور اوراد و اذکار کی نذر ہونے لگا۔ نیند طبعی طور پر زائد تھی لیکن ہم بے تکلف قدیم نیازمندوں کو دیکھ کر حیرت ہو گئی اور اسی سن کو پہنچ کر اس پر پوری طرح قابو پا لیا اور شب بیداری کوئی بات ہی نہ رہ گئی۔ خدا ترسی نرم مزاجی تواضع، فروتنی پہلے ہی سے تھی اور مروت کے تو گویا پتلے ہی تھے۔ تصوف کے اثر نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا آخر عمر میں صدمات بھی کچھ ایسے برابر پہونچتے رہے جن کا مقصود تکوینی انانیت شکنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نفس میں شکستگی تضرع وابتہال کی کیفیت پیدا کر دیتا تھا اور اس پر حیرت ذرا بھی نہ کیجئے کہ رسولؐ کا یہ سیرت نگار اور دین کا دیرینہ خادم جب ۶۸ سال کی عمر میں ۲۲ر نومبر ۵۳ء کو اپنے وطن حقیقی کو روانہ ہوا ہے تو نماز مغرب پڑھے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی اور عالم ناسوت میں جو بالکل آخری عمل، قصد و اختیار سے ہوش و حواس میں صادر ہوا ہے وہ عمل نماز ہی تھا۔

مفتی صاحبؒ[1]

دہلی کی خبر ہے کہ عین جس وقت سال عیسوی رخصت ہو رہا تھا۔ ۳۱ر دسمبر اور یکم جنوری کی درمیانی شب میں (شب پنجشنبہ) کو مفتی صاحب نے رحلت فرمائی۔ انا للہ کون مفتی صاحب؟ مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیۃ العلماء... آج سے ۲۵، ۳۰ سال قبل جب خلافت کمیٹی کا دور عروج تھا۔ مطلق مفتی صاحب شریعت ہوتے تھے۔ نام لینے کی حاجت بھی نہ تھی اور اس کے بعد بھی مدتوں یہی حال رہا۔

علالت اور نازک حالت کی خبریں ہفتوں سے آ رہی تھیں اس لئے دل سے آخری خبر سننے کے لئے بھی تیار تھا لیکن اس تیاری سے بھی واقعہ کی اہمیت اور صدمہ کی شدت میں کوئی کمی نہیں ہو جاتی۔ فقیہ آج ہر وہ شخص سمجھا جاتا جسے عالمگیری شامی وغیرہ کے جزئیات حفظ ہوں، مفتی صاحب مرحوم اس عامیانہ مفہوم میں نہیں بلکہ واقعتہً فقیہ تھے یعنی شریعت

[1] منقول از صدق ۹ر جنوری ۱۹۵۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بڑے چھوٹے ہر مسئلہ میں تفقہ سے کام لینے والے، اور ان کی ذہانت ایسی تھی جیسے امام ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد رشید کی ہونا چاہیئے۔ باریک مسائل کی تہ تک وہ بات کی بات میں پہنچ جاتے۔ خلافت کمیٹی مرکزی کے جلسوں میں بارہا یہ نظارہ دیکھنے میں آیا کہ کسی مسئلہ میں شدید اختلاف ہے اور دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف بری طرح الجھے ہوتے ہیں کہ مفتی صاحب نے ادھر توجہ فرمائی اور چند منٹ کے اندر ایسا آسان حل نکال دیا کہ جس پر فریقین بہ خوشی متحد ہو گئے اور اُن کے رسالہ تعلیم الاسلام کے نام سے گو بہ ظاہر صرف مبتدیوں کے لئے ہیں لیکن درحقیقت منتہیوں سب کے کام ہیں۔ ایک بڑی بات یہ تھی کہ باوجود پختہ نیشنلسٹ اور قوم پرور ہونے کے وہ اپنی اسلامیت اور اپنے عقائد میں بھی متشدد آخر تک رہے یہ نہ ہونے پایا کہ سیاست کی رو میں بہہ کر اپنے مقتضیات و مطالبات ایمانی میں کسی قسم کا ڈھیلا پن آجانے دیا ہو اور وصف ایسا ہے کہ جو ان کے معاصرین میں کمتر ہی کسی میں پایا جاتا ہے، جوش اور ہوش، غیرت ایمانی اور فہم و فراست و تدبر کا اتنا خوش گوار امتزاج بھی نادراً ہی کہیں دیکھنے میں آیا ہے، تواضع و انکسار، خوش خلقی، مہمان نوازی وغیرہ کے اوصاف حسنہ اس پر مستزاد حالات سے بد دل ہو کر ایک عرصہ سے گوشہ نشین ہو گئے تھے عمر ۷۵ اور ۸۰ کے درمیان تھی بحیثیت مجموعی اپنے کمالات کے لحاظ سے اپنی نظیر بس آپ تھے۔ اللہ بلند سے بلند مراتب سے سرفراز فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محقق گیلانیؒ[1]

جو کل تک ہر غمزدہ کے لئے مجسم تسکین و تشفی تھا، آج خود اس کے غم میں کون اور کس کس کو تسلی دے؟ جو کل تک ہمہ تازگی و زندگی، ہمہ جودت و ذہانت تھا، کس طرح یقین آئے کہ آج اس کا جسم خاکی زیر زمین پہنچ چکا ہے؟

فاضل گرامی حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی (آہ کہ ان کے نام کے ساتھ بجائے مدظلہ العالیٰ کے آج کس طرح مرحوم یا نور اللہ مرقدہ، یا رحمۃ اللہ علیہ لکھا جائے۔ گویا زبان و قلم کچھ روز بعد اسی کے عادی ہو جائیں گے) دور حاضر کے طبقۂ علماء کے خواص میں نہیں۔ اخص الخواص میں تھے، بلکہ کہنا چاہئے تھا کہ اپنی دقتِ نظر و نکتہ رسی کے لحاظ سے فرد فرید اور اپنی نظیر بس آپ ہی تھے۔ جامعہ عثمانیہ میں صدر شعبۂ دینیات و شیخ الحدیث سالہا سال رہے اور نظر جیسی حدیث پر تھی ویسی ہی قرآن مجید، فقہ، اصول فقہ، کلام تصوّف اور معقولات پر بھی تھی۔ عقائد اہل سُنّت میں پختگی دیوبندی تعلیم و تربیت کی کھلی ہوئی برکت تھی پھر جامع عثمانیہ میں بحیثیت استاد کے برسوں جوانگیزی خواں طلبہ اور اعلیٰ ڈگریاں رکھنے والے استادوں سے یکجائی رہی۔ اس نے علوم جدیدہ اور مسائل حاضرہ سے بھی انھیں پوری طرح باخبر کر دیا تھا اور خیالات میں وسعت اور رواداری اس کا قدرتی نتیجہ تھی۔ خوش عقیدگی اور روشن خیالی، رسوخ فی الدین اور رواداری کی ایسی جامعیت کی نظیر کہیں اور

---

[1] (۱۸۹۲ء تا ۱۹۵۶ء بمطابق ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۷۵ھ) صدق جدید ۱۹۵۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاید ہی مل سکے۔

مولانا بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، معقولی اور صوفی صافی تھے۔ تاریخی مطالعہ کی وسعت وکثرت نے انہیں مورّخ بھی بنا دیا تھا۔ طلبہ اور اونچے یونیورسٹی طلبہ کے حق میں بہترین معلّم تھے اور ایک بہترین مقرر وخوش بیان خطیب بھی تھے۔ انبالہ کے ایک اجلاس ندوہ ۱۹۳۶ء میں میں نے دیکھا کہ گو بولنے والے اور بھی اچھے اچھے علماء موجود تھے لیکن پبلک کی طرف سے بار بار مطالبہ جن بزرگ کی تقریر کے لئے ہوتا وہ بعد مولٰنا عطاء اللہ شاہ بخاری کے یہی مولٰنا گیلانی تھے۔ قوت تحریر کا جو ملکہ مولٰنا کو حاصل تھا۔ اس سے ناظرین صدق ناآشنا نہیں۔ ایک خاص طرزِ انشاء کے مالک تھے اور اسمیں کسی کے مقلد نہیں خود اسکے موجد تھے تحریر کا سب سے بڑا وصف بے ساختگی وبرجستگی تھی جب اور جس موضوع پر قلم اٹھایا بس لکھتے ہی چلے گئے۔ جو عنوان دوسروں کو پامال نظر آتے تھے ان میں بھی وہ نئے نئے نکتوں کے انبار لگا دیتے جاتے۔ خشکی ان کا قلم جانتا ہی نہ تھا تحریر کی سطر سطر جاندار ہوتی۔

مسلک میں دیوبندی ہونے کے باوجود بڑے بڑے ندویوں سے بڑھ کر روشن خیال تھے اور "جدت وجدیدیت" سے بیزار ومتنفر نہیں بلکہ اس کے مراد منشا سے واقف تھے اور ہر تازہ فتنہ کی گہری جڑوں پر پوری نظر رکھنے والے تھے۔ حمایت ونصرتِ اسلام میں ہزارہا ہزار

صفحہ لکھ ڈالے، اسلامی معاشیات، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، النبی الخاتم تدوین قرآن، تدوین حدیث، تدوین فقہ، ظہور نور، ابوذر غفاری، سوانح قاسمی وغیرہ کے علاوہ محض مضامین ومقالات ہی کی ضخامت ہزارہا صفحات تک پہونچے گی۔ کاش مولٰنا کے کوئی سعید شاگرد وقت نکال کر ان متفرق ومنتشر اجزا کو یکجا ومرتب کرنے کی زحمت گوارا فرماتے! شاگردوں کا ذکر آگیا تو یہ بھی سن رکھنے اور خوش ہونے کی بات ہے کہ مولانا اپنے ایک نہیں متعدد شاگردوں میں دینی وعلمی ذوق کی روح پوری طرح پھونک گئے ہیں اور لوگوں نے جو اہم دینی خدمات علمی رنگ میں کی ہیں ان کے اجر کے بھی بڑے حقدار خود مولانا ہی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض کتابوں کے ناتمام رہ جانے کا افسوس خصوصیت کے ساتھ ہے مثلاً "تدوین حدیث" جو تاریخ حدیث پر تھی۔ وہ اگر مکمل ہو جاتی تو منکرین حدیث کے شبہات کا بہترین مدلل وشافی جواب تھی۔ متعدد اور عنوانات بھی مولانا کے ذہن میں تھے سب کے سب اہم اور ضروری حضرت آخر وقت تک طالب علم ہی رہے۔ آخری خطوط جو وفات سے چند ہی روز قبل موصول ہوئے علمی سوالات، علمی مسائل اور اشکالات کے علمی جوابات سے بھرے ہوئے ہیں۔

مزاج میں انتہائی سادگی اور بے تکلفی تھی۔ اپنی بڑائی اور اپنے کمالات کا شاید انہیں وسوسہ بھی کہیں نہیں پیدا ہوا۔ اپنے سے چھوٹوں اور کہیں چھوٹوں کی بات کو اس التفات سے سنتے کہ وہ گویا ان کے ہمسر ہیں بلکہ بعض وقت تو اپنے چھوٹوں کو اتنا بڑھاتے، کہ وہ بیچارے خود اپنے متعلق بڑی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے۔ بے تکلّف و بے ساختہ طرز انشا اور بے تصنع و پرجوش رنگ تقریر دونوں اس سرشت وطینت کے پرتو تھے تحریر و تقریر دونوں میں بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریا اُبلا پڑ رہا ہے!

طبیعت کے لحاظ سے اتنے وارستہ تھے کہ کھانے کو جو کچھ مل گیا بس اسی کو نعمت سمجھے۔ پہننے کو جو کچھ ملا، خوش ہو کر پہن لیا۔ رہنے سہنے کا جو ادنیٰ سا ادنیٰ معیار بھی وقت کے ساتھ نصیب ہو گیا۔ اسی میں مگن زندگی گزار دی۔ ایک زمانہ میں موٹر بھی رکھا۔ لیکن ان کے لئے موٹر اور اکہّ اور جھٹکا اور پیدل سب برابر ہی تھے۔ بڑے رقیق القلب، بڑے رحم دل، بڑے نرم مزاج تھے، دوسرے سے اپنی بات منوانے کے فن سے واقف ہی نہ تھے۔ کسی ادنیٰ شخص کی بھی ناخوشی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اسے آزردہ دیکھ کر بلا وجہ اور خواہ مخواہ بھی اپنی غلطی تسلیم کرنے اور اسے منانے میں لگ جاتے۔

دوسروں کی امداد کا حوالہ دینے میں ذرا بھی بخل اور تنگ نظر نہ تھے۔ ہر ادنیٰ امداد کا حوالہ بھی بڑی فیاضی اور خوش دلی سے دیتے اور اس کی تو میں شہادت آج اس دنیا میں بھی دیتا ہوں اور کل انشاء اللہ حشر میں بھی دوں گا کہ اپنی ۳۶-۳۷ سال کے تعلق وارتباط کی لمبی مدت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ایک بار بھی اپنی بڑائی کا کوئی کلمہ ان کی زبان سے سننے میں نہ آیا۔ یہ سارے اوصاف معمولی نہیں غیر معمولی ہیں۔

تصوف کے بڑے جاننے والوں میں سے تھے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے عقیدت خصوصی بھی رکھتے تھے اور مناسبت طبعی و روحانی بھی، باوجود اس کے رسوم خانقاہی اور بدعات مشائخ کے ذرا بھی قائل نہ تھے اور وہم پرستیوں اور ضعیف الاعتقادیوں کے نزدیک بھی نہیں گئے تھے۔ اکبر کی زبان میں ؎

قائل میں تصوّف کا ہوں اکبر لیکن
اَرواح پرستی کو تصوّف نہیں کہتے

ضابطہ سے بیعت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے تھی۔ اور طبیعت پر مذاق توحید تمامتر غالب تھا۔ نماز میں قرآن مجید اس خوش الحانی اور درد و تاثر سے پڑھتے کہ جی چاہتا گھنٹوں اسے سنتے رہیے۔

میرے ہم سن تھے اور حضرت تھانویؒ اور مولانا محمد علیؒ کی وفات کے بعد اب ملّت کی زندہ ہستیوں میں انہیں کی ذات میرے لئے محبوب ترین تھی ہم سن کی وفات نے میرے لئے بھی قریب موت کی ایک اور گھنٹی بجادی ہے اور محبوب کے سفر آخرت نے میرے لئے بھی اس منزل مقصود میں ایک اور کشش و دلکشی پیدا کر دی ہے!

صحت ادھر عرصہ سے بہت گر گئی تھی پھر بھی اتنی جلدی وقت موعود آجانے کا اہل غفلت کو خیال بھی نہ تھا۔ شوق لقاء رب پوری طرح رکھتے تھے جیسا کہ ایک درویش عارف کو رکھنا ہی چاہیئے تھا اور جہاں تک دماغی قوت کے بس میں ہے خدا جانے کتنے اسرار غیب حل بھی کر چکے تھے۔ اصل حقائق کا انکشاف اب ہوا۔ اور اس وقت انشاء اللہ پوری طرح ابدی لذتوں اور سرمدی راحتوں کی آغوش میں ہوں گے۔ ابھی چند ہی سال کی بات ہے کہ جب گیلانی مولانا سے ملنے جانا ہوا تھا اور ایک بار دفعتہً زور سا چکر سا آگیا تھا۔ اضطراراً میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مولانا کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور دل نے "آنا" "فانا" خوشی اس کی محسوس کی تھی کہ اب نماز جنازہ مولانا ہی پڑھائیں گے۔ مشیت کو یہ منظور نہ ہوا اور اب لو اس کی لگی ہوئی ہے کہ جس وقت اپنا وقت موعود آئے گا (جو یقیناً اب دور نہیں) تو اپنے مالک مولیٰ سے اپنے ایک قدیم تباہ کار رفیق و نیاز مند کی شفاعت میں اصرار و مبالغہ کرنے والوں میں ایک نمایاں و ممتاز شخصیت مولانا ہی کی ہوگی۔ رخصت اے امام المسلمین، عارضی طور پر رخصت انشاء اللہ لنا ولکم العافیۃ وانشاء اللہ بکم لاحقون۔

مضمون ختم ہو چکا تھا کہ مرحوم کے چھوٹے بھائی کا خط موصول ہوا کہ "آج صبح بعد نماز بھائی صاحب بستر پر لیٹے ہی تھے اور میں بھی بغل کے پلنگ پر تھا کہ اچانک روح پرواز کر گئی۔ رات اس قدر خوش اور بشاش تھے کہ میں نے زندگی بھر اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔ خوب خوب گایا اور گویا رقص کیا جب میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ بعد نماز فجر یہ حادثہ پیش آگیا۔"

جو دوسروں کو جنت و رحمت کی بشارتیں سناتا رہتا اور بقول شخصے مغفرت کے پروانے تقسیم کرتا رہتا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ خود اس کا انجام کتنا طرب آمیز ہوا! ناسوت کی آخری رات اس کے لئے "شب برات" تھی وعدہ وصال کے قرب نے اسے رات بھر بیخود رکھا اور نمازِ فجر کے بعد بلاوا آیا تو پاس ہی لیٹے ہوئے بھائی کو "سکرات" کا پتہ نہ چلنے پایا۔ "والناشطات نشطاً" کے وعدہ کا تحقق اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا صدر یار جنگ[1]

نام نامی پر نظر سب سے پہلے اُس وقت پڑی، جب اپنا زمانۂ اسکولی طالب علمی کا تھا اور مولانا شیروانی ایک نامور پختہ کار اہل قلم اپنی جوانی کی آخری منزلوں میں تھے۔ اور علیگڈھ منتھلی کے مضمون نگار تھے یہ ذکر کوئی ۱۹۰۵ء کا ہے۔ چند ہی روز میں دیکھا کہ اسم گرامی الندوہ (لکھنؤ) کے سرورق پر شریک ادارات کی حیثیت سے ہر مہینے چھپ رہا ہے ایک ایڈیٹر تو مولانا شبلی نعمانی تھے اور دوسرے اُنکے حبیب اور ہم قافیہ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی۔ الندوہ میں شیروانی صاحب نے لکھا یا تو برائے نام ہی۔ لیکن بحیثیت ایڈیٹر کے نام برسوں چھپتا رہا۔ کچھ ہم رنگی اس باب میں مولانا شرر (مرحوم) سے مل رہی کہ تخلص انکا بچہ بچہ کی زبان پر، لیکن شاعری کا نمونہ دیکھنا چاہیئے تو کسی "ریسرچ اسکالر" کی دستگیری کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ مضمون شاید چند سال کی مدت ادارت میں ایک ہی لکھا "حیات خضر" دو نمبروں میں باقی انکے نام کا تلازم مولانا شبلی کے نام کے ساتھ ذہن میں خوب جم گیا! دو چار سال اور گذرے اور اب کالج کی طالب علمی کے زمانے میں جب تقریباً روزانہ حاضری مولانا شبلی کی خدمت میں رہنے لگی تو معلوم ہوا کہ کم از کم جہاں تک معاملات ندوہ کا تعلق ہے خان شیروانی اور شیخ نعمانی کے درمیان چولی دامن کا سا تعلق ہے، ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم، علی گڈھ

---

[1] منقول از صدق جدید ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اعظم گڈھ کے درمیان ایک اور وجہ ارتباط، ایک اور رشتہ توافق و اتحاد!

زیارت سب سے پہلے ندوہ کے جلسۂ نظامیہ میں ہوئی سنہ غالباً ۱۹۱۱ء تھا ارکان میں دو پارٹیاں تھیں (اور مسلمانوں کی کس انجمن یا ادارہ میں پارٹیاں نہیں، ایک فریق کے لیڈر مولانا شبلی تھے اور دوسرے کے قادری شاہ سلیمان پھلواری اور مولانا خلیل الرحمٰن سہارن پوری۔ ہم لوگ کالج کے چند لڑکے بھی تماشائیوں میں شریک کہ اگر کسی موقع پر پبلک کی مدد کی ضرورت پڑی پبلک کے نمائندہ بن کر مولانا شبلی کو کمک پہونچائی جائے گی۔ فلاں صاحب آئے اور فلاں صاحب آئے۔ اپنے لئے فخر کا یہ موقع کب کم تھا کہ ایسے معزز جلسے میں بیٹھنے کو مل گیا۔ تماشائی ہی کی حیثیت سے سہی! یہاں تک کہ مولانا شیروانی آگئے۔ حسنِ مردانہ کا نمونہ، چہرہ پر شرافت برستی ہوئی، متانت بلائیں لیتی ہوئی، مشہور یہ تھا کہ یہ زبردست "شبلوی" ہیں، دیکھنے میں یہ آیا کہ یہ اپنا دامن حریفانہ آلودگی سے بچائے ہوئے نہ گفتگو میں گرمی، نہ لہجہ میں درشتی، ایک پیکر علم و آتشی، سنہ غالباً ۱۹۱۵ء تھا کہ اپنی ایک لغوسی کتاب لغو تواب کہہ رہا ہوں اس وقت تو وجہ نازش تھی، فلسفہ اجتماع کا مقدمہ الناظر میں نکلا اس میں دہلی کے ایک واقعہ سے متعلق مولانا شبلی پر تعریض تھی، اسکی تردید اور صفائی میں بطور شاہد عینی کے شیروانی صاحب کا مضمون الناظر کے دوسرے ہی نمبر میں موجود لیکن تردید میں نہ تلخی اور نہ تعریض، بس صاف اور سادہ بیان واقعہ، سیرت کی شرافت کا اثر چہرہ پر نمایاں نہ تھا قلم بھی اسی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔

۱۹۱۸ء کی شاید جولائی کا مہینہ تھا کہ شیروانی صاحب حیدر آباد صدر الصدور امور مذہبی ہو کر نئے نئے پہنچے۔ ان کی مذہبیت اور گہری دینداری کا ڈنکا بجا ہوا۔ میں اپنی زندگی کے اس دور میں الحاد و بے دینی کیلئے بجا طور پر رسوا و بدنام، اور میں اسی زمانہ میں ایک کتاب کے سلسلے میں خاص طور پر حیدر آباد مسلم پریس کی زد میں آیا ہوا، شیروانی صاحب عہدہ کے لحاظ سے بھی مجھ سے کہیں اونچے مرتبہ پر، پہلی بار حاضری کی نوبت اتنے مخالف حالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یں! ڈوب گیا تو ڈرتے ڈرتے، لیکن پہلی ہی ملاقات میں معلوم ہوگیا کہ ڈر بے محل اور اندیشہ بے جا تھا۔ خوب ملے اور اس کا سایہ ہی نہیں پڑنے دیا کہ میری بدمذہبی اور بدعقیدگی ان کی شفقتوں اور عنایتوں کی راہ میں حائل ہو رہی ہے، اپنا رہنا اس کے بعد کچھ ہی دن اور حیدرآباد میں رہا۔ شیروانی صاحب کی فرض شناسی دیانت، بے لوثی، مستعدی اور کار گزاری کے چرچے سن سن کر جی خوش ہوتا رہا۔

اگست میں رخصت پر لکھنؤ آیا اور یہاں سے استعفا لکھ کر بھیجا۔ بے کاری کو ابھی آٹھ نو مہینے ہوئے تھے کہ اپریل یا مئی میں سر امین جنگ مرحوم (صدر المہام بیش گاہ مبارک) کا تار پہنچا کہ اعلیٰ حضرت نے یاد فرمایا ہے فوراً آجاؤ، گیا اسٹیشن پر ہی حکمنامہ ملا کہ قیام سرکاری طور پر صدر الصدور امور مذہبی کے یہاں رہیگا، جانا اور رہنا پڑا۔ ۴-۵ روز کے قیام میں مولانا کو خوب قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ انکی صحیح مذہبیت (جس میں تعصب اور نفرت کا شائبہ نہ تھا) دینی پختگی (جو کرختگی سے ناآشنا تھی) معتدل اور متوازن خوش اخلاقی، مہمان نوازی، ایک مرتب نظام اوقات کی پابندی، جدید اور قدیم رنگ کی خوشگوار آمیزش، لباس و طرز معاشرت کی نفاست، وضعداری ایک ایک چیز کا مشاہدہ ہوگیا اور ایک ایک چیز دل میں اتر گئی۔

اعلیحضرت کے یہاں باریابی اور میرے لئے ماہوار تصنیفی وظیفہ کی منظوری کے سارے مرحلوں میں مرحوم جس شفقت اور اخلاص کے ساتھ قدم قدم پر رہنمائی فرماتے رہے اس کا نقش آج تک دل پر تازہ ہے۔ اب تعلقات بڑھے اور مراسلت خاصی کثرت سے رہنے لگی اور ذاتی، قومی، ملّی، دینی سب ہی مسئلے موضوع گفتگو رہے اور ملاقاتیں کبھی لکھنؤ میں ہوتی رہیں کبھی علی گڈھ میں اور کبھی حیدرآباد میں ہی۔ مرحوم کو ندوہ کے ساتھ شغف اس کے رکن کیا معنی رکن اعلیٰ تھے۔ پابندی کے ساتھ اس کے ہر جلسہ میں شریک ہوتے۔ علی گڈھ سے سفر کر کے لکھنؤ آتے اور ہمیشہ اپنے محب خصوصی منشی احتشام علی علوی کاکوروی مرحوم کے یہاں ان کی خیالی گنج والی کوٹھی میں ٹھہرتے جب تک سفر کی قوت ذرا بھی باقی رہی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس معمول میں فرق نہ آنے پایا۔ اور علی گڈھ تو گویا ان کا گھر ہی تھا یونیورسٹی لی رٹ کی ہر میٹنگ میں التزام کے ساتھ کیوں نہ آتے۔

مسلم یونیورسٹی میں وائس چانسلر طوعاً و کرہاً ہر تھوڑی مدت کے بعد بدلتے رہے ہیں ابھی مہاراجہ محمود آباد اس عہدہ پر ہیں، تو ابھی صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی کل سر سلیمان کا تخت اتر رہا ہے تو آج سر راس مسعود کے ورود مسعود کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ابھی نواب مزمل اللہ خان کا طوطی بول رہا ہے تو ابھی سر ضیاء الدین کا ستارۂ اقبال عروج پر ہے۔ ابھی نواب اسمٰعیل خاں ہاتھوں ہاتھ لائے جا رہے ہیں تو ابھی ڈاکٹر ذاکر حسین خاں پیشوائی کیلئے فرش بچھ رہے ہیں، کورٹ کے ممبر کچھ ان کے ساتھ کچھ اُن کے ساتھ کچھ "ان" اور کچھ "ان" دونوں سے الگ صرف اپنے ساتھ شیروانی کا مرکزِ ثقل ہر حال میں اپنی جگہ پر قائم، ندوہ میں تو اپنا امتیاز اسی طرح رکھے ہوئے تھے۔ مولانا شبلی اور منشی احتشام علی کی پارٹیاں آپس میں برسرِ پیکار لیکن شیروانی صاحب کے تعلقات دونوں سے یکساں ہموار و خوشگوار، گویا دونوں کے درمیان ایک نقطۂ اتصال!

سنہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک ہیجان کا دور ہوا ہے، تحریک خلافت و ترک موالات کا طوفان زوروں پر ملک کا سوادِ اعظم شیخ الہند اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور علی برادران اور مولانا ابو الکلام کے ساتھ ساری فضا پر یہی حضرات چھائے ہوئے، ندوہ اور علی گڈھ دونوں پر اور ندوہ غریب تو خیر، اصلی اور معرکہ مورچہ علی گڈھ تھا۔ شیروانی صاحب معہ اپنے گنے چنے افراد کے دوسرے کیمپ میں کچھ نہ پوچھئے کہ کیا کچھ سننا پڑا، کیا کچھ سہنا پڑا۔ جوش اور ہیجان کے وقت کسی کو اپنی زبان پر قابو نہ رہا ہے آج گورنمنٹ کے جاسوس کہلائے اور کل حبیب الرحمٰن سے "حبیب الشیطان" مشہور ہوئے! یہ بندۂ خدا سب کچھ صبر و متانت سے سنتا رہا۔ ایک زمانہ وہ تھا۔ ۱۳۔ ۱۴ سال قبل جب ابو الکلام آزاد کا شمار حلقہ میں مبتدیوں کے تھا اور مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیروانی کے ہاں اُن کا تقرب خود اُن کے لئے باعث فخر و مباہات تھا۔ اب دیکھتے دیکھتے وقت آ گیا تھا کہ مولانا ابوالکلام لیڈری کے بلند بام پر تھے اور شیروانی صاحب ایک اہل قلم اور چھوٹے موٹے رئیس کی حیثیت سے جہاں تھے وہیں قائم۔ ظرف اور شرافت کے امتحان کے لئے دوستی و اتحاد کا نہیں مخالفت و بیزاری ہی کا وقت ہوتا ہے، پٹھان اتنی تُند مزاجی کے لئے بدنام ہیں اور شیروانی پٹھانوں ہی کے ایک خاندان کا نام ہے۔ صدر یار جنگ کی مثال نے دکھایا کہ جنھوں نے پٹھانوں کو حلم و متانت سے یکسر معرّیٰ قرار دیا ہے۔ انھوں نے کلّیہ قائم کرنے میں جلدی یا غلطی کی ہے! محمد علی جوہر کا ایک شعر حقیف تصرف کے ساتھ ؎

یہ ظلم ہے کہ سب کو کرو ایک سا خیال
پاتے ہی حلم بھی کبھی شیرانیوں میں ہم[1]

مارچ ۱۹۲۲ء تھا کہ اس وقت کی خوش عقیدگی کے جوش میں ارادہ عرس اجمیر میں شرکت کا کر لیا۔ لکھنؤ سے ساتھ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے قافلہ کا ہو گیا، ان پر باوجود علم و فضل کے مشائخانہ رنگ غالب تھا، اجمیر پہونچ کر مولانا کی پارٹی کی خوب خاطر داریاں ہوئیں شیروانی صاحب بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔ ذاتی طور پر یہ آستانہ چشت کے عقیدت مند تو تھے ہی لیکن یہاں اس وقت ان کی آمد سرکاری حیثیت سے تھی۔ مملکت حیدرآباد کے صدر الصدور محکمہ امور مذہبی کی حیثیت سے آئے ہوئے تھے، اعزاز و تکریم کے ساتھ ہر طرف ہاتھوں ہاتھ لئے جا رہے تھے اور دیوان صاحب درگاہ کے مہمان خاص تھے، رات کے وقت محفل سماع میں دیکھا، عام لوگوں کی صف میں مسند سے دور ایک معمولی شریک محفل کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے، اُن سے بہتر جگہ پر تو ہم لوگ قابض تھے، وہ ذرا چاہتے تو بہتر

---

[1] اس شعر میں بجائے حلم کے عقل تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بہتر جگہ ان کے لئے خالی کرائی جا سکتی تھی لیکن طبیعت میں انکسار کہ ہر طرح قدرت رکھنے کے باوجود اپنے لئے مقام امتیاز کسی طرح گوارا نہیں، غلبہ تواضع کا مشاہدہ کا یہی ایک موقع نہ تھا۔ حیدر آباد، اعظم گڑھ، علی گڑھ، لکھنؤ میں خدا معلوم کتنی بار اور مشاہدے اسی قسم کے پہلے بھی ہو چکے تھے۔ اور بعد کو بھی ہوتے رہے۔ ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء میں علی گڑھ میں کسی عالم دین کا تقرر ہونے والا تھا۔ انتخابی کمیٹی میں مولانا شیروانی کے ساتھ یہ خاکسار بھی تھا۔ انٹرویو کے وقت جب مہمان علماء آنے شروع ہو گئے تو صدر مجلس (وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد) کرسی صدارت پر صدر یار جنگ کو بٹھا، کسی ضرورت سے باہر چلے گئے۔ ان حضرت نے کیا کیا معاً خود بھی کرسی صدارت چھوڑ کر اپنی جگہ اس بے علم و عمل کو بٹھا دیا۔ میں شرمندگی سے گڑا جا رہا تھا۔ لیکن ان کے شدید اصرار کے سامنے میرا انکار کیا کچھ چل پایا! اور آخر زمانہ میں جب تک ذرا بھی سفر کے قابل رہے تو یہ بار بار دیکھنے میں آیا کہ لکھنؤ میں ندوہ کی مجلس انتظامیہ کا جلسہ ہو رہا ہے اور حضرت صدر یار جنگ اپنی مسند صدارت چھوڑے ہوئے اپنے ایک نیاز مند ہی کی عزت افزائی کر رہے ہیں!

گفتگو بڑی پُر لطف ہوتی اور پُر مغز بھی علمی، ادبی، شعری، مذہبی، سیاسی، تعلیمی، جو موضوع بھی چاہیئے چھیڑ دیجئے اور گھنٹوں اس مجلس سے سیری نہ ہوگی، اللہ نے رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ دل کا رئیس بھی بنایا تھا۔ کھاتے پیتے تو خوب تھے ہی کھلانے کا ذوق بھی خوب رکھتے تھے اور جاڑوں کے موسم میں شب دیگ کی دعوت بڑے اہتمام سے کرتے تھے اس دعوت میں جو ایک بار شریک ہو جاتا اس کو مزہ مدتوں تک نہ بھولتا

تحریر میں ادیب سے بڑھ کر انشا پرداز کی شان رکھتے تھے، سلجھا ہوا انداز بیان اور ہر طرح گٹھا ہوا، الفاظ ضرورت سے زیادہ نہ کم بس ٹھیک اتنے ہی جتنے اثر اور ادائے طلب کے لئے ضروری ہوتے گویا ہوشیار اور فن کار عمارت میں گڑھی ہوئی اینٹیں چُنیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چُن کر اور گِن گِن کر لگا رہا ہے۔ اور تحریر سے پڑھ کر اس کمال فن کا ظہور تقریر و گفتگو دونوں میں، میدان میں خطاب عام ہو تو اور، کمرے کے اندر خطاب خاص ہو تو زبان حشو و زوائد سے ناآشنا، میٹھے میٹھے بول گنے چُنے دلکش و تاثرات کے سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں حب حج و زیارت سے واپس آئے ہیں تو حالات سفر خصوصاً مشاہدات مدینہ منورہ سادہ اور بے ساختہ اس انداز میں بیان کرتے کہ سماں بندھ جاتا، خود بھی آب دیدہ ہو جاتے اور سننے والوں کو بھی رُلا دیتے۔ غیرت دینی اور حرارت ایمانی کے تو کہنا چاہیئے کہ پتلے ہی تھے۔ ۱۹۳۰ء میں اردو کے ایک مشہور رسالہ نے دینی و اعتقادی حیثیت سے بڑا سر اُٹھا رکھا تھا۔ ضرورت اس کی تھی کہ ملت اپنی اجتماعی قوت سے فتنہ کی سرکوبی کرے خیر وہ توجوں توں کر کے ہو گیا۔ شروع ۳۳ء میں ایک منزل ایسی آئی کہ قانونی کاروائی کے لئے حکومت وقت کی منظوری لینی ضروری تھی، صوبہ گورنمنٹ کے ہوم ممبر نواب مزمّل اللہ خاں مرحوم تھے ان پر مجرم کی طرف سے سفارشوں کا جادو چل چکا تھا۔ ان اثرات کو باطل کرنے کے لئے درکار ایسی ہی زبردست شخصیت تھی، اور وہ صدر یار جنگ کی ذات میں ہاتھ آ گئی۔ بیچارے نے پس پردہ رہ کر وہ سب کچھ کر دیا جو ایک مرد مومن کو ان حالات میں کرنا تھا۔ اسے چند سال گزرے تھے کہ ایک اور فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ آج سے ۲۵ سال قبل ہمارے جوار میں ایک نوجوان وکیل سجاد علی انصاری مرحوم تھے پڑھتے لکھنے کے بڑے شائق بڑے ذہین اور شوخ نگار ذاتی طور پر خدا کے فضل سے پورے مذہبی لیکن مذہبی عنوانات پر قلم اٹھاتے تو معلومات کی سطحیت و بے مغزی کے ساتھ شوخیوں میں بھی حدود سے تجاوز کر جاتے علی گڑھ میگزین وغیرہ میں طالب علمی کے زمانے میں مضمون لکھا کرتے اور ہم لوگ بھی داد دیدیتے، جسطرح ہر نومشق اور ہونہار اہل قلم کو اس کی ہمت افزائی کے خیال سے داد دیدی جاتی ہے۔ اللہ کا کرنا کہ ۲۴ء میں تو سجاد مرحوم کا بھی عین شباب میں انتقال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا اور اس کے کئی سال بعد بعض "خوش مذاق" بے فکروں نے ان کے مضامین اور ایک ناتمام ڈرامہ کو کتابی صورت میں چھاپ دیا اور علی گڑھ کے شعبۂ اُردو کے کارکنوں کو خدا معلوم اس میں کون سی ادبی خوبیاں نظر آئیں کہ کتاب کو داخل نصاب کر دیا اس خاکسار کو جب اس کا علم ہوا تو اس کھلی ہوئی بدمذاقی پر حیرت کے ساتھ غصّہ بھی آیا اور پہلے باادب تمام یونیورسٹی کے استادوں کی خدمت میں عرض معروض کیا، مطلق پذیرائی نہ ہوئی۔ ہار کر اور مجبور ہو کر چیخنا چلّانا پڑا اور اب یہاں سے شرکت صدر یار جنگ مرحوم کی شروع ہوتی ہے۔ وسط ۴۳ء میں ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم ہوئی جس کے صدر موصوف تھے۔ اس مجلس نے متفقہ طور پر کتاب کو نصاب سے نکلوا دیا۔ حضرت کی پوری رائے صدق ۸ر نومبر ۴۳ء میں اس کے ڈھائی تین کالموں میں درج ہو چکی ہے۔ یہاں اس کے چند اقتباسات کافی ہوں گے۔

"علی گڑھ میگزین کی جو بھی عزّت کی جائے، بہرحال اردو کے اعلیٰ میگزین میں نہ تھا، اس میں مضامین کی اشاعت کسی بلندی خیال یا پاکیزگیٔ ادب کی ضامن نہیں ہو سکتی"۔

سخت قابل افسوس اور خطرناک یہ پہلو ہے کہ سجاد فلسفہ اخلاق مذہب سب سے بیزار ہیں، مذہبی ادب کا ایک فقرہ میں یہ خیال خود خاتمہ کر دیا ہے گویا اُن کے یہاں کوئی اصول زندگی نہیں، بے اصول زندگی کے محبوب و مقبول ہے اُن کے ہاں تین محبوب ہیں، عورت کا شباب بشرطیکہ وہ عفّت و عصمت کی گندگی سے پاک و صاف ہو غرق شباب قحبہ جو کسی کمرے پر داد عیش دے رہی ہو وفادار پابندی سے سخت بیزار ہو، کمالات نسوانی کا بہترین نمونہ ہے، اس کی تعریف میں ان کے تمام مضامین رطب اللسان اور گلریز ہیں اگر کوئی نوجوان عورت نکاح کر کے عصمت و عفّت کی زندگی بسر کرے تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خارج از بحث ننگِ انسانیت ہے۔

دوسرا محبوب "معصیتِ لطیف" ہے مگر باوجود پوری کاوش کے ہم کو پتہ نہ لگا کہ ان دو لفظوں کا اصلی مفہوم مضمون نگار کے یہاں کیا ہے، پڑھنے والا کسی گناہ سے لطف لینا چاہے اس کو محبوب قرار دے لے۔

تیسرا محبوب ان کا شیطان اور شیطنیت ہے اوّل سے آخر تک شیطنیت کو سراہا ہے، خلاصۂ کائنات قرار دیا ہے، بلکہ پیدائش عالم کی اصل حکمت۔ اس کے مقابلہ میں انبیاء کرام، ملائکہ مقربین بلکہ ان کے ڈرامہ "روزِ جزا" کا خدا بھی پست و بے وقعت ہے، حضرت جبریل اور دوسرے مقرب فرشتوں کی بھی جس طرح اس ڈرامہ میں شیطان کے مقابلہ میں تضحیک کی گئی ہے، اسکو پڑھ کر ڈرامہ نگار کی فہم و دانش پر سخت تاسف ہوتا ہے۔ مذہب کے استخفاف سے محشر خیال اوّل سے آخر تک بھرا ہوا ہے، مضامین زلیخا اور روزِ جزا میں جس طرح مضامینِ قرآنی کے مقابلہ میں کم فہمی جسارت اور خیرہ چشمی کا ارتکاب ہے، وہ قابلِ صد نفریں ہے.... بہر حال میری رائے میں محشر خیال نہ ادب ہے نہ لٹریچر کی کوئی اعلیٰ خوبی اور نہ تخیل اور نصب العین کی، اس طرح یہ کتاب مسلم یونیورسٹی کے اعلیٰ درس میں رہنے کا اپنی کسی خوبی کے لحاظ سے حق نہیں رکھتی ہے، اس کے اوصاف خود اس کے قدر دانوں نے دو تین لفظوں میں بیان فرمائے ہیں، "شعلۂ مستعجلہ" کے مانند گل اور خاموش پھر تاریکی اور اندھیرا۔

اقتباس کے ذرا لمبے ٹکڑے سے مرحوم کی ادبیت، ذوق نظر مذہبیت سب پر خاصی روشنی پڑ گئی۔ مسلم یونیورسٹی کی دینیت کے حق میں وہ ایک ستون مستحکم تھے۔ اور ملّت کے سامنے انکی تحریریں اردو میں ادب صالح کا ایک کامل ترین نمونہ تھیں اب ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامع شخصیت ڈھونڈھنے سے بھی کہاں نظر آئے گی؟ کُلّ مَن عَلَیہَا فَان۔ سیکڑوں بار کی طرح ایک بار پھر پڑھ کر دل تھام لیجئے۔

ایک بزرگ کا وصال[1]

اخباری شہرت کے آدمی نہ تھے۔ لیکن مرجع خلائق ضرور تھے۔ وطن شہر لکھنؤ سے متصل قصبہ بجنور تھا، لیکن فیض کا حلقہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ لکھنؤ۔ اُناؤ۔ کانپور، بارہ بنکی، فیض آباد، جون پور، الہ آباد، رائے بریلی، سیتاپور اور ان شہروں کے قصبات اور دیہات کا ذکر نہیں دور دراز مقامات، بھوپال، سہارن پور، جھانسی، ناگپور، جبل پور، بمبئی، پونا، ڈھاکہ، چاٹگام تک سے لوگ کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں اور حضرت خود جہاں کہیں پہنچ جاتے ہیں ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے خلقت معلوم ہوتا تھا کہ ٹوٹی پڑتی ہے۔

۸ ذی الحجہ، ۱۱ ستمبر ۱۹۵۱ء کو عین موسم حج میں عین سرزمین مکہ پر انہیں با فیض و بے مثال بزرگ نے جنہیں دنیا میں مولوی حاجی محمد شفیع بجنوری کے نام سے یاد کرتی تھی۔ داعی اجل کو لبیک کہا۔

یہ تاریخ اور یہ زمین اگر نہ ملتی تو حیرت ہوتی اس سرزمین کے بار بار چکر اتنے بار لگائے جا چکے تھے کہ حجاز گویا وطن ہی بن چکا تھا۔ حج و زیارت کی سعادت کم از کم ۲۵ بار تو ضرور ہی حاصل ہو چکی تھی۔ عجب نہیں کہ اس سے زائد ہی مرتبہ، عمر اکیاسی[81] سال سے اوپر تقریباً ۸۵ سال کی تھی، لیکن ہڈی چوڑی سینہ کشادہ جسم ایسا بھرا بھرا کہ اصل سن سے ۱۵۔۲۰ سال سے کم ہی معلوم ہوتے تھے۔

---

[1] صدق جدید ۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پُرانے دیکھنے والوں اور بوڑھے رفیقوں کا بیان ہے کہ جذب واستغراق کی کیفیتیں پیدا ئشی نہیں کشف تکوینی اس غضب کا تھا کہ مستقبل کے واقعات کثرت سے اور بے اختیار زبان پر آجاتے تھے عجب عجب قصے لوگوں کی زبان پر اس دور نوعمری کے تھے بعض تو بالکل نا قابل یقین حد تک حیرت انگیز اذکار واشغال ریاضتیں، مجاہدے، کرامتیں ایک سے بڑھ کر ایک عجیب اُسی زمانہ سے متعلق منقول ہیں۔

صوفیہ ومشائخ کے درمیان ایک شغل "شغل اسدی" کے نام سے موسوم ہے اس میں کہا جاتا ہے کہ سالک کے جسم کا ایک ایک عضو اس سے الگ ہو جاتا ہے ابھی چند سال ہوئے ایک ثقہ صاحبِ علم نے ایک واسطے سے (شاید دو واسطہ ہوں) یہ روایت بیان کی ہے کہ راوی اوّل نے محض اتفاق سے ایک بار حاجی صاحب کو عین اسی حالت میں دیکھ لیا تھا۔ ضروری نہیں کہ اس قسم کے روائتیں صحیح بھی ہوں تاہم کسی ذات سے متعلق ان کی کثرت اشاعت بالکل بے معنی بھی تو نہیں کہی جاسکتی۔

تعلیم باطن وتربیت سلوک کیلئے مرشد بھی ایسا ہاتھ آگیا جو اپنے وقت میں امامِ فن تھا۔ قصبہ گنج مراد آباد (ضلع اناؤ) میں محدث مولانا فضل رحمان نقشبندی ایک بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ اتباع سُنّت کے پیکر بے مثال بیعت انہیں سے کی محض بیعت اعتقادی نہیں، بیعت عشقی بھی۔ جوہر خود اتنا قابل اور پھر مربی ایسا کامل زیارت کعبۃ اللہ کا شوق موجزن تھا ہی۔ ایک روز کیفیات سے لبریز جوان مرید نے مرشد سے بے تابانہ عرض کیا کہ حضرت اجازت دیں اب کی قصد حج وزیارت حرم رکھتا ہوں، ارشاد ہوا زادِ راہ کا بھی سامان ہے؟ جواب میں مستانہ بیخودی کے ساتھ یہ شعر زبان سے نکلا ؎

در راہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہ ہاست بسے
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

مولاناؒ باوجود اس کے عارف کامل اور صاحب مقام تھے۔ مغلوب الحال عاشق و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صادق کے جذبات سے چند سیکنڈ کے لئے خود بیخود ہو گئے اور بے اختیار یہ چیخ زبان سے نکل گئی لیکن معاً سنبھلے اور ارشاد فرمایا کہ کیا واہیات ہے میں مسئلہ شرعی دریافت کر رہا ہوں اور تم جواب میں شاعری کر رہے ہو"۔

بات ہو گئی درمیانی مرحلے چھوڑ دیئے۔ عین حج کے موسم میں جب خانہ کعبہ کا دروازہ کھلا ہوتا ہے اور ہر حاجی و زائر قدرۃً شوق دید کا رکھتا ہے شیبی کلید بردار کی نظر پڑی کہ ایک حاجی بار بار بیتابانہ طواف تو کر رہا ہے مگر معلوم ہو رہا ہے کہ داخلی کا نہایت درجہ آرزومند ہے لیکن اس کا قصد نہیں کرتا ہے۔ داخلی کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بلا کسی قید کے اور بلا کسی مطالبہ و نذرانہ کے ہونا چاہیئے لیکن کلید بردار خاندان نے صدیوں سے اپنا دستور یہ بنا رکھا ہے کہ بلا نذرانہ وصول کئے ہوئے کسی کو اندر جانے نہیں دیتے فقہا نے اسے رشوت کے حکم میں رکھا ہے اور اسے ناجائز بتایا ہے۔ عاشق و عالم میں اب کشمکش ہو رہی ہے۔ یہ عاشق صادق صاحب علم بھی تھا اور مست ہونے کے ساتھ بیدار بھی، کچھ دیر کے بعد عشق علم پر غالب آ گیا اور یہ نوجوان نذرانہ کا روپیہ بہ کراہت دربان کی طرف پھینکتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ لیکن ادھر اس کا جانا تھا کہ ادھر وہ صاحب اختلاج قلب میں مبتلا ہو گئے اور بے اختیار یہ چاہنے لگے کہ وہ مرد خدا ابھی واپس ہو تو ابھی یہ جبری نذر اس کی خدمت میں معذرت کے ساتھ واپس کر دی جائے۔ خدا خدا کر کے وہ وقت آیا اور جب وہ نوجوان باہر نکلنے لگا تو شیبی صاحب نے خود معتقد ہو کر وہ نذر اُسے واپس کی اور معاً ان کی طبیعت بحال ہو گئی۔ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ سوختہ قلب ہمارے ہی حاجی محمد شفیع بجنوری تھے۔

مولانا تھانویؒ جن کے کمالات روحانی و عرفانی کا آفتاب بعد میں چمکا۔ اس وقت محض ایک نوعمر مولوی ہی تھے۔ کانپور کے مدرسہ جامع العلوم کے صدر اور شہرت صرف ایک اچھے مدرس کی حیثیت سے رکھتے تھے۔ حضرت گنج مرادآبادی کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوئے واپسی کے وقت حضرت نے اپنے اسی عزیز مرید کو ان کے سپرد فرمایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کچھ تخصیصی الفاظ اس طرح کے فرمائے کہ ہمارے اس لڑکے کو پوری طرح پڑھا دینا (او کما قال) مولٰنا یوں ہی اپنے ہر طالبعلم کے حق میں سراپا شفقت و توجہ تھے۔ چہ جائیکہ اتنے زبردست وسیلہ سفارش کے بعد۔ حاجی صاحب نے علوم شرعی ظاہری کی تحصیل و تکمیل کئی سال تک اسی مدرسہ میں رہ کر کی۔ اسی استاد کامل کی رہبری و نگرانی میں اور پورے عالم بن کر نکلے تحصیل معاش کے بعد فن طب کی تعلیم بھی حاصل کرلی غالباً اس زمانہ میں میرٹھ کے نامور طبیب حکیم محمد مصطفٰے صاحب بجنوری مرحوم بھی حاجی صاحب کے ہم درس اسی مدرسہ میں تھے۔

حاجی صاحب کے قصے کشف و کرامت کے اس دور کے عام ہیں۔ ایک ثقہ راوی نے اپنا مشاہدہ مجھ سے ۱۵، ۲۰۔ سال ہوئے بیان کیا تھا کہ ایک رات کو مطالعہ کے وقت حاجی صاحب کے حجرہ میں آگ لگ گئی شعلے بلند ہونے لگے بلکہ کپڑوں تک میں آگ پہونچ گئی لیکن حاجی صاحب نہ صرف محفوظ رہے بلکہ اسی طرح مطالعہ میں مشغول! ایسے عجائب و خوارق کی توجیہ و تاویل جو بھی کی جاسکے۔ بہرحال جس طرح انہیں آنکھ بند کرکے قبول کرلینا آسان نہیں۔ اسی طرح انکی یکسر تکذیب و تردید بھی ثقہ و معتبر گواہوں کے ہوتے ہوئے ذرا مشکل ہی ہے اور خیر یہ عقیدہ تو سب جاننے والوں میں اس وقت عام ہوگیا تھا کہ حاجی صاحب مستجاب الدعوات ہیں ان کی زبان سے جو کچھ نکل جاتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔ ایک واقعہ اس سلسلہ میں بڑا اہم اور نتیجہ خیز ہے۔ سنئے خود حضرت تھانویؒ کا بیان کیا ہوا!

مدرسہ میں تعطیل تھی باہر سے ایک رفیق درس کا خط حاجی صاحب کے نام آیا پتہ پر انتہائی تعظیمی القاب "قطب وقت" وغیرہ درج تھے۔ مدرسہ کی ڈاک صدر مدرس کی حیثیت سے مولانا تھانوی کے پاس آتی تھی۔ حضرت نے حاجی صاحب کو بلا کر طنز سے ارشاد فرمایا کہ لیجئے اب تو آپ "قطب وقت" ہوگئے اور وہ خط ہاتھ میں دیا۔ حاجی صاحب جھنجھلا کر بولے ایسے لوگوں کا دماغ بھی نہیں خراب ہوتا۔ خواہ مخواہ مجھ کو رسوا کرتے ہیں، دو ہی چار روز گزرے تھے کہ اس طالب علم کے بھائی کا خط آیا کہ فلاں تاریخ فلاں وقت وہ طالب علم دفعتہً مجنوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا۔ "خدا کے لئے دعائے صحت فرمائیں۔ اب حاجی صاحب بڑے ہی قلق و اضطراب میں مبتلا ہوگئے اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر آنسوؤں کے ساتھ بڑے الحاح و اضطرار کے عالم میں بولے کہ "حضرت آخر کیا کروں" وہ فقرے میں نے کچھ دشمنی میں اور جان کے تھوڑے ہی کہے تھے بس جھنجھلاہٹ میں زبان سے نکل گئے تھے۔ میں تو اس نعمت سے عاجز آگیا ہوں"

دشواریاں عوام ہی کو نہیں خواص و اکابر کو بھی پیش آتی رہتی ہیں اور ایسے ورطہ سے نکالنا کام حضرت حکیم الامت ہی جیسے دقیقہ سنج مصلحین و حکما کا ہوسکتا ہے کسی محض بزرگ کا نہیں۔ حضرت نے فرمایا اس کا علاج بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی حربہ سے کام لیجئے جو آپ کے پاس موجود ہے دعا کیجئے کہ اللہ اس نعمت عظیم کے بار کا تحمل اب مجھ ناتواں سے نہیں ہوتا۔ اسے بدل کر کسی دوسری نعمت سے سرفراز فرمایا جائے۔ دعا آپ اپنی زبان سے کیجئے جس کی مقبولیت کے یہ سب کرشمے ہیں۔ آمین میں بھی کہتا جاؤں گا۔" حاجی صاحب اس تشخیص اور معالجہ کو سن کر باغ باغ ہوگئے۔ عمل اسی وقت کیا اور یہ دعا بھی فی الفور قبول ہوگئی۔ یعنی اسی وقت سے وہ خاص کیفیت سلب ہوگئی"۔

مولانا گنج مراد آبادی کا سال وفات غالباً ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء اس کے بعد ہی حاجی صاحب اپنے مراتب کمال کی تکمیل مزید کے لئے ایک دوسرے شیخ وقت اور مرشد گر بزرگ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ان حاجی صاحب کے مرتبہ کا کیا کہنا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حکیم الامت تھانویؒ، مولانا محمد حسین الہ آبادیؒ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ (شارح و مشہور ناشر مثنوی) وغیرہ کتنے اس شمع کے پروانے تھے جو آگے چل کر خود آفتاب و ماہتاب ثابت ہوئے حاجی صاحب بھی اس نظر کیمیا اثر سے مستفید ہوتے اور اب قیام حرمین کا شوق بھی دل کھول کر پورا کرتے، ارض پاک کی حاضری کے ساتھ ساتھ مرشد کی بزم میں بھی حضوری۔ اب کون بتائے کون جانے کہ یہاں کیا کیا، کیا کیا پایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوشوں میں اتنا ہوشیار، دیوانوں میں اتنا فرزانہ مستوں میں اتنا بیدار کمتر ہی کوئی گذرا ہوگا ایک طرف جوش و مستی سے لبریز دوسری طرف اتباع شریعت کا اہتمام اور بیت اللہ کے تو گویا عاشقِ زار تھے۔ نام لیتے آنسو چلنے لگتے تھے۔ وجہ معاش بظاہر کوئی خاص اور کوئی معقول نہ تھی۔ اس پر بھی بار بار حج اور اس میں فراخدلی سے خرچ جسے ایک مستقل کرامت ہی سمجھنا چاہیئے۔ خود ہی نہیں جاتے تھے دوسروں کو بھی اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ بہتوں کی راستہ میں خبر گیری کرتے جاتے تھے۔ حج کا موسم آتا تو جوش و دیوانگی دیکھنے کے قابل ہوتا اور عین چلتے وقت، ریل پر بیٹھتے وقت تو معلوم ہوتا تھا کہ بس یہیں دم توڑ دیں گے، وہ جوش گریہ وہ مستانہ اور پرخروش موعظہ و تقریر وہ آنکھوں سے تڑپتی ہوئی بجلیاں جس نے اس پُراثر منظر کو دیکھا نہیں۔ اس کی سمجھ میں آنا اور یقین کرنا ہی دشوار ہے۔ ہر دفعہ روانگی کے وقت لوگ یہی پیشن گوئی کرتے تھے کہ اب واپسی نہ ہوگی وہاں کی مٹی وہیں لے جا رہی ہے۔ اور آخر کار زبان خلق کی اس منادی کا ظہور اللہ نے عملی شکل میں کر ہی دکھایا۔

نماز اور روزہ اور جملہ اصناف عبادت کے ذوق و شوق شغف و اہتمام کا کیا حال بیان ہو۔ دیکھنے سے اس کا تعلق تھا۔ تلاوت قرآن مجید کے علاوہ دوسرے اوراد و اذکار کے خدا معلوم اور کن کن وقتوں میں کر ڈالتے تھے۔ ضعیفی میں شوق میں حفظ قرآن کا ہوا اور عمل بھی اس پر کر گزرے۔ بظاہر اس سن میں حافظہ وہ کہاں سے آسکتا تھا۔ یاد کرتے اور روزانہ مگر مزاولت نہ رکھتے تو پھر ذہن سے وہ جز نکل جاتا۔ خط میں حکیم الامتؒ کو لکھا کہ اپنی والی کوشش تو کی ہے اب دعا یہ فرمائیے کہ یاد بھی رہ جائے۔ جواب آیا "جس نے اس عمر میں اپنا کلام یاد کرنے کی ہمت دی اس کے یاد رکھنے کی بھی توفیق دے دیگا۔

سفر کے بڑے عادی تھے۔ عمر کے آخری دو چار برسوں کو چھوڑ کر جب سن ضعف اور مراض کا اثر جسم پر نمایاں ہونے لگا تھا۔ معمول ہمیشہ سیاحی ہی میں رہنے کا تھا۔ آج یہاں کل وہاں، ابھی اس شہر میں، ابھی اس شہر میں اور کبھی ایک ہی شہر کے اس محلہ سے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محلے میں اور مالک مکان یا میزبان کو خبر تک نہیں، ذی مروت اتنے کہ کسی بات کو رد کرنا جانتے ہی نہ تھے، اہل حاجت اپنی غرض کے آگے اندھے باؤلے۔ مسلسل نقل وحرکت ہی میں رکھتے ابھی اپنے ہاں کہہ کر کے گئے کہ دو گھنٹے میں واپس لے آئیں گے اور ابھی اپنا ہی مستقل مہمان بنالیا، نہ کھانے کا ٹھیک نہ سونے کا۔ جس نے جب اور جہاں پایا بس اپنے کام کے لئے گرفتار کرلیا۔ مزاج میں مسکنت اور فروتنی اتنی کہ جہاں جگہ ملی وہیں پڑ لئے۔ مسہری اور پلنگڑی کے بجائے کھرا تخت یا کھری زمین کا فرش ہی کافی، کھانے میں موٹا جھوٹا کسی غریب آدمی نے جو کچھ بھی پیش کردیا۔ بس اسی کو پوری رغبت اور شوق سے تناول فرمالیا۔ معمولات شبانہ میں اس کثرت کے باوجود نہ فرق آنے پاتا بہت رات گئے تھک کر اور چور ہو کر لیٹے ہیں۔ مگر پھر دیکھئے تو اپنے وقت پر اُٹھے بیٹھے ہیں اور یا نماز پڑھ رہے ہیں یا دعاؤں میں مصروف ہیں یا اپنے اوراد پورے کر رہے ہیں۔

عملیات سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ بلکہ اس فن کے بھی ماہر تھے اور عوام ان کی اس صفت کے معتقد ہو کر ان پر پروانہ وار گرتے تھے۔ محض عوام ہی نہیں اچھے خاصے خواص بھی۔ اور ہر وقت تعویز، نقش، گنڈے، فلیتہ کے لئے گھیرے رہتے تھے۔ حاجی صاحب کسی کو بھی محروم وناکام واپس نہ کرتے سب کی تعمیل فرمائش اپنا فرض جانتے، موم بتیاں جلا کر تعویز نقش وغیرہ لکھا کرتے کیا ٹھکانا ہے خدمت خلق کے اس شغف وانہماک کا اصل گماں تو ان بزرگ کا ان کی عبدیت وشکستگی ہمہ وقت تفرع وابتہال تھا۔ لیکن ان کمالات پر نظر تو خال خال کسی کی جاتی ۹۵ فیصدی مخلوق محض ان کے "عامل" ہونے کی حیثیت سے ان کی گرویدہ رہتی اور سفر وحضر میں صحت وبیماری میں رات ہو کہ دن کسی حال میں ان کا بیچھا نہ چھوڑتی تسخیر جنات کے قصہ بھی اس سلسلہ میں عجیب عجیب مشہور ہیں۔

باوجود کمال شورش وشوریدگی ضبط اور اپنے اوپر قابو بھی درجہ کمال ہی میں رکھتے تھے اور احترام شریعت میں تو وہ حوصلہ واہتمام تھا کہ بائد وشاید ان کی زندگی آزاد اور بے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قید درویشوں کے لئے ایک مکمل درس ہدایت تھی۔ عارف رومی نے تو ایک جگہ آداب داناؤں اور سوختہ جانوں کے دو گروہ الگ کر کے دکھائے ہیں اور صحیح دکھائے ہیں ؎

موسیا آداب داناں دیگر اندر
سوختہ جان و رواں دیگر اندر

لیکن یہاں آداب دانی اور سوختہ جانی دونوں ایک ہی ذات میں متحد ہو گئی تھیں شریعت کے ساتھ ادنیٰ استخفاف کو نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں فتنہ نگار کے سلسلہ میں لکھنؤ کے امین الدولہ پارک میں مسلمانوں کا ایک جلسہ عظیم نگار کی مسلم آزار تحریروں پر احتجاج کے لئے منعقد ہوا۔ تو میں نے ڈائس کے اوپر سے دیکھا کہ ایک پیر مرد قریب ہی بیٹھے ہوئے جوشیلے نعرے لگا رہے ہیں اور جوش سے بے خود ہوئے جا رہے ہیں۔ اس وقت تک حاجی صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل نہ تھا۔ جلسہ کے بعد پوچھ پاچھ کی تو معلوم ہوا کہ بزرگ حاجی صاحب ہی تھے۔ حالانکہ مدیر نگار سے قرابت بھی حاجی صاحب کی قائم ہو چکی تھی۔

فیاض و عالی حوصلہ بھی اس درجہ تھے۔ روپیہ خدا معلوم کہاں سے آتا تھا۔ اپنے عام نیازمندوں سے طالب امداد ہونا تو کجا، الٹے خود انہیں کی مدد اور وہ بھی اچھی خاصی رقموں سے فرمایا کرتے تھے۔ سَو اس کو قرض دے رہے ہیں، ڈیڑھ سَو اس کو اور یہ قرض بھی نام ہی کا قرض ہوتا تھا۔ دی ہوئی رقم وہ واپس قبول ہی کب کرتے تھے؟ مخلصانہ نذر لوگوں کی قبولیت خاص خاص مخلصوں تک محدود تھی۔ بدعتی رسوم اور رواج پرستی والے رواجی تصوف سے منزلوں دور تھے۔ البتہ خلق مروت و نرم دلی کے باعث اہل بدعت پر فکر میں زیادہ سختی نہ کرتے۔

دن رات میں خدا معلوم کتنی بار روتے اور رُلاتے رہتے۔ اُمت کی سابقہ عظمت کا ذکر آیا اور اُن کے آنسو بہنے لگتے۔ ملّت کی موجودہ پستی کا نام آیا اور اُن پر گریۂ بے اختیاری طاری ہو گیا۔ مخلص روتے ہی نہیں اسی حالت میں جوش و خروش کے ساتھ تقریر بھی کرتے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ سے دعائیں بھی مانگتے کہ حق کے تو گویا امام ہی تھے ہمیں نے یہ جامع اور پُراثر دعا، انہیں کی زبان مبارک سے سُنی اور سیکھی۔

اللّٰھم اغفر ذنوبنا واستر عیوبنا	اے اللہ ہمارے گناہ بخشدے اور ہمارے عیوب
واشرح صدورنا وحفظنا قلوبنا	ڈھانپے رہ اور ہمارے سینوں کو کھول دے اور
ونور قلوبنا وبیسّر نا امورنا وحصل	ہمارے دلوں کی حفاظت رکھ اور ہمارے دلوں کو
موادنا وتمم تقصیرنا اللّٰھم	روشن کردے اور ہمارے معاملات کو آسان کردے
نجنا مما نخاف یا حفی الالطاف۔	اور ہماری مرادیں عطا کردے اور ہماری کوتاہیوں
	کو پورا کردے اے اللہ ہمیں ہر اس چیز سے نجات
	دے جس سے ہمیں ڈر معلوم ہوتا ہے اے لطف
	وکرم کی دھن میں لگے رہنے والے۔

فرض نماز کے بعد جب سلام پھیر کر اور دعاؤں کے ساتھ یہ دعا پڑھتے تو مجسم الحاح و تضرع بن جاتے اللھم نجنا مما نخاف اس فقرہ کو دو دو تین تین بار اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ ادا کرتے، داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

ہمارے گھر بھر پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ عورتیں ان کی بے طرح معتقد تھیں۔ ذرا کوئی بیمار ہوا یا اور کسی قسم کی پریشانی لاحق ہوئی۔ بس فوراً خط آتا آدمی حاجی صاحب کے پاس دوڑا گیا اور آپ ہر ممکن دعا و تدبیر میں لگ جاتے۔ حضرت تھانوی کی وفات کے بعد ہم لوگوں کا بڑا سہارا ایک انہیں کی ذات رہ گئی تھی ایسے مقبولین کا سہارا اس آسانی سے ہاتھ کب آتا ہے؟ تقسیم ملک کے بعد جب سے لکھنؤ کے مشہور مدرسہ فرقانیہ پر زوال آنا شروع ہو گیا تھا۔ حاجی صاحب اب اسکا بڑا آسرا رہ گئے تھے۔ خود وہیں جاکر مستقل قیام اختیار کر لیا اور ہمت کر کے اس کی گرتی اور ڈوبتی ہوئی حالت کو سنبھال لیا۔

حرم پاک کی خاک تو اتنی مرتبہ چھانی تھی کہ گویا وہیں کے ہو گئے تھے۔ حجاز کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دُور دراز و پُر سعادت سفر اس ضعیفی میں اور ظاہری عسرت کے باوجود ان کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھے۔ ابھی معلوم ہوا کہ بمبئی گئے ہیں اور ابھی خبر سنائی دی کہ جہاز پر بیٹھ کر فلاں فلاں کو اپنے ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئے اور جن لوگوں نے حاجی صاحب کو حرمین میں دیکھا انکا بیان ہے کہ وہاں پہنچ کر حاجی صاحب بوڑھے معلوم ہی نہیں ہوتے تھے۔ سو نوجوانوں کے ایک جوان ہو جاتے تھے، نہ پیادہ چلنے سے تھکن، نہ کھڑے رہنے سے۔ مدینہ منورہ میں مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوئے سلام پڑھ رہے ہیں یا دعائیں کر رہے ہیں تو بس اب کھڑے ہی ہوئے ہیں۔ جوان ساتھی تھک کر بیٹھ گئے ہیں لیکن ان کے ہاتھ دعا کے لئے اُسی طرح اٹھے ہوئے ہیں۔ روتے جاتے ہیں اور رو رو کر درد دل اس طرح سناتے جا رہے ہیں حق تھا کہ یہ خاک کا پُتلہ وہیں کی خاک کا جُز بنے اور ایسے عالم میں دعوت اجل کو لبیک کہے کہ حشر تک مسلسل حج ہی میں گزرے وہی ہوا جو بندے نے چاہا وہی اس کے مولا نے بھی چاہا ؎

تو چُنیں خواہی خدا خواہد چُنیں
می دہد یزداں مراد متقیں

برائے نام بیماری کے بعد یہ اپنے رب کا عاشق اور متوالا اور اس کے رسولؐ کے نام کا دیوانہ ۸ ذی الحجہ کی سہ پہر کو احرام پہنے ہوئے اپنے مالک و مولا سے جا ملا اور سال کی مُتبرک رات شب عرفات میں قبل عشاء مکہ معظمہ کے مشہور گورستان "جنت العلی" میں صحابیوں اور اولیاء اُمت کے جوار میں راحت کی ابدی نیند سو گیا۔ وہی یوم عرفات جس کیلئے دنیا کے سب سے بڑے پیغمبرؐ کا ارشاد ہے کہ شیطان آج سے زیادہ مایوس کسی دن نہیں ہوا۔

قیامت تک رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں اس کی تربت پر!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیکرِ اخلاص کی وفات[1]

ہندو پاکستان کے مسلمانوں میں کوئی مجھ سے اگر فرمائش کرتا کہ دس مخلص ترین انسانوں کے نام بتاؤ۔ تو اس ننھی منی سی فہرست میں میرے علم و یقین کے مطابق ایک نام مولوی حافظ لقاء اللہ عثمانی پانی پتی کا ضرور ہوتا۔ افسوس ہے کہ وہ شمع اپنے وطن میں ۲۳ جنوری (۴ ذی قعدہ) کی شام کو بجھ کر رہ گئی! مخلص نایاب نہیں۔ ماشاء اللہ ابھی بڑی تعداد میں ہیں لیکن لقاء اللہ عثمانی ان میں گل سرسبد تھے۔ بڑے بلند اور امتیازی مرتبہ کے تھے۔ بیعت حضرت تھانوی سے تھے۔ تحریک خلافت و ترک موالات میں شیخ کے زیر عتاب بھی ایک عرصہ تک رہے لیکن بالآخر بحال ہو گئے۔ قومی و ملّی کاموں میں بہت پیش پیش رہے۔ کامل تدوین و اخلاص کے ساتھ ادنیٰ ادنیٰ خدمت گار کے ساتھ گھل مل کر کام کرتے اور دوسروں کی خدمت کر کے ہی خوش ہوتے جب میں انگریزی و ترجمہ قرآن کا کام کر رہا تھا۔ ایک بار حیدرآباد جانا ہوا مرحوم اس وقت وہیں تھے اور قلیل معاوضہ پر ایک ملّی خدمت کر رہے تھے۔ مجھ سے ملنے تشریف لائے تو مجھے اٹھا کر تنہائی میں لے گئے اور بڑی لجاجت سے بولے کہ "میری ایک نذر قبول کر لیجئے"۔ جیب سے ایک روپیہ نکالا اور بڑی خاکساری سے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ اتنی قلیل رقم پیش کرتے مجھے شرم آتی ہے لیکن آپ قبول کر کے میری ہمت افزائی کریں گے"۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کے عطیہ کو تبرک سمجھ رہا ہوں اور اسے شریک کر لینے سے خود اپنی عزت افزائی سمجھ رہا ہوں۔ ایسی حلال کمائی کا جز نصیب کسے ہوتا ہے"۔

گاندھی جی کو ۱۹۴۷ء میں جن دو چار مسلمانوں پر آنکھ بند کر کے بھروسا تھا۔ ان میں ایک

---

[1] از صدق جدید ۷ فروری ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ حضرت بھی تھے اور گاندھی جی کا منصوبہ یہ تھا کہ اسپیشل ٹرین لیکر جب پاکستان جائیں گے یہاں سے ہندوؤں کو واپس لے جانے کیلئے اور ادھر سے واپسی میں مسلمانوں کو ساتھ لاکر یہاں از سرِ نو بسانے کے لئے تو جو مسلمان مشیروں اور معاونوں میں ان کو ضرور ساتھ رکھیں گے۔ ۱۹۴۷ء میں دہلی ہی کی طرح پانی پت کے مسلمانوں پر بھی قیامت ٹوٹی لیکن اس مجسمۂ توکل نے کسی طرح ترک وطن گوارہ نہیں کیا اور بالآخر اسی آگ کی بھٹی کو اپنے حق میں گلزار بنا لیا! کل دو ہفتے ہوئے ۱۱ر جنوری کا لکھا ہوا تعزیت نامہ میری رفیقۂ حیات مرحومہ کے سلسلہ میں آیا تھا کہ آپ نامناسب نہ سمجھیں تو ان کا نام مجھے لکھ بھیجیں تاکہ میں اپنی ایصال ثواب والی فہرست میں انکا نام درج کرلوں۔ اور پابندی سے انکے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں، کون جانتا تھا کہ اتنی جلد خود دعا کرنے والا اسی عالم میں پہونچ جائے گا!

سلف صالحین کی نیک صحیح اور سچّی یادگار بھی آخر ہماری ظاہری نظروں سے روپوش ہوگئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی عبدالحلیم صدیقی مرحوم[1]

لکھنؤ کی خبر ہے کہ مولانا عبدالحلیم صدیقی نے یکم فروری کو بلیح آباد (ضلع لکھنؤ) میں وفات پائی۔ ایک لمبی مدت سے فالج میں مبتلا تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جمعیۃ العلماء ہند کے نامور خدمت گزاروں میں تھے اور مدتوں اس کے عہدہ داروں میں رہے۔ خلافت کمیٹی کے بھی ممتاز کارگزاروں میں رہے اور جیل بھی گئے۔ برسوں دارالعلوم ندوہ میں اور اسکے بعد برسوں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں معلمی کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت مولانا حسین احمد سے نسبت وبیعت اجازت خلافت تھی۔ مشاق اور بے تکان بولنے والے تھے۔ وفد کے ممبر کی حیثیت سے حجاز بھی گئے۔

لکھنؤ، دہلی، بمبئی، بھوپال وغیرہ ہندوستان کے ہر حصہ میں معتقدین اور جاننے والے کثرت سے ملیں گے اسلامی وعربی علوم خاص مناسبت صرف ونحو سے تھی۔ راقم السطور نے کئی بار عرض کی کہ اعراب القرآن کے موضوع پر جدید ومکمل کتاب اپنے قلم سے لکھ دیجئے دوستوں کو خوب کھلاتے پلاتے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ان کی خاطر داریوں میں لگے رہتے۔ اپنی خوبیوں کی بنا پر اپنے نیازمندوں کو مدتوں یاد آتے رہیں گے۔ اچھے جیّد حافظ قرآن تھے۔ رمضان شریف میں تراویح خوب ہی پڑھاتے تھے اور سنہری مسجد (دہلی) میں سننے والے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

---

[1] صدق جدید ۱۴ر فروری ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مثالی شخصیت

افضل العلماء عبدالحق کرنولی مرحوم[1]

۱۸ر مارچ سہ پہر کو تازہ ڈاک دیکھ رہا تھا کہ نظر معاصر الجمعیۃ کی ایک نمایاں خبر پر پڑی کہ ڈاکٹر عبدالحق چیئرمین مدارس سروس کمیشن کا دفعتہً انتقال حرکت قلب بند ہو جانے سے ہو گیا! زبان پر اضطراراً انا للہ، لیکن دماغ کے اندر ایک شدید ہیجان و طلاطم برپا، نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ عبدالحق ہرگز نہیں۔ یہ ذکران کے کسی ہمنام کا ہوگا۔ خبر پھر پڑھی، اور پھر پڑھی۔ پر تم آنکھوں کے سامنے الفاظ بھی دھندلے ہو گئے۔ عبارت پوری پڑھی بھی نہ ہوگی۔ پھر اتنی تو چل ہی گئی کہ مفہوم سمجھنے میں کوئی شک و اشتباہ نہ رہا۔ ایک دو سیکنڈ بھی بہت ہوئے اسی مدت کے اندر دماغ اسی طرح تہ و بالا ہو گیا۔

اونچے سرکاری عہدہ دار تھے اسٹیٹسمین وغیرہ انگریزی روزنامہ میں ضرور نکلی ہوگی۔ لیکن میری نظر سے اس دن کہیں اور نہیں گزری۔ ہند کے موجودہ انگریزی اخبارات کے تجربے مسلمان اکابر و مشاہیر کی وفات کے سلسلہ میں بخل کے بھی اچھے خاصے ہو چکے ہیں۔ ابھی اسی جنوری کی ۲۶ر جنوری دس بجے مجھے کس طرح ہنسی خوشی کرنول اسٹیشن سے رخصت کیا تھا۔ کیسے خوش و خرم توانا تندرست ہشاش و بشاش اس وقت تھے۔ وہی چہرہ نظر کے سامنے برابر پھرے جا رہا تھا۔ دعائیں بار بار اور دیر تک مرحوم کی مغفرت اور بلند درجوں کے لئے مانگیں۔ یہ بھی گویا اضطراراً ہی تھا ورنہ پختہ مومن مرد صالح کے لئے

---

[1] صدق جدید ۲۸ر مئی ۱۹۸۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعائے مغفرت بس ایک تحصیل حاصل ہی تھی۔

مرحوم کا نام اول اول محمڈن کالج مدراس کے پروفیسر اور پھر پرنسپل کی حیثیت سے سننے میں آیا۔ پھر وہ شاید اسسٹنٹ ڈائریکٹر بننے کے بعد سرکاری پریسیڈنسی کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ یہ اس وقت ایک ہندوستانی خصوصاً ایک مسلمان کے لئے غیر معمولی اعزاز تھا۔ کوئی چھ مہینے کے لئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پرووائس چانسلر اور پھر قائم مقام وائس چانسلر رہے۔ اور اتنے ہی دن میں کیا اپنے قول اور اپنے ظاہر سے اور کیا اپنے عمل اور باطن سے لڑکوں اور استادوں دونوں میں ایک اسلامی انقلاب کی داغ بیل ڈال دی۔ گویا وقار الملک مرحوم کا دور لوٹ آنے لگا۔ مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد بڑھنے لگی اور ترکی ٹوپی جو ۱۹۴۷ء کے بعد سے اردو ہی کی طرح غیر ملکی یا پاکستانی قرار پا چکی تھی۔ از سر نو سروں پر نظر آنے لگی۔ پھر وطن جا کر اپنے صوبے کے پبلک سروس کمیشن کے ممبر مقرر ہوگئے اور حال ہی میں ترقی پا کر اسکے صدر ہوگئے تھے۔ افضل العلماء کی سند مدراس یونیورسٹی سے پاس کر کے حاصل کی تھی۔ اور خان بہادر کا خطاب انگریزی حکومت سے پا چکے تھے۔

وطن کرنول (علاقہ آندھرا) تھا۔ والد ماجد مولانا محمد عمر نقشبندی، کہ ان کے انتقال کو ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا، ایک بڑے پائے کے عالم تھے، تعلقات بزرگان دیوبند و بزرگان ندوہ دونوں سے مخلصانہ اور گہرے رکھے ہوتے تھے، ہونہار صاحبزادہ کو خوب انہوں نے مشرقی تعلیم اور دینی تربیت سے آراستہ کیا۔ بہت کم سنی میں سارے علوم سے فراغت کر لی۔ افضل العلماء ہوئے۔ پر انگریزی کی طرف توجہ کی اور کھٹا کھٹ امتحان پاس کرنے شروع کر دیئے کچھ ہی دنوں میں ایم۔ اے پر جا کر دم لیا۔ اس کے بعد ڈاکٹریٹ (ڈی فل) کی ڈگری آکسفورڈ دو بار جا کر رہے اور حج بیت اللہ کی سعادت بھی دو ہی بار حاصل کی نظر اور گہری نظر یوں تو خدا معلوم کتنے علوم و فنون پر رکھتے تھے، لیکن موضوع اصلی دو تھے۔ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی ادب دوسرے تاریخ اسلامی۔معقولات قدیم سے بھی ذوق کچھ کم نہ تھا۔شیخ الاشراق شہاب الدین مقتول سہروردی کی کتاب ہیاکل النور پر شرح ملاّ جلال الدین دوآنی صاحب اخلاق جلالی کے قلم سے شواکل طور کے نام سے ہے۔اسے ایک رفیق کے ساتھ ملکر ترتیب و تہذیب کے بعد شائع کی اس پر عربی میں مقدمہ لکھا حاشیئے دیئے اور ڈگری اسی پر حاصل کی۔تازہ کارنامہ دیوان اکلیل الملک کی ترتیب تہذیب واشاعت ہے۔آکسفورڈ سے دوسری ڈگری شاید اسی پر ملی۔ذہین، حافظ، ذوق سلیم، شوق علم وجستجو کے سارے عنصر موزوں اکھٹے ہو گئے تھے، علم وادب کے جس کوچے میں بھی نکل جاتے ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے۔اردو ادب کا بھی بڑا پاکیزہ مذاق رکھتے تھے۔لکھنؤ کی زبان کے عاشق تھے۔فسانہ آزاد کی عبارتیں صفحہ کی صفحہ ازبر تھیں۔

بیعت حضرت تھانوی نے مراسلت کے ذریعہ سے ان کی کم سنی میں ہی منظور فرمائی تھی۔اور یہ امتیاز حضرت کے منتسبین میں نادر اًہی کسی کے حصّہ میں آسکا۔اور مرشد کے ساتھ گویا نسبت عشقی قائم تھی۔دینی مسائل میں حضرت مولانا حسین احمد کے ساتھ بھی عقیدت بڑی گہری تھی۔اور چونکہ طبیعت بڑی عملی واقع ہوئی تھی عقیدت کے دائرے میں بھی اسکا لحاظ رکھتے تھے چنانچہ دو ہی چار سال ادھر جب مولانا کا جانا جنوبی ہند میں ہوا تھا تو کرنول میں انہوں نے شیخ سے باقاعدہ درس حدیث (صحیح بخاری) کا دلایا۔اور کم سے کم ایک درس کو تو پورا رکارڈ میں بھر لیا۔جس سے جب چاہے خود مستفید ہو لیتے اور دوسروں کو مستفید کرتے۔عقائد اہل سنّت میں اس قدر راسخ اور پختہ ہونے کے باوجود تعصب کسی بھی فرقہ سے نام کو نہ تھا۔"وہابی" "بدعتی"، "خارجی"، "رافضی" یہاں تک کہ قادیانی سب سے یکساں کشادہ دلی سے ملتے درس گاہوں میں جب معلم مقرر کرتے ان کے ذاتی عقائد سے کہیں زیادہ ان کے کام ان کی اہلیت، ان کی استعداد، ان کی ذہانت، ان کی فرض شناسی اور ان کے ظرف و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخلاق پر نظر رکھتے اور کچھ ایسا ہی حال ان کی سرکاری زندگی کا بھی تھا۔ جس عہدے پر بھی ہوتے مسلمانوں کی نفع رسانی میں بے دریغ اور دھڑا دھڑ لگے رہتے۔ لیکن کسی غیر مسلم کے ساتھ نہ ناانصافی کرتے، نہ اس کی حق تلفی، نہ کسی حیثیت سے اسے شکایت کا موقع دیتے اور اس باب وہ شاید حیدر آباد کے سابق وزیر خزانہ اور پاکستان کے مرحوم گورنر جنرل ملک غلام محمد کے سے تھے۔ شدید مذہبیت اور دینداری کے باوجود تقشف چھو نہیں گیا تھا۔ خندہ روی کے ساتھ ہر چھوٹے بڑے سے ملتے اور بجائے فکرمندی یا جھلاہٹ کے ہر کام بڑے ہی سکون خاطر و انبساط کے ساتھ نپٹاتے تھے۔ "نفس مطمئنہ" کی اصطلاح صوفیہ نے جس معنی میں بھی استعمال کی ہو اس کی جھلک تو اس مرد مومن کی زندگی میں بھی دیکھنے میں آگئی۔

سرکار دربار میں جن مسلمانوں کی رسائی ہے ان میں اکثر سے اس نیاز مند کو بھی نیاز حاصل ہے۔ اور بعض سے تو بے تکلفی کی حد تک بیشتر کے ہاں عالم یہی پایا۔

"ع جو بچے بہت تو بچے ذرا جو کھری کہی دھرے گئے"۔

(مصرع کے آخری ٹکڑے کو یوپی کے ایک پارلیمنٹری سکریٹری پر پوری طرح چھا جاتے بھی دیکھا) اس اکثری اور عمومی قاعدہ سے مستثنا پایا تو عبدالحق کو جو وضع اور جو طریقہ اپنا شروع سے رکھا۔ اس پر آخر تک اسی طرح قائم رہے۔ وہ نماز، وہی روزہ، وہی معمولات، وہی داڑھی، وہی ترکی ٹوپی، وہی شیروانی، وہی پاجامہ۔ خودداری کیا ملّی اور شخصی کی ایسی مثالیں کم اور بہت کم دیکھنے میں آئی ہیں۔ ہر پارٹی، ہر تحزب ہر فرقہ بندی سے بھی غیر متاثر رہنے کی کوئی دوسری مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ عقیدت بزرگان دیوبند کے ساتھ انتہا کی تھی لیکن اس کے بھی حدود تھے اور توازن قائم تھا۔ سرسید کے مذہبی عقیدوں سے بچ کر ان کی تعلیمی کوششوں کے بڑے قائل اور مداح تھے۔ بلکہ جنوبی ہند کے حدود میں تو عملاً دوسرے سرسید خود بن گئے تھے۔ اسکول کالج خدا معلوم کتنے قائم کر دیئے اور کرا دیئے اور کتنی درس گاہوں کے روح رواں اور سرپرست تھے، انھیں میں زنانہ درس گاہیں بھی تھیں، لیکن بے حجابی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے قائل ذرا بھی نہ تھے، اپنی والی ہر کوشش ہر زنانہ اسکول اور کالج میں پردہ کی پابندی کے رکھی۔ خود اپنی صاحبزادی کو ایم۔ اے کرایا۔ لیکن مذہبی تربیت کے پورے لوازم کے ساتھ۔ چنانچہ وہ ایک والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ حج بھی کر آئی ہیں اور حجاب کا یہ اہتمام ہے کہ میں نے اسی گھر میں اپنے آٹھ دن کے قیام میں ایک بار بھی انہیں یا ان کی والدہ کو برقع کے ساتھ بھی باہر نہیں دیکھا۔ کسی کو سخت سُست کہنا اور غیبت کرنا تو جیسے جانتے ہی نہ تھے۔ یہ بات چھوٹی اور معمولی نہیں۔ بس معاشرے میں غیبت و بدگوئی خصوصاً معاصرین کی ایک مستقل عادت بن چکی ہو، اور عوام نہیں، خواص بھی، بُری طرح اس میں لت پت رہتے ہوں۔ وہاں زبان پر اتنا قابو رکھنا ایک بڑا اور غیر معمولی وصف سمجھا جائے گا۔ بلکہ ایک طرح کا مجاہدہ۔ ولا یلقاھا الا الصابرون۔ بعض اوصاف ایسے تھے کہ ان کی بنا پر ان پر گمان ولی اللہ ہونے کا گزرتا تھا۔ جس دن اپنی محبوب لڑکی کا عقد کیا اسی دن بستی کی ایک نہیں سات یتیم لڑکیوں کا بھی عقد کر دیا اور اسی ساز و سامان کے ساتھ! اس کی اہمیت و معنویت ذرا سوچنے کے بعد ہی منکشف ہوگی۔ ہم جیسے دنیا پرستوں کا حال تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم سے اگر ہماری لڑکی کی شادی کے دن کسی دوسری لڑکی کے لئے امداد چاہی جائے تو الٹا غصہ آجائے۔ اور ہم مانگنے والے پر برس پڑیں کہ یہاں اپنی ہی لڑکی کے لئے انتظام کس مشکل سے ہو پایا ہے کہ یہ چلے ہیں سوال کرنے! کیا ملکوتی ظرف تھا، جس نے فیاضی کو اس موقع پر، اور اس پیمانہ پر راہ دی!

بزرگی، مقبولیت، عبدیت کسی مخصوص طبقہ کی جاگیر نہیں۔ لوگ اہل اللہ کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اپنی نظریں صرف بندگی کی جگہوں، آستانوں، درس گاہوں، خانقاہوں تک محدود و محصور رکھتے ہیں۔ کسی کو کیا خبر کہ زندگی کے ہر کوچہ اور ہر گوشہ میں کیسے کیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب دل موجود ہیں ! اس تباہ کار کو اپنی زندگی میں اچھے اچھے بزرگوں کی صحبت و رفاقت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ لیکن نگاہ عیب بین کو سابقہ کے بعد اکثر مایوسی ہی نصیب رہی گنتی کے دو ہی چار ہستیاں ایسی ملیں جہاں عیب جوئی کی نگاہ تھک کر ناکام رہی اور انہیں مستثنیات میں ایک ذات ان مرحوم کی تھی، انکساری، اخلاص، ایثار و شرافت کا ایک چلتا پھرتا پتلا تھا جسے لذت ہی خدمت خلق میں آتی تھی، مجھ سے سن میں کل ۸-۹ سال چھوٹے تھے اور علم میں اور دنیوی اعزاز میں جو مرتبہ تھا، وہ ظاہر ہی ہے، مگر برتاؤ یہ رکھا تھا کہ جیسے مجھ سے ۲۰-۲۲ سال چھوٹے اور ہر طرح میرے ماتحت ہی ہوں۔ مدراس و کرنول دونوں جگہ انکی مرجعیت و مقبولیت کا عالم دیکھ کر دل وہم آشنا نے یہ کہا کہ ایسا نہ ہو، یہ قبول خلق کا فتنہ انہیں لے ڈالے۔ چنانچہ آخری مصافحہ کے ساتھ جب گاڑی پر بیٹھنے لگا ہوں، اور انہوں نے اپنے عادی انکسار و تواضع کے ساتھ دعا کی فرمائش کی، تو زبان پر الفاظ کچھ اس قسم کے آسکے تھے کہ "اللہ آپکے اخلاص کو قائم رکھے بلکہ روز افزوں اسمیں ترقی دے، اخلاص پیدا ہو جانا زیادہ دشوار نہیں، اصل مشکل اس کو قائم و برقرار رکھنے کی ہے قبول حلق کی لذت نفس کے لئے بُری چاٹ ہے"۔

حکیم مطلق کی حکمتوں اور مصلحتوں کے سامنے کون دم مار سکتا ہے ورنہ ظاہری عقل تو ہم حقیر بندوں کی یہ سمجھنے سے بالکل عاجز ہے کہ ہمارے اپنے صوبے میں ایک بہترین دینی خدمت گزار کو نسبتاً کم عمری ہی میں مفلوج کر کے بیکار کر دیا گیا اسی طرح اس کل ہند مخلص ترین و سرگرم ترین ملی خدمت گزار کو عین اسکی توانائی کے زمانہ میں بے شان و گمان دفعتہً اٹھا لیا گیا ! یہ بھی یقیناً رحمت ہی کا ایک کرشمہ ہوگا۔ کہ بس بندے امتحان پورا ہو گیا۔ حیات مستعار کی امانت جو عطا ہوئی تھی اسکا حق تو نے ادا کر دیا۔ اب مزید تعب و مشقت اٹھانے کی اور اپنے وطن اصلی کی بے حد و حساب راحتوں سے دور رہنے کی ضرورت اب ایک لمحہ ایک پل کیلئے بھی نہیں ! اور فوراً آ کر انعامات اب خود تڑپ رہے ہیں۔ ارجعی الا ربک راضیۃً مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ التفسیر کی وفات

جس وقت کا ڈھڑکا تھا وہ آگیا آخر

مہینوں نہیں بلکہ شاید برسوں موت وزیست میں جھولنے کے بعد شیخ التفسیر ندوۃ العلماء مولانا محمد ادریس ندویؒ نے جمعہ ۲۸ راگست لکھنؤ میں وفات پائی۔ یہ ندوی عالم نگرامی تھے انکے والد ماجد مولانا محمد انیس نگرامی اور ان کے دادا مولانا محمد ادریس صاحب (احکام القرآن) تھے یہ خاندان اہل علم کا تھا۔ اس میں ان کے ایک عزیز قریب مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندوی شیخ التفسیر تھے متوفی ۱۹۲۶ء اور مولوی محفوظ الرحمٰن اور مولوی مطلوب الرحمٰن۔

مولوی ادریس کو شروع ہی سے ندوہ اور اہل ندوہ کی تربیت ملنے لگی تھی، تقریر وتحریر دونوں میں ہونہار نکلے۔ دارالمصنفین خاص تربیت گاہ رہی اور ان پر مولانا سید سلیمان ندوی کی نگاہ کرم خصوصیت سے رہی۔ معارف میں انکے مقالات خاص طور پر جگہ پاتے گئے۔ مولٰنا عبدالرحمٰن نگرامی سے نہ صرف تفسیر قرآن کا درس لیا بلکہ علم وفضل، اخلاق ملنساری اور تواضع میں بھی انکے قدم بہ قدم رہے

ابن قیم کی تفسیریں جستہ جستہ کرکے اکھٹی کیں اور کہا جائے کہ بہتر طریقہ سے ایڈٹ کیں۔ اسطرح سے تفسر ابن قیم وجود میں آگئی۔ اور اپنے دادا مولانا ادریس کی ایک فقہی تفسیر کے دوسرے ایڈیشن کو اس وقت ایڈٹ کر رہے تھے۔ قرآنی تالیفات کا بہترین ادارہ قائم کر رہے تھے اور بیسیوں نہیں پچاسوں قرآنی موضوعات تیار کر چکے تھے۔ اپنے محترم وشفیق استاد مولانا سیّد سلیمان ندوی کی کلاسیکل سیرت النبی کے نئے ایڈیشن پر نظر ثانی شروع سے آخر تک کر ڈالی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن-لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی یہ تو تصنیف و تالیف ہوئی۔ باقی تعلیم و تدریس کا تعلق ہے۔ اس میں عمر عزیز کے سالہا سال گزارے اور اپنے درس میں قرآن مجید سے خاص ذوق اپنے شاگردوں میں پیدا کر دیتے تھے۔

تفسیروں میں رُوح المعانی (آلوسی عراقی) سے خاص ذوق رکھتے تھے اور دوسری مُستند تفسیروں پر اگرچہ پورا اعتقاد رکھتے تھے لیکن کسی کے قول سے انکار نہ تھا۔ اور ہر مناسب نئے قول کو قبول کر لینے پر تیار رہتے تھے اور اس اعتبار سے اپنے معاصرین میں ممتاز و قادر تھے۔ تفسیر ماجدی سے میرے علم میں تین شخص حُسنِ ظن انتہائی مبالغہ کے ساتھ رکھتے تھے اور اب یہ تینوں شخص دنیا سے سفر کر گئے ان میں ایک مولانا عبدالباری ندوی دوسرے شفاء الملک حکیم شمس الدین اور تیسرے یہی مرحوم۔ اللہ انہیں بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی لیڈر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد علی[1]

"شب برات" ایک خیر و برکت والی رات ہے۔ کسے خبر تھی کہ یہ شب شب قیامت یا نمونہ شب قیامت بھی بن سکتی ہے؟ مسلمان تو اس رات کو جاگ جاگ کر گزارتے ہیں کون کہہ سکتا تھا کہ اب کی رات کو ان کا نصیبہ سلا دیا جائے گا؟ زندگیاں مانگتے ہیں صحتوں کیلئے گڑگڑاتے ہیں۔ کسے خیال تھا کہ عین اسی وقت اسے اٹھا لیا جائے گا۔ جس کے وجود سے ملّتِ اسلامیہ کا وجود تھا۔ جس کی زندگی ساری قوم کی زندگی تھی اور جس کی موت، اللہ کا نام جپنے والوں کی موت، محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والوں کی موت ہے! اس پچھلے زمانہ میں مسلمانوں پر کیا کیا نہیں گزری، کیسے کیسے اکابر اٹھا لئے گئے۔ ہندوستان کے اندر اور ہندوستان کے باہر کیا کچھ جھیلنا نہیں پڑا۔ انگریزوں نے رگیدا، ہندوؤں نے دبایا، ترکوں پر "اتحادیوں کا" نرغہ ہوا۔ شریف نے بغاوت کی، مدینہ کی بستی تباہ ہوئی، مکہ لٹا، خلافت مٹی، افغانستان تہ و بالا ہوا، عراق میں خاک اُڑی، مصر کا سردار اُٹھ گیا، شام میں آسمان رویا، فلسطین میں زمین تھرائی۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہوتا رہا، ایک محمد علی کا دم، ہر زخم کیلئے مرہم تھا، ہر تازہ صدمہ کے وقت، دل کو ذرا تسکین ہوتی تھی، تو اس خیال سے کہ جو کوئی بھی چلا جائے، محمد علی تو ہم میں موجود ہے۔ آہ، کہ شعبان ۱۳۴۹ھ کی شب مبارک کو یہ آخری سہارا بھی چھن گیا اور جس پاک و بے نیاز نے محمدؐ کیلئے منادی کر دی کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم اس کے فرشتوں نے اس کے بندوں تک محمدؐ کا ایک وفادار غلام محمد علی کے لئے بھی یہی صدا پہنچا دی۔

---

[1] سچ لکھنؤ ۱۹۴۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے پاک پروردگار، اے سب کو چلانے والے اور سب کو اٹھانے والے مولا، تیرا ارادہ بے شک سب کے ارادوں پر حاکم، تیری حکمت و مصلحت قطعاً سب کی حکمتوں اور مصلحتوں پر غالب، تیری مشیت بلاشبہ آن کی آن میں ہر بہار کو خزاں، ہر ہنسی کو رنج، ہر عید کو محرم بنا دینے پر قادر رہے، لیکن کیا ہم جیسے ناتواں و کمزور بندوں کا ظرف اتنی سخت آزمائش اتنے بڑے ابتلاء اتنے کڑے امتحان کے قابل تھا! ایسی آزمائش تو ابرار و کاملین کی ہوا کرتی ہے ہم کم ظرف اس لائق تھے کہ جس گھڑی تیری رحمت کے سب سے زیادہ بھوکے ہوں، تیرے فضل و کرم کی بھیک کے لئے تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے گڑگڑاتے رہے ہوں، عین اس وقت ہماری سب سے بڑی زندہ دولت، ہماری سب سے زیادہ قیمتی کمائی، ہماری سب سے عزیز پونجی ہمارے ہاتھوں سے یوں نکل جائے؟ اور دل چاہتا تھا جس کی موت کی خبر کبھی سُننی نہ پڑے، اُسے دم توڑتے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور لاشے کو اپنے کاندھے پر اٹھائیں! تیری جناب میں ادنیٰ گستاخی کا تصور بھی نہیں دلایا جا سکتا۔ لیکن اے کمزوروں اور ناتوانوں کی خبر رکھنے والے مالک، انصاف کر، کہ تیرے حبیبؐ و محبوبؐ کو اس عالم ناسوت سے کوچ کرتے دیکھکر جب فاروق اعظمؓ کا قلب تاب نہ لا سکا، تو تیرے اس حبیب پاکؐ کے ہمنام غلام کے غم مفارقت میں اگر ہم کم ظرفوں کی زبانیں لڑکھڑانے لگیں، تو ہماری فطرت سے کچھ بعید ہے! ہم نادان و نابینا تو ادنیٰ سی ادنیٰ آزمائش کا تحمل نہیں کر سکتے، وقت کی اس سب سے بڑی اور سب سے کڑی آزمائش کیلئے دل و جگر کس سے مانگ کر لائیں۔

جلسے ہو رہے ہیں، تقریریں ہو رہی ہیں، مرثیے لکھے جا رہے ہیں، تجویزیں پاس ہو رہی ہیں کہ ایک بڑا قومی لیڈر اُٹھ گیا نیشنل کانگریس کا سابق صدر چل بسا، ہند و مسلم اتحاد کا علمبردار رخصت ہو گیا۔ یہ سب کچھ صحیح ہو گا، لیکن یہ کسی کی زبان پر نہیں آتا، کہ اللہ کا بندہ اٹھ گیا اپنے رب کا پرستار چل بسا، محمدؐ کے نام کا عاشقِ زار رخصت ہو گیا! آج ماتم اس کا نہیں کہ ایک جادو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان مقرر اور بہترین انشا پرداز گم ہو گیا، ماتم اسی کا ہے کہ وہ گم ہو گیا۔ جو سچائی کا پتلا تھا۔ جو حق گوئی کا مجسمہ تھا۔ جس نے اپنی دنیا برباد کر کے اپنی عاقبت بنائی تھی، جس نے اپنی مرضی کو اپنے مولا کی رضا میں فنا کر دیا تھا۔ جس نے زریں لباس چھوڑ کر فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی تھی جس نے بیش قیمت سوٹ اتار کر، جیل کی کملی اوڑھ لی تھی، جس کے دل میں سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اگر دھن تھی تو اللہ کے دین کی، اور ہر لمحہ و ہر آن اگر تڑپ تھی تو رسولؐ کی نصرت و خدمت کی، اس کی سچی آپ بیتی خود اسی کے ایک شعر میں سنئے ؎

سب کھو کے تیری راہ میں دولت دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے!

بیشک اس نے دنیا اور دولت دنیا ساری کی ساری کھو کے رکھدی، اور کھوئی بھی کسی کی راہ ہی میں! "کھوتے" ہوئے اور "لٹتے" ہوئے سب نے دیکھا۔ پاتے ہوئے اور ملتے ہوئے کی جھلک کسی کسی نے آج بھی دیکھ لی اور "کل" انشاء اللہ سب ہی دیکھیں گے۔

ذہانت، ناموری شروع ہی سے حصہ میں آئی، علی گڈھ میں نام پیدا کیا۔ آکسفورڈ جا کر ناموری کہاں سے کہاں پہونچی "سول سروس" کی جانب لپکے الٹے پاؤں واپس کئے گئے۔ بڑودہ اور رامپور دونوں کی قدر شناسیوں کا چند روز مزہ چکھا۔ بیوہ او تہجد گزار ماں کی دعا نے جو غلاف کعبہ سے مانگی گئی تھی کہ "میرے شوکت اور محمدؐ کو اسلام کا خادم بنا دے"۔ ساتھ نہ چھوڑا جو نہ صرف "مسٹر" تھا مسٹروں کا سردار تھا۔ دیکھتے دیکھتے "مولانا" تھا۔ چہرہ پر داڑھی، سر پہ پٹے، جسم پر کھدر، حافظہ میں قرآن اور دل کے اندر اسلام کا سوز اور دین کی تڑپ! ایک سوزش تھی کہ ہر وقت پھونک رہی تھی۔ ایک جوشش تھی جو ہر آن خون کو کھولا رہی تھی! لڑکی ایک نہیں دو[۲] لڑکیاں، چھوٹی بچیاں نہیں، پالی پوسی شادی شدہ جوان لڑکیاں، عاشق زار باپ کی آغوش میں تڑپ تڑپ کر اور سسک سسک کر مریں۔ قومی زندگی میں ہر طرف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخالفت، ہر منصوبہ ناکام، ہر سمت سے الزامات، قابلیت کا اعتراف سب کو، خلوص کا اقرار دشمنوں تک کو، لیکن ناکامی ہر طرف سے مسلّط، کرِیکٹر و ہمدردی کے بلند ترین معیار کا قائل، ہر ایک مُتنفّر، لیکن دونوں پرچے ناقدری کی نذر! نظر بندی کی سختیاں جھیلیں، جیل خانہ کی کڑیاں اٹھائیں اور آخر عمر میں اس سے بڑھ کر آزمائش کہ عمر بھر کے دوستوں رفیقوں اور عزیزوں سے بے تعلقی، آویزش، جنگ، مسلم لیگ سے جنگ، فرنگی محل سے جنگ، جمیعتہ العلماء سے جنگ، پنجابی ٹولی سے جنگ، "بنگالی ٹولہ" سے جنگ، احناف سے جنگ، اہل حدیث سے جنگ، ہندوؤں اور انگریزوں سے جنگ مدت سے تھی ہی۔ اب اپنے مخلصوں، عزیزوں اور بھائیوں تک سے جنگ! تصدق شیروانی خواجہ مجید، ڈاکٹر محمود اور انتہا یہ ہے کہ انصاری تک سے جنگ! غرض ایک خدا کے لئے ساری خدائی سے جنگ! دیکھنے والوں کو دیکھ دیکھ کر ترس آجاتا تھا۔ لیکن جس کی نگاہ یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ؎

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اسے کوئی کیا سمجھاتا اور کیونکر روکتا! اللہ کا شیر اللہ کے لئے سب سے لڑا اور خوب لڑا۔ شاعری کے عالم میں زبان سے جو کچھ نکلا تھا واقعات کی دنیا میں اس نے اسے پسچ کر دکھایا۔ کہا کرتا تھا کہ اگر آج ساری دنیا مجھ سے روٹھی ہوئی ہے، تو میں بھی ساری دنیا سے روٹھا ہوا ہوں۔

احباب بار بار بگڑ بگڑ کر کہتے تھے کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا، خبطی ہو گیا کہ ساری دنیا کو اپنا دشمن بناتا چلا جا رہا ہے، نہ مصلحت وقت پر نظر ہے، نہ کسی کی دلشکنی کی پرواہ، نہ اپنا نفع نقصان دیکھتا ہے، کوئی کہتا کہ آخر ساری دنیا کے اخبارات چل رہے ہیں۔ کامریڈ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمدرد کو بھی آخر کاروباری اصول پر کیوں نہیں نکالا جاتا ؟ کوئی صاحب فرماتے کہ کونسل اور اسمبلی میں جانے کے بجائے شور وغل میں پڑ کر محمد علی نے اپنی قوت و وقت کو ضائع کیا۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہوتا کہ جامعہ ملیہ کی پرنسپلی پر جم جانا چاہیئے تھا۔ تاریخ پر ریسرچ کے بعد کوئی محققانہ تصنیف کرنی تھی ! اعتراضات صحیح تھے۔ محمد علی واقعی "دیوانہ" ہو چکا تھا اسے جو کچھ دکھایا گیا تھا اس کے بعد بھی اگر دیوانہ نہ ہو جاتا تو اس کی دیوانگی میں کیا شبہ تھا ؟

ادست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
مر سُس را دید و در خانہ نہ شد

کیسا وطن اور کہاں کی پرستی ؟ آج ہر طرف سے زور لگ رہا ہے کہ محمد علی کو نیشنلسٹ ثابت کر دکھایا جائے وہ "دیوانہ" عقل و فرزنگی سے بیگانہ دیوانگی کے اس مرتبہ تک پہونچ چکا تھا جہاں نہ "نیشنلزم" باقی رہ جاتی ہے نہ "کمیونزم" وہاں مدنظر صرف خالق کی رضا تھی۔ کیا خدا کی شان ہے کہ جو اتنا اونچا ہو چکا کہ اسے نیشنلزم کی پستی پر زبردستی گھسیٹ گھسیٹ کر لایا جا رہا ہے اور جو مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی پرستاری میں لگ چکا تھا۔ اُس کے لئے باعث فخر بتایا جا رہا ہے کہ وہ "وطن" اور "ہندوستان" کے بُت کا پجاری تھا ! بے شک محمد علی بہت بڑا ہندوستانی تھا۔ اس کو اپنی ہندوستانی ہونے پر فخر تھا لیکن اس کی ہندوستانیت ماتحت تھی۔ اس کی اسلامیت کے ! وہ "خدا" اور "وطن" دو کا قائل تھا قائل صرف خدا کا تھا اور چونکہ خدا ہی نے وطن والوں کی خدمت بھی فرض رکھی ہے اسلئے وطن کا خادم بھی تھا۔

تمنائیں اور آرزوئیں بڑے بڑوں سے کرائی گئی اور جب وہ امیدیں ان پاکوں سے پوری نہیں ہوئی ہیں تو ناپاکوں نے ان پر حملے بھی خوب کئے ہیں۔ آج کی کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سُنّت قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ قالوا یا صالح قد کنت فینا مرجوا قبل ہذا أتنہانا ان نعبد ما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعبد آباؤنا وانّنا لفی شک مما تدعونا الیہ مریب ـ

اور یہ دستور بھی شروع ہی سے قائم ہے کہ جس نے ذرا سا بھی دعویٰ محبت کیا، اسکا امتحان بھی ہو کر رہا کسی کو سولی پر چڑھنا پڑا، کسی کو آرے سے چروا دیا گیا، کسی کو دہکتی آگ میں کودنا پڑا۔ کسی سے اولاد کی قربانی مانگی گئی، کسی کے خاک اور خون میں تڑپنے کا تماشا دکھایا گیا، کسی کو جلاوطنی نصیب ہوئی، کسی کا جسم کوڑوں سے لہولہان کر دیا گیا اور کسی کو قید خانے کی بوجھل زنجیروں سے گراں بار کیا گیا۔ محمد علی کے لئے کیا یہ قانون بدل جاتا اور جس نے کہا تھا کہ

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کا مزا دیکھ

اسے یوں چھوڑ دیا جاتا؟ محبوبوں کے ساتھ معاملہ جو کچھ بھی ہوتا ہو۔ محبوں اور عاشقوں سوختہ جانوں اور دلفگاروں کیلئے تو یہی ایک قاعدہ مقرر ہے، ذلت و رسوائی، قید و بند، قتل و خون، ناکامی و نامرادی، شکست و شکستِ نفس ـ

عشق معشوقاں نہاں ست دستبر
عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
عشق معشوقاں دو رخ افروختہ
عشق عاشق جان او را سوختہ

محمدؐ علی تو جا اور خوشی خوشی جا جنت میں اپنی جگہ لے! تجھے آج کون مُردہ کہتا ہے۔ غریب الوطنی کی موت بجائے خود ایک درجۂ شہادت رکھتی ہے اور پھر تیرے شہید و صدیق ہونے پر تو اللہ کا کلام شاہد ہے۔ والذین آمنو باللہ ورسلہ اولائک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم۔ تو اس وقت اپنے ماتم کرنے والوں سے کہیں زیادہ مسرت و آزادی کے ساتھ اپنا وہی روشن چہرہ لئے ہوئے عالم برزخ میں جنت کی سیر کر رہا ہے اور تیرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیازمندوں کو اپنی جگہ پر یقین ہے کہ بغیر اپنے دوستوں اور مخلصوں کے جم غفیر کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے تو ہرگز جنّت کے اندر قدم رکھنا پسند نہ کرے گا اپنی ناسوتی زندگی میں تو نے اپنے چھوٹوں کو اپنے سے آگے رکھا۔ جنّت کی لطیف فضا میں تیرا یہ جوہر کہیں زیادہ روشن ہو کر چمکے گا اور جس طرح دنیا میں تو نے لاکھوں کرداروں کی رہنمائی کی۔ جنّت میں بھی انشاء اللہ بہتوں کی رہبری اور رہنمائی کا علم تیرے ہاتھ میں ہوگا۔ مدت ہوئی تو نے اپنے رفیق خاص غلام حسین مرحوم، سب ایڈیٹر کمرشیڈ و ایڈیٹر ہمدرد ایزن کے ماتم میں چند شعر کہے تھے۔ وہی شعر آج خود مجھے سنانے کو جی چاہتا ہے۔

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسین — کوئی دن اور بھی جئے ہوتے
کچھ تو انعام حق پرستی کے — ہم غریبوں سے بھی لئے ہوتے
تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا — چند نعم البدل دیئے ہوتے
تھی شہادت کی کس قدر جلدی — کام کچھ اور بھی کئے ہوتے
خوب کٹتا بہشت کا رستہ — ساتھ ہم کو بھی اگر لئے ہوتے

بدنصیب قوم، روؤ اور ساری عمر روتی رہو، آج تو بیوہ ہوگئی، تیرا والی وارث چل بسا، تیرا سہاگ لٹ گیا، صبر کر جسطرح غمزدہ رانڈیں اور سوگوار بیوائیں صبر کیا کرتی ہیں! خفتہ بخت ملّت، آج تو یتیم ہوگئی، تیرے سر سے سایۂ پدری اٹھ گیا، شفقت پدری سے تو محروم ہوگئی۔ صبر کر، جسطرح بے کس اور بے بس یتیم صبر کرتے ہیں! اللہ میں سب قدرت ہے ہر نیست کو ہست اور ہر ناممکن کو ممکن کر دکھا سکتا ہے۔ لیکن ہم گرفتار اسباب بندے اب کیا کہہ اپنے دل کو سمجھائیں اور کس چیز سے اپنے کو تسکین دیں؟

تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدرِ تو نشناخت دریغ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد علی کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی۔ حضور انور نے اسی عمر میں مکہ سے ہجرت فرمائی تھی۔ آقا کی مکی زندگی کا عکس وفادار غلام کی زندگی کے آئینہ میں خاصہ نظر آتا رہا ہے، قبل اسکے کہ مخدوم کی مدنی زندگی کی فاتحانہ شان جھلکنے پائے۔ خادم کا رشتہ حیات ہی منقطع کر دیا گیا۔ آج کی حسرتیں کون کہہ سکتا کہ کل کس کس طرح نکل کر نہ رہیں گی!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شوکت علی[1]

ایک دور کا خاتمہ

نظر تصور کو ۲۵-۲۶ سال پیچھے پھینکئے۔ مسلم یونیورسٹی کی نئی نئی تحریک کا وہ غلغلہ بلند ہے کہ ہر صدا اس صدائے صور کے آگے دب کر رہ گئی ہے۔ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی (مجلس ترتیب و آئین و ضوابط) کا اجلاس لکھنؤ میں راجہ صاحب محمود آباد مرحوم کی زیر صدارت قیصر باغ میں ہو رہا ہے۔ باہر کے تقریباً سارے مہمان محمود آباد ہاؤس کے عالیشان و پر تکلف مہمان خانہ میں مقیم ہیں، ایک صاحب بہادر ایسے ہیں جن کی انگریزیت کی تسکین صرف انگریزی ہوٹل ہی میں ٹھہرنے سے ہو سکتی ہے اجلاس ہو رہا ہے کہ دوپہر کے وقت یہی "صاحب" جلسہ گاہ میں داخل ہوتے ہیں لحیم و شحیم، گراں ڈیل، رنگ سرخ و سپید وضع و صورت بالکل انگریز، مونچھیں خوب گھنی اور خوب چڑھی ہوئی کہ آنکھوں سے گویا شعلے نکلتے ہوئے! یہ آنے والا تھا شوکت علی۔ ۱۹۳۸ء کا "مولٰنا" شوکت علی نہیں ۱۹۱۱ء کا مسٹر شوکت علی۔ محکمہ افیون کا ایک اعلیٰ آفیسر، علی گڈھ کا مشہور کرکیٹ کپتان اور مشہور ترفدائی۔ ہٹ چھٹ اولڈ بوائے۔ چندہ بازوں کا سردار، بوڑھا نہیں، جوان شوکت علی۔ اور بوڑھا وہ ۶۵ سال کے سن میں بھی کب ہوا تھا؟

دنیا کی عمر اور ڈیڑھ سال کھسکتی ہے۔ دسمبر ۱۹۱۲ء کی آخری تاریخیں ہیں۔ لکھنؤ میں وقت کی سب سے بڑی قومی مجلس ممڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دھوم دھام سے ہو رہا ہے، سہ پہر کے وقت کانفرنس کے مہمان، عیسائیوں کے مشہور زنانہ کالج ازبلا تھوبرن کالج

---

[1] صدق دسمبر ۱۹۳۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں چائے پر مدعو ہیں۔ جاڑوں کی شام آتے ہی دیر کیا لگتی ہے۔ نماز مغرب کا وقت آجاتا ہے اچھی اچھی لمبی داڑھیاں رکھنے والے، جُبّہ و عمامہ والے حیص بیص میں ہیں کہ ایک سوٹ پوش "نیچری" اُٹھ کر وہیں مسیحی کالج کے برآمدوں اور کمروں میں نماز جماعت کے لئے اعلان کرتا ہے اور آ آ کر ایک ایک مہمان سے خوشامد کرتا ہے کہ بھائی خدا کیلئے اس وقت نماز جماعت میں شریک ہو جاؤ، وضو نہیں ہے نہ سہی، اس وقت تو ہمیں عیسائیوں پر اپنی جماعت کا سکہ جمانا ہے۔ یہ وہی سوٹ پوش ہیٹ نواز شوکت علی تھے جس کا قالب اب بھی انگریز ہے، جنگ طرابلس و بلقان کے تجربہ کے بعد اب پوری طرح مسلم ہو چکا ہے۔ فقہاء ظاہر جو کچھ بھی فتوے دیں لیکن ہائے وہ ایک نماز بے وضو جو کتنی ہی باوضو نمازوں سے انشاء اللہ، اللہ کے یہاں افضل نکلے گی! خون کے چند قطرے بھی اگر کپڑوں میں لگ جائیں تو نماز درست نہ رہے گی۔ لیکن شہید کا سارا جسم اسی ناپاک خون سے ڈوبا ہوتا ہے اور حکم یہ ہے کہ اس کو پانی سے پاک نہ کرو اسی حالت میں اسے اللہ کے حضور میں پہنچاؤ!

خون شہیداں رازِ آب اولیٰ ترست
ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست

منظر بدلتا ہے اور ۱۳ء و ۱۴ء میں نہ وہ صفا چٹ چہرہ رہتا ہے، نہ چڑھی ہوئی مونچھیں اور نہ وہ زرق و برق انگریزی سوٹ! سر پر ہیٹ کی جگہ کلپاک، جسم پر ڈھیلا ڈھالا ترکی وضع کا موٹے کپڑے کا لمبا سیر کوٹ، چہرہ پر گھنی داڑھی اور لبیں کتری ہوئی۔ اب شوکت علی "اسٹیشن کلب" کی جان نہیں، انگریزی سوسائٹی کا منظور نظر نہیں، وہ نہیں جسپر لیڈیوں کی نظریں پڑیں اور جس کی طرف "افسروں کے ہاتھ "شیک ہینڈ" (مصافحہ) کے لئے بڑھیں وہی شوکت علی، جو طالب علمی کے زمانہ میں نیچے درجہ کے طلبہ سے ان کی اچکنیں اور شیروانیاں اور کرتے اتروا کر سوٹ بوٹ میں ملبوس کراتا تھا۔ ان کے گلے میں ٹائیاں بندھواتا تھا جسے مشرقیت سے گویا چڑ تھی اور جو کہنا چاہئے کہ "صاحبیت کا باضابطہ بپتسمہ دیتا تھا۔ اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب سر سے پیر تک مشرقی تھا اور ٹھیٹھ مسلمان، وہی شوکت علی جو کبھی علی گڈھ کا پرستار تھا اور اولڈ بوائز لاج کا فرمانروائے خود مختار اب محض "خادم کعبہ" ہے خادم محض کعبہ یا رب کعبہ کا نہیں کعبہ کے خادموں کا خادم، کعبہ کے زائروں کا چاکر، سینہ پر مجلس خدام کعبہ کا نشان لگا ہوا۔ جب دیکھئے حاجیوں اور زائروں کی خدمت میں سرگرم! مولیٰ کی کریمی کے رنگ کیسے بے حساب اور بندہ نوازی کے ڈھنگ کیسے بے شمار ہیں۔ بھاگے ہوؤں کو کس کس طرح پکڑ پکڑ کر گھیر گھار لاتے ہیں اور منہ موڑے ہوؤں کو کس کس طرح کمندیں ڈال ڈال کر کھینچ بلاتے ہیں۔

اس کے بعد جتنے دور ہیں سب کی نظروں کے سامنے ہیں مقصود طول کلام نہیں۔ ہندوستان میں تحریک خلافت عبارت تھی انھیں دو بھائیوں، علی برادران کی ذات سے! ہزاروں کے لئے جیل کی راہ آسان کر دی خود کانٹوں کا تاج بار بار پہنا کر دوسروں کے لئے کانٹے پھول بن جائیں، برسوں ہندوستان کے طول و عرض میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک گاندھی جی اور محمد علی کے ساتھ مل کر بے تاج کی بادشاہت کی۔ مسلمان تو مسلمان، ہندوؤں سکھوں، پارسیوں تک سے اپنا کلمہ پڑھوایا اور لاکھوں کی نہیں کروڑوں کی زبان سے اللہ اکبر کے نعرے لگوا دیئے۔ اپنے مولیٰ کی بڑائی پکروائی! اور پھر برسوں وہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خوب سہہ لیا۔ اب بیگانے نہیں خود "اپنے" بیگانے بن چکے تھے۔ اور جنھیں کل تک ناز تھا مولانا کی رفاقت پر، خدمت گاری پر، جو فخر و مباہات کے ساتھ آپس میں چرچا کرتے تھے کہ آج مولانا نے ہم سے چوکی پر لوٹا رکھوایا۔ ان ہی نے وہ زبان درازیاں شروع کیں کہ شرافت کی آنکھیں نیچی ہو گئیں اور متانت نے منہ پھیر لیا۔ دنیا بھر کا کوئی گندہ سا گندہ الزام نہ تھا کہ جو گندی سی گندی زبان سے اس پر نہ لگ چکا ہو، جو آج پھر کمال عبرت اور انتہائی حمیت کے ساتھ "مرد مجاہد" پکارا جا رہا ہے۔ محمد علی قلب نازک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تراور دماغ حساس تر رکھتا تھا۔ کئی برس قبل اس ابتلا گاہ سے اٹھا لیا گیا، "بڑے بھیّا" کو اپنے صبر وضبط کا زیادہ دعویٰ تھا۔ امتحان گاہ میں سات آٹھ سال اور رکھے گئے! دونوں بھائی دن میں خدا جانے کتنے الفاظ شمار وحساب سے خارج بول ڈالتے تھے۔ آخر زبان کے گناہوں کا کفارہ کیوں کر ہوتا کارساز بندہ نواز نے کیا خوب انتظام کر دیا۔ ادھر دل وجگر پر ہر روز نشتر وخنجر چلتے رہے ادھر سارے گناہ ایک ایک کر کے دھلتے رہے۔ قرب ورضا کے درجہ ایک ایک کر کے بڑھتے رہے، یہ سمجھے کہ ہم مظلوم ہیں غیب سے ندا آئی کہ مظلوم ہی یہاں مقبول ہیں۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ والا وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد پڑ جائے۔ شوکت مجذوب کی خصوصیت یہ تھی کہ شکل دیکھتے ہی اللہ اکبر کی آواز کانوں میں گونجنے لگتی۔ اللہ کے نام کو پکار پکار کر انتی بار چیا، اللہ کے نام کی بڑائی اتنی بار خود پکاری، دوسروں سے پکروائی کہ خود ہی اللہ اکبر کا ایک مجسمہ بن کر رہ گئے تھے۔ ادھر نمودار ہوئے نہیں کہ ادھر نعرۂ تکبیر لگنے لگے۔ اب کیا "ذکر جہر" کے سارے فضائل صرف خانقاہ نشینوں ہی کے حصہ میں آئیں گے اور جس کے ذکر جہر سے عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا وہ محروم، منہ دیکھتا رہ جائے گا!

کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا!

۲۴ء میں خلافت ہی نہیں ٹوٹی محمد علی کا دل بھی ٹوٹ گیا۔ اور برابر اور زیادہ ہی ٹوٹتا رہا۔ شوکت کی موت خوب وقت کی منتظر رہی۔ ادھر وہ ہستی اپنے مولا کے حضور میں پہنچی جس نے خلافت توڑی تھی اور ادھر وہ ذات بھی معاً طلب ہوئی۔ جو خلافت ہی کے نام پر جی رہی تھی۔ پیشی اب اسی آخری دربار میں ہو رہی ہوگی جس کے بعد کوئی دربار نہیں اور فیصلہ اسی عدالت سے ہو رہا ہوگا جس کے اوپر کوئی عدالت نہیں۔ اجتہاد حق وصواب پر کس کا تھا۔ انک میت وانہم میتون ثم انکم یوم القیمۃ عند ربکم تختصمون۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کرکیٹ کی شہرۂ آفاق کپتانی کے زمانے میں "بیٹنگ" بالکل بے تحاشہ بے تکان اور بے پناہ تھی۔ گیند کو بلّے پر اس زور سے مارتے کہ گیند وہاں پہنچ کر گرتی جہاں کوئی فیلڈر تو کیا اس کا وہم و گمان بھی نہ پہنچ پاتا۔ ۲۰ سال کی عمر کی یہ خصوصیت ۶۴۔۶۵ سال کی عمر تک قائم رہی میدان کرکیٹ کا نہیں، سیاسیات کا سہی۔ جب وار کیا بے پناہ اور جب ہاتھ مارا اس زور قوت کے ساتھ کہ ساتھی اور تماشائی دنگ اور حریف کے چہرہ کا رنگ فق!

باؤنڈری در باؤنڈری ہٹ لگانے والے کپتان زندگی کی طرح موت کی بازی میں بھی جیت تیری ہی رہی، جلوس زندگی میں ہزارہا نکلے اور ایک سے بڑھ کر ایک پُرشوکت۔ لیکن آہ ۲۸ر نومبر کا جلوس میّت! کیا کسی دولہا کی بارات اس دھوم سے چلی ہوگی! کیا کسی رئیس کی سواری اس شان سے نکلی ہوگی! کیا کسی سیاسی لیڈر کو اتنے سوگوار نصیب ہوئے ہوں گے! دیکھا اے شوکت ملّت کہ آج کتنی بیوائیں تیرے فراق میں بلک بلک کر رو رہی ہیں۔ کتنے بچّے تیری یاد میں تڑپ رہے ہیں، کتنے سفید ریش پیرِ مرد خود اپنے کو آج یتیم سمجھ رہے ہیں۔ کتنے جوانانِ صالح روتے پیٹتے تیرا جنازہ کاندھوں پر اٹھائے میلوں پیدل چل رہے ہیں! ہزارہا ہزار کے اس مجمع سے دور، ملک کے گوشہ گوشہ میں، شہر میں، دیہات میں۔ جہاں کہیں بھی ایک اللہ کے ماننے والے آباد ہیں، گھر گھر تیرا ماتم کس اخلاص و دردمندی کے ساتھ برپا ہے! کروڑوں کی آبادی کس دردِ دل کے ساتھ تیرا سوگ منا رہی ہے! کتنے ایسے جنھوں نے کبھی تیری شکل نہیں دیکھی تھی۔ آج اپنی جگہ محسوس کر رہے ہیں کہ گویا خاص انہیں کا گھر بے چراغ ہوگیا ہے!

شوکت کی موت تنہا ایک سپاہی کی موت نہیں، محض ایک جنرل کی موت نہیں، پوری ایک نسل کی موت ایک مستقل دور کی خاتم ہے۔ شام ہونے لگتی ہے تو آفتاب کی حدت و تمازت پہلے دھیمی پڑتی ہے پھر آفتاب کے چہرہ پر زردی چھانے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ قرص آفتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری غائب ہو جاتی ہے۔ جب دور تجدد و انقلاب کے پھیلنے کا وقت آیا تو کسی کی مشیت کاملہ متقاضی اُس کی ہوئی کہ تہذیب محمدی کے علمبردار اور اتحاد اسلامی منادایک ایک کر کے اٹھا لئے جائیں۔ پہلا بلاوا محمد علیؒ کا آیا۔ پھر شاہ نادرِ غازی کی طلبی ہوئی اور پھر اقبال کی پکار ہوئی اور اب اس عمارت کے آخری ستون کو بھی ہٹا کر راستہ بالکل صاف کر دیا گیا۔ شوکت علی آخری مسافر تھے۔ اس قافلہ کے آخری یادگار تھے دعایتِ خلافت اور تحریک اتحاد عالم اسلام "صاحب" کی اصطلاح میں "پان اسلام ازم" کے آخری ستون کے گر جانے سے راستہ صاف ہو گیا۔ وطن کی پوجا کیلئے سوشلزم اور کمیونزم کی خدائی کیلئے اور نئے نئے ناموں کے ساتھ طرح طرح کے آنے والے فتنوں کیلئے جیل جانے والے، تختہ دار پر چڑھ جانے والے اب بھی یقیناً پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن ملتِ اسلامیہ کے فروغ و برتری کیلئے دین الٰہی کی نصرت کیلئے اپنا کاروبار مٹا دینے والا اپنی جان و مال دونوں کو ذبح کر دینے والا، اپنے سینہ کو گولیاں کھانے کیلئے پیش کر دینے والا اب کون اٹھے گا؟

وہ بات کو کہن کی گئی کو ہکن کے ساتھ

اعلاء کلمۃ اللہ کے جہاد کرنا الگ رہا خود یہ تخیل قابل مضحکہ قرار پائے گا۔ اس پر آوازے کسے جائیں گے اس پر ٹھٹھے لگائے جائیں گے اور اس کا نام زبان سے نکالنا، تعزیرات ملک میں ایک سنگین جرم ٹھہرے گا۔

شوکت اعظم زہد و تقویٰ کا پیکر نہ تھا۔ اس راہ کا مسافر ہی نہ تھا، مست و دیوانہ تھا، رند اور قلندر تھا لیکن دیوانہ اپنے اللہ کے نام کا اور مست اپنے مولا کے پیام کا۔ عمر بھر لڑتا ہی رہا آج اس سے جنگ کل اُس سے اور دشمنوں سے زیادہ خود دوستوں سے لڑا۔ لیکن یہ ساری لڑائی بھڑائی، یہ سارا شوق جنگجوئی اُسی محبوب کی خاطر جو ہر قدرت والے سے بڑھ کر قادر اور ہر توانا سے زیادہ توانا ہے۔ مدت ہوئی میر تقی میر کا ایک شعر مثنوی زہر عشق کی دُھن میں ایک صاحب کو پڑھتے سُنا تھا۔ ؎

www.KitaboSunnat.com

دلِ پُرخوں کی اِک گلابی سے　　عمر بھر ہم رہے شرابی سے

الحمدللہ کہ ایسے "شرابی" کا نمونہ دیکھنے میں آگیا۔ اللہ کے نام کا ایسا مست اور متوالا اب کیوں دیکھنے میں آئے گا! کس کا دل اُمّت محمدیہ کی دردمندی میں اتنا خونا خون نکلے گا؟ اور موت کے بعد رُوح تو ادھر اعلیٰ علیّین کو سُدھاری، جسم کو جگہ کہاں ملی؟ ہائے حالی کا شعر مرثیہ غالب کا یاد کر لیجئے ؎

کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر
ہمہ تن چشم انتظار ہے آج

جامع مسجد دھلی کے سامنے کا میدان، پشت کی طرف لال قلعہ، شاہان اسلام کی دنیوی عظمت و جلال کی آخری یادگار، رُخ کی طرف مسجد کے در و دیوار گنبد و مینار اور شاہان اسلام کی دینداری کا نشان، سبحان اللہ وبحمدہٖ! اور پھر اپنے ہم مشرب سرمدِ مست کا جوار! اللہ اکبر! شوکت مرحوم اپنی زندگی میں اپنے فن کے لئے کوئی جگہ تجویز کرتے تو اس سے بہتر اور کون سی ہوتی؟

جا خوش نصیب اور نامور کریکٹر! فلاحِ امت و خدمت ملت کے میدان میں تیری باؤنڈریاں در باؤنڈریاں قیامت تک زندہ رہیں گی اور تیری تربت پر وہ لوگ بھی عقیدت کے پھول چڑھاتے رہیں گے جو زندگی میں تجھے کچوکے ہی دیتے اور تیرے دل و جگر کو لہولہان ہی کرتے رہے، تیری تُربت کے ذرّہ ذرّہ سے یہ صدا گوشِ دل سے سننے والوں کے کان میں آرہی ہے ؎

زمن بہ جرم پتیرن کنارہ میکردی
بیا بہ خاک من و آرمید نم بنگر!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسرت موہانی[1]

حسرت موہانی بھی آخر اللہ کو پیارے ہو گئے اور یہ ایک سخت دھکا ہے جو اُردو ادب اور قومیت اسلامی دونوں کو بیک وقت پہنچا ہے۔

مرحوم اپنے وقت کے ایک بہترین شاعر تھے اور غزل گوئی کے تو کہنا چاہئے بادشاہ ہی تھے۔ شوخی کے ساتھ متانت کا اتنا دلآویز امتزاج کمتر ہی کسی کے حصّہ میں آیا ہے۔ اپنے رنگ میں فردِ فرید تھے۔ کلام عاشقانہ تھا۔ شوخی تھی، بے حیائی نہ تھی، رندی تھی اوباشی نہ تھی، معاملہ بندی تھی فحاشی نہ تھی، بے تکلفی تھی رکاکت نہ تھی، سنجیدگی تھی خشکی نہ تھی۔ ترکیبوں کی صناعت، بندشوں کی لطافت، اسلوب کی نزاکت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ جدّت کی اجنبیت نہ تھی، ندرت تھی، طُرفگی تھی، عجوبگی نہ تھی۔ مومن و نسیم دہلوی کے رنگ کو پہلے اپنایا پھر پھیلایا چمکایا عشق جتلایا

---

[1] صدق ۱۴ دسمبر ۱۹۵۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توبنت عم کے ساتھ شریف، پردہ نشین خاتون کے ساتھ آشنائی کا دم، رقیبوں کے غول درغول، بازاری بیسواؤں کے ساتھ کبھی نہ بھر، کلام پڑھئے تو دل میں سوز وگداز پیدا ہوگا۔ ولولے پیدا ہوں گے، تمنائیں انگڑائیاں لیں گی، جذبات نفسانی میں ہیجان ایک بار پیدا نہ ہوگا۔

محاورات پر عبور، زبان پر دہ حکمرانی بلکہ صاحبقرانی کہ باید وشاید، شعر جتنا اچھا کہتے تھے اتنا ہی اچھا پرکھتے بھی تھے۔ سخنگوئی اور شے ہے اور سخن فہمی اور یہاں جو پایہ سخنوری میں تھا وہی سخن سنجی میں!؟ یار، آن دار و دایں نیز ہم۔ اردوئے معلّیٰ[لہ] کے پرچوں کو پڑھ پڑھ کر خدا معلوم کتنوں کو خود دعویٰ نقادی ہوگیا۔ آخر زمانہ میں ادھر کئی سال سے سیاست شاعری پر غالب آگئی تھی پھر بھی سالہا سال کی مشاقی و اُستادی پر کوئی پانی کیسے پھیر دے!

سیاست میں وہ خود اپنی ذات سے خود ایک انجمن، ایک ادارہ، ایک پارٹی تھے۔ شروع میں اپنے کو منسوب تِلک کے اسکول سے کرتے رہے اور اب ایک عرصہ سے اپنے کو کمیونسٹ کہنے لگے تھے لیکن حقیقتاً وہ مقلد کسی کے بھی نہ تھے۔ مجتہد اگر نہیں تو منفرد تو ضرور تھے کانگریس میں جب تک رہے ساتھیوں سے لڑتے بڑھتے اور آزادی کا علم بلند کئے رہے تحریک خلافت میں رہے تو اسی شیر دلی کے ساتھ اور مسلم لیگ میں جب کام کیا تو حد یہ ہے کہ قائد اعظم جناح صاحب تک کی شخصیت سے بھی نہ دبے۔ مذہبی اتنے کہ کسی میٹنگ کسی جلسہ میں بھی ہوں ادھر نماز کا وقت آیا اور ادھر وہ اپنی میلی کچیلی ہی شیروانی اتار اور اسی کو جانماز بنا، کمرہ میں، برآمدے میں جہاں بھی جگہ ملی نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ حج زندگی میں ایک دو نہیں سولہ[۱۶] کئے مُر سلسلہ قادریہ میں فرنگی محل کے خاندان رزاقیہ میں تھے اور خوش عقیدگی میں حد غلو تک پہنچے ہوئے تھے۔

رُدولی بانسہ اور لکھنؤ کے عرس تو شائد ہی کبھی ناغہ ہونے پاتے اتنی گنجان داڑھی اور مذہب کے ساتھ یہ شیفتگی دنیا کے کسی کمیونسٹ میں پائی گئی ہے؟

لہ مولانا کے ماہانہ رسالہ کا نام (مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی، ادبی اور سارے پبلک پہلوؤں سے بڑھ چڑھ کر دلکش پُرتاثیر قابلِ عظمت سقودہ صفحات، خود حسرت کی شخصیت اور ذات تھی۔ سادگی، بے تکلفی، تواضع، انکسار کی ایک تصویر تھے اپنی بڑائی کا احساس تک نہ تھا۔ ان کی کمیونزم بھی درویشی کے مرادف تھی۔ گھر میں غلّہ وغیرہ کا ذخیرہ سال بھر کے لئے کیا معنی مہینہ بھر یا چند روز کیلئے بھی جمع کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ روزکار روز سودا اپنے ہاتھ سے لاتے تھے۔ جب دیکھئے دامن میں لئے بازار سے چلے آرہے ہیں۔ نہ کسی سے تکلّف، نہ کوئی شرم اور جھجھک۔ راستہ میں بڑے بڑے موٹر نشین مل گئے بے دھڑک ان سے باتیں کر رہے ہیں، میلی شیروانی، میلی ٹوپی بوسیدہ عینک کے ساتھ راجہ سلیم پور کے ہاں چلے گئے، فلاں راجہ، فلاں نواب، فلاں گورنر کے ہاں چلے گئے اور جو کچھ کہنا تھا، لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ سُن آئے، کوئی مہمان آگیا تو کچھ پرواہ نہیں، رات کی باسی کھچڑی چھینکے پر ٹنگی ہوئی، وہی لے کر خود بھی کھائی اس کو بھی کھلادی، بڑا تکلف کا اہتمام کیا تو جا کر دو پیسہ کا دہی لے آئے۔ ہر حال میں مست اور مگن اتنے لیڈروں میں، انھیں کو دیکھا، بے صبری اور ناشکری کا لفظ جیسے ان کے کان میں کبھی پڑا ہی نہ تھا۔ جو کچھ بھی مل گیا ہنسی خوشی کھالیا اور کچھ نہ ملا تو فاقہ بھی اسی خوشی دل اور بشاشت قلب کے ساتھ کاٹ دیا۔ نفس مطمئنہ کتابوں میں پڑھا تھا کہ بعض بزرگوں کو حاصل ہو جاتا ہے، آنکھوں سے مثال اسی درویش کی زندگی میں دیکھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آہ ــــ ابوالکلامؒ

آج وہ اُٹھ گیا:۔

۱۔ جو اردو ادب و انشاء میں ایک ممتاز ترین مقام رکھتا تھا۔ جس کا اس میدان میں کوئی سہیم و شریک نہ تھا اور وہ جس نے اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا۔

۲۔ جو اردو زبان کا ایک بہترین مقرر و خطیب تھا۔

۳۔ جو مدتوں دین و قرآن کی خدمت بھی اپنی بصیرت اور ادراک کے مطابق کرتا رہا۔

۴۔ جو ملکی سیاسیات کی صف اوّل میں ۳۰۔۳۵ سال سے رہا کیا۔

۵۔ جس نے اردو صحافت میں ایک بالکل نیا اور شاندار باب کھول دیا۔

۶۔ جو عظیم الشان تحریک خلافت کے اکابر کی کہنا چاہیئے اب آخری یادگار رہ گیا تھا۔

۷۔ جو اب ایک پیکر شرافت بن گیا تھا اور ۴۷ء کے بعد سے خدا معلوم کتنے بے سہاروں کا سہارا بنا رہا۔

اللہ یاں یال مغفرت فرمائے!

اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

از صدق جدید ۲۸ فروری ۱۹۵۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راجہ علی محمّد خاں[1]

محمّد علی کے بعد علی محمّد! سنہ عیسوی کا آغاز تھا کہ ملّت نے محمّد علی کا داغ سینہ پر کھایا سنہ ہجری شروع ہوا تو علی محمّد خان نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ قوم کا خادم، جب رخصت ہوا اور وطن کا مخدوم اَب۔

آج وہ کل ہماری باری ہے!

آج "مہاراجہ" کی باری آئی کل "مہاپرجا" کی باری تھی۔ شب برات میں ایک کی طلبی ہوئی محرّم میں دوسری کی سناؤنی سُننی پڑی۔ غربا کا "جگر" کل پھٹ چکا تھا۔ امرا کا بازو" آج" ٹوٹ کر رہا! کن کن حسرتوں پر روئیے اور دل کو کیا کہہ کر سمجھائیے! خاص و عام، امیر و غریب، راجہ اور پرجا، سب کے سب اب حسرت و یاس کی تصویر، مجبوروں سے بڑھ کر مجبور اور یتیموں سے بڑھ کر یتیم انسان ضعیف البُنیان، کائنات کے ذرّہ ذرّہ کی حرکت کو اپنی

---

[1] صدق سنہ ۱۹۲۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرضی کے تابع دیکھنے کا آرزو مند، اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کی آج تک بھی پروا کی گئی ہے جس حکمت کاملہ نے، عالم کے سرور و سردار کو مخاطب کر کے انک میتٌ و انہم میتون کی منادی کردی۔ اس کی مشیّت کے آگے ظاہر ہے محمد علی کی ہستی اور علی محمد کی بساط ہی کیا ہو سکتی تھی؟ جو بھیجے گئے تھے وہ واپس بلا لئے گئے اور جس نے بھیجا تھا، وہ اسی آن اور اسی شان، اُسی جاہ اور اُسی جلال، اُسی تزک اور اُسی احتشام اُسی دارائی اور اُسی کبریائی، اُسی جمال، اُسی دلربائی، اُسی ناز اور اُسی محبوبی، اُسی حسن اور اُسی زیبائی کے ساتھ، جوں کا توں، قائم، حی، و قیوم!

مٹ گیا نقش احمد و محمود
رہ گیا، لا الٰہ الا اللہ!

کہتے ہیں کہ راجہ (پرانے نیاز مندوں کی زبان بجائے لفظ 'مہاراجہ' کے "راجہ" ہی کی عادی تھے) علی محمد خاں شیعہ تھے، ہوں گے، زبانوں پر چرچا ہے کہ بڑے نیشنلسٹ تھے یہ بھی صحیح ہوگا لیکن میں جن راجہ صاحب محمود آباد سے واقف تھا وہ مسلمان ہی تھے اور نرے مسلمان، اوّل بھی مسلمان اور آخر بھی مسلمان، محمد علی کی سی تڑپ اور تپش نہ سہی، پھر بھی زبان پر محمدؐ کا کلمہ دل میں اسلام کا درد اور دماغ میں مسلمانوں کی خیر اندیشی دسترخوان کی وسعت، ہر مسلمان کے استقبال کو موجود خزانہ کی تھیلیاں، ہر کلمہ گو کیلئے کھلی ہوئی دولت کی تمنا تھی تو مسلمانوں پر زر پوشی کیلئے، اعزاز کی طلب تھی تو مسلمانوں کی نفع رسانی کی غرض سے ایک فیض کا چشمہ تھا قوم کی سیرابی کے لئے، ایک کرم کا دریا تھا افراد قوم کی آبیاری کو ایک جود و عطا کا بادل تھا جو امنڈ امنڈ کر برسا اور اس طرح برسا کہ اپنے رقبۂ حدود میں تشنہ لب نہ قوم کو چھوڑا، نہ افراد قوم کو! اس کا در حاجت مندوں کا مرجع، اس کی ڈیوڑھی ناداروں کی امید گاہ، کم نصیب تھا جو اس کے یہاں سے مایوس اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس سے محروم واپس ہوا۔

صوبہ کا ایک شریف سُنّی مسلمان حج کے لئے روانہ ہوتا ہے اور رخصتی ملاقات کے وقت اپنے لڑکے کا ہاتھ اسی "شیعہ" رئیس کے ہاتھ میں دے جاتا ہے۔ حاجی کو حج مبرور نصیب ہوتا ہے اور استراحت دائمی کیلئے حرم پاک کی سرزمین یتیم لڑکا کالج میں زیر تعلیم ہے اور ختم تعلیم میں ایک سال کی مدت باقی۔ دریا دل "شیعہ" رئیس کو اطلاع ہوتی ہے اور بارہ مہینے کے بجائے سولہ مہینے کیلئے پچاس روپیہ ماہوار کے حساب سے پورے آٹھ سو کی رقم بینک میں اس کے نام سے جمع ہو جاتی ہے۔ لکھنؤ کے ایک نہایت شریف و ممتاز سُنّی گھرانے کی ایک مسکین بیوہ کی جوان لڑکی بیاہنے کو بیٹھی ہے۔ سامان غریبانہ حیثیت کا بھی میسّر نہیں "شیعہ" رئیس کو خبر ہوتی ہے اور دوسری صبح ایک معتمد خاص کے ہاتھ ایک پورا سیکڑہ چپ چپاتے اسی بیوہ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے۔ میں جس محمود آباد کے غم میں افسردہ و ملول ہوں وہ یہ تھا، اس کی فیاضیوں کے بے شمار واقعات میں سے دو یہ صرف نمونہ کے طور پر یاد دلائے گئے۔ وہ قومی لیڈر اور نیشنلسٹ پارٹی کے افسر، مسلم لیگ کے صدر اور مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر، لکھنؤ یونیورسٹی کا ساعی اور اودھ چیف کورٹ کا بانی، بٹلر کا دوست اور مسٹن کا دشمن، آئی۔ ڈی۔ ٹی۔ کا مالک اور ہمدم کاپر و پرائیٹر، حکومت کا ہوم ممبر اور سرکار برطانیہ کا منظور نظر نہیں، وہ ایک مسکین نواز، یتیم پرور، شریفوں کا سرپرست اور حاجتمندوں کا حاجت روا، بے وارثوں کا وارث، غریبوں کا دستگیر مہمان نواز و سیر چشم، درماندوں کا شفیع اور بیواؤں کا کفیل علی محمد خاں تھا اُس کے بڑے بڑے شاہانہ چندے اور لکھو کھا لاکھ کی قومی فیاضیاں سب نے دیکھیں، اُس کی چھپی ہوئی خیرات اور پوشیدہ زر پاشیوں کی خبر مخلوق میں کس کو؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا اور اس کی جگمگاہٹ ختم ہو چکی، نیشنلزم اور کمیونزم کے مناقشے تمام ہو چکے، بندہ اپنے مالک کے پاس پہنچ چکا راجہ، پرجا بن کر، حقیقی مہاراجہ اور اصلی شہنشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ نوحے لکھے جا رہے ہیں، ریزولیوشن پاس ہو رہے ہیں۔ تقریروں میں قوتِ خطابت کے کمالات دکھائے جا رہے ہیں اور شعرا، نامدار مضمون آفرینیوں کے جوہر دکھا رہے ہیں مُہذب دنیا کی ان طلسم آرائیوں کو چھوڑ کر آئیے ہم اور آپ مل کر سیکڑوں اور ہزاروں محتاجوں اور دردمندوں یتیموں اور بیواؤں مسکینوں اور معذوروں کے ہم آہنگ ہو کر، مرنے والے کے حق میں دُعاءِ مغفرت اُس ربّ الارباب کے حضور میں پیش کریں جس نے اپنی رضا ناتواں اور کمزوروں، بیکسوں اور دل شکستوں کی رضا میں مخفی کر رکھی ہے۔ آج نہ راجگی باقی ہے نہ مہاراجگی، نہ ٹیلر کی دوستی کام آ رہی ہے نہ حکومت کی ہوم ممبری نہ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب پوچھا جا رہا ہے۔ نہ انجمن تعلقداران اودھ کی صدارت، نہ کوئی مصاحب رفیق ہے نہ کوئی مشیر ہاں! آج قدر ہو رہی ہے تو اُن بھوکوں کو کھانا کھلانے کی، جو دانہ دانہ کو ترس رہے تھے، اُن ننگوں کو کپڑے پہنانے کی جو ایک دھجّی اور ایک ایک چٹ کیلئے آسمان کا مُنھ تک رہے تھے جو مخلوق کی نظر میں حقیر اور بے چارے تھے، وہ خالق کے دربار میں رفعت والے نکلے، جنھیں کچہریوں کے پیادوں اور کوٹھیوں کے دربانوں نے دھکّے دے کر نکالا تھا۔ انھیں ہاتھوں ہاتھ لینے کیلئے ملائکہ کی صفیں آگے بڑھیں، جس نے دنیا میں ان ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا تھا۔ ان ٹھکرائے ہوئے سروں پر اپنا ہاتھ پھیرا تھا۔ اس کی بشری کمزوریوں اور لغزشوں کا شمار کچھ بھی سہی، کیا اس مولا کے دربار میں جو کریموں کا کریم ہے اُس کے ساتھ بجز لطف و مرحمت بجز عفو و مغفرت کے، کسی اور معاملہ کی بھی توقع ہو سکتی ہے؟ جا اے نیکدل رئیس اے اُمّت مرحومہ کے غمخوار و غمگسار، اپنے رب اور مولا کے حضور میں خوشی خوشی جا! خائف و متردّد نہ ہو کہ آج تیری حمایت اور پُشت پناہی پر یتیموں کی فوج کی فوج، بیواؤں کی قطاروں کی قطاریں اور بیکسوں کی صفیں کی صفیں ہیں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رفیع احمد قدوائی مرحوم[1]

آنریبل رفیع احمد قدوائی وزیر خوراک مملکت ہند کی وفات پر تعزیت کی جائے کس سے کی جائے ؟ کون ہے جو دل سے ان کا سوگوار نہیں ؟ کون ہے جس کی وہ بالواسطہ یا کوئی نہ کوئی خدمت نہیں کر گئے :۔ ۱۸۹۴ء میں مسولی ضلع بارہ بنکی کی خاک سے اٹھے ۔ ۱۹۵۴ء میں ناسوتی زندگی کے ۶۰ سال گزار کر اسی خاک میں چھپے ۔ خدمت خلق کو بہ طور مقصد حیات یا مشن کے اختیار کر کے ایک عالم میں اپنا نام کر گئے ۔

قدوائی خاندان اودھ کا ایک مشہور خاندان ہے ۔ ہر علم و فن ہر شعبۂ زندگی میں آج سے نہیں کئی صدیوں سے ممتاز ۔ خود رفیع مرحوم کے حقیقی چچا جوان مرگ ولایت علی "بمبوق" (متوفی ۱۹۱۸ء) انگریزی کے ایک بہترین انشاپرداز اور مولانا محمد علیؒ کے مخلص خصوصی حال ہی میں گزر چکے ہیں ۔ رفیع مرحوم بعض حیثیتوں سے ان سب سے بازی لے گئے ۔

علی گڈھ میں تعلیم پائی، تربیت خصوصاً سیاسی تربیت موتی لال نہرو کے سایۂ عاطفت اور جواہر لال نہرو کی رفاقت میں ملی، نظم و تنظیم کی بے مثل صلاحیت فطری تھی ۔ علی گڈھ میں اسکی نشوونما ہوئی ۔ دردِ ملت علی گڈھ سے لیا ۔ سیاسی سوجھ بوجھ کیلئے آنند بھون کے در و دیوار کافی تھے ۔ اپنے کو پیچھے ہی رکھنا جانتے تھے ۔ اپنے کو آگے بڑھانے کے فن سے ناواقف تھے مگر بڑھائے گئے ۔ کھینچ کر اور دھکیل کر آگے بڑھائے گئے ۔ کونسل کے ممبر ہوئے پھر اپنے صوبے میں پہلے ریونیو اور پھر ہوم منسٹر ہوئے لیکن ان کی ہوم منسٹری کے عدل و قسط و دادرسی اور حق کوشی کو ہندوؤں کی متعصب پارٹی برداشت نہ کر سکی ۔ ہٹائے گئے

---

[1] صدق جدید ۱۴ر نومبر ۱۹۵۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہٹ کر اور اونچے ہوئے۔ صوبائی وزیر کے بجائے حکومت ہند کے وزیر ہوئے محکمہ ڈاک و تار کے اور اس میں نام پیدا کر کے رہے پھر دشوار ترین محکمہ غذا میں منتقل ہو گئے۔ سالہا سال کی گرانی کو انھیں نے مٹایا۔ راشن کو انہوں نے توڑا۔ اور جس محکمہ کو سنبھالتے ہیں ڈاکٹر اجندر پرشاد جیرام داس، دولت رام اور گورتر کے۔ ایم منشی جیسے خواص تک سب عاجز و ناکام رہ چکے تھے۔ اس میں کامیابی نے قدم انھیں کے چومے اور جو بدنامی یقینی سمجھی جاتی تھی اسکے بدلے نیک نامی کا تاج انھیں کے سر کو نصیب ہوا۔

کہتے کم تھے کرتے زیادہ تھے، کتابوں کا مطالعہ برائے نام سا تھا۔ مصداق فی الحقیقت "خود تویٔ ام الکتاب" کے تھے۔ اپنی فطری ذہانت، ہوشمندی، فہم سلیم کی مدد سے باتیں اپنے دماغ سے نکالتے تھے تقلید جامد کے قائل نہ تھے، تقریر کے شوقین اور تقریر باز نہ تھے ضرورت کے وقت تقریر کرتے وہ بھی مختصر اور حشو و زوائد اور خطابیات سے پاک۔ سرتاپا عمل تھے اور ہر وقت عملی سرگرمی میں منہمک، اس کے باوجود خشک یا عبوس ذرا سا بھی نہ تھے ہر وقت خوش رہتے اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے۔ بہت سویرے اٹھتے اور اسی وقت سے ان کا کام کاج شروع ہو جاتا۔ دنوں کے کام گھنٹوں اور گھنٹوں کے منٹوں میں چکا دیتے، کھڑے ہو کر اور ٹہلتے ہوئے یا لیٹے ہوئے بہر حال دو وضع میں کام ہی کرتے ہوئے پائے جاتے تھے۔ غالباً جانتے ہی نہ تھے کہ کوئی چیز بے شغلی بھی ہوتی ہے۔ ہندو سیاسی کارکنوں، مدبروں، اہل سیاست کے مقابلہ میں ان کے درمیان میں گھرے رہ کر اپنے حسن عمل، قابلیت، حسن انتظام، کارگزاری، تدبر اور تدین سے مسلمانوں کا بول بالا کر دیا۔ تنہا یہی ایک خدمت قدوائی مرحوم کو امتیاز اور بڑے امتیاز کے مقام پر کھڑا کر دینے کو کافی ہے۔

دشمنوں سے اس طرح ملتے کہ جیسے دوستوں سے ملا جاتا ہے۔ دوستوں سے یوں برتاؤ کرتے کہ جیسے عزیزوں قریبوں سے کیا جاتا ہے اور عزیزوں اور قریبوں کو اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نفس کی طرح عزیز رکھتے۔ بلکہ شاید اس سے بھی مقدم اور یہ دوست و دشمن اپنے اور غیر کی تفریق بھی کیسی، کوئی ان سے کام نکالنا چاہے یا کسی کو ان سے کوئی ضرورت آپڑے تو انھیں یاد نہیں رہتا کہ کون اپنا ہے اور بے گانہ کون! مقصود انھیں صرف کام دینا ہوتا تھا اور اس وقت ہر ایک ان کا "اپنا" ہوتا تھا، بے گانہ کوئی بھی نہ رہتا۔ خلق اللہ کی خدمت وہ عبادت کی طرح کرتے تھے اور خدمت کرنے میں انھیں وہی مزا آتا تھا جو دوسروں کو خدمت لینے میں آتا ہے!

جوا آزادانہ گری لیکن عمر کے کسی دور میں نہ نائے و نوش کے قریب گئے نہ اور ان شغلوں میں پڑے جو لازمہ شباب سمجھ لئے گئے۔ مشرقی اخلاق و ادب کی پوری پابندی کے ساتھ شباب اور شیب کی ہر منزل گزار دی۔ شادی خاندان ہی میں ہوئی اور بیوی نیک دل دیندار عبادت گزار ملیں، نہ انھیں کبھی پردے سے باہر نکالا، نہ انھیں کسی طرح آزاد محفلوں میں شریک کیا۔ بلکہ ان کی دینداری میں ہر طرح معین ہی رہے۔ پچھلے سال انھیں حج بھی کرا دیا۔ جس اونچے حلقے میں وہ تھے وہاں اس کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گی۔

زندگی تمامتر سادہ ہی رہی وہی موٹے کپڑے کی معمولی شیروانی اور پائجامہ، سوٹ، ہیٹ کو چھوا ہی نہیں۔ کپڑے کسی اونچے ٹیلر ماسٹر کی دوکان سے نہیں گھر سے سل کر آتے، سرکاری کوٹھی اور فرنیچر جیسا بھی شاندار ہو ان کے گھر کو جا کر دیکھئے تو حیرت ہو جائے، ٹوٹا پھوٹا سا پرانی وضع کا مکان جو اتنے بڑے منسٹر کیا معنی۔ ان کے کسی ماتحت اچھے عہدہ دار کے بھی شایان شان نہیں۔ دفن کے موقع پر جو ہزاروں اجنبی باہر سے مسولی پہنچے انھیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ کسی بڑے منسٹر کا مکان اتنا معمولی بھی ہو سکتا ہے! وضعداری کی ایک یادگار مثال یہ بھی ہے کہ عید، بقرعید کی نماز پابندی سے اپنے وطن مسولی ہی میں آکر پڑھتے تھے۔

جس سے جس طرح ایک بار ملے بس عمر بھر اسی طرح ملے گئے۔ نخوت اور خود بینی کا مفہوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی ان کے دماغ سے غائب تھا۔ خلوت میں جلوت میں اندر باہر کہیں بھی ملتے یہ کہیں سے معلوم ہی نہ ہونے پاتا کہ ملاقات کسی وزیر مملکت سے ہو رہی ہے۔ یو۔پی میں زمینداری ٹوٹی۔ بلکہ انھیں کی تحریک پر ٹوٹی یہ بھی ایک چھوٹے زمیندار تھے اپنی زمینداری کو بچا لے جانا ان کے لئے کیا مشکل تھا۔ مطلق کوئی تدبیر نہ کی اپنے عہدہ سے اپنی ذات کے لئے کسی ادنیٰ فائدہ اٹھانے کا سبق انہوں نے پڑھا ہی نہ تھا۔ سوتیلی والدہ زندہ ہیں۔ خاندان کے ایک صاحب سے روایت سننے میں آئی کہ ایک روز انہوں نے فرمایا "رفیع زمینداری تو خوب ختم کر دی، اب گھر کا خرچ کیسے چلے گا، خاندان بھوکا مرے گا سب کا انتظام کیا اپنے گھر کے لئے کچھ نہ کیا۔" رفیع مرحوم ہنس کر بولے (اور یہ ہنس کر بولنا ان کی عادت تھی) کہ اماں جان آپ گھبراتی کیوں ہیں زمینداری ختم ہو جانے سے کیا ہوتا ہے میں کھرپا لے کر گھاس چھیلوں گا آپ بوجھ بنا کر بیچئے گا۔ سب کی روٹی چل جائے گی۔ یہ جواب دنیا دار انسانوں کے بس کا نہ تھا۔ اس کیلئے اعتماد اولیاء اللہ کا سا ہونا چاہئے۔

مجھ سے دو ہی سال چھوٹے تھے اور مرتبہ کی بڑائی تو ظاہر ہی ہے لیکن ملتے تو اس طرح کہ جیسے سن میں مرتبہ میں ہر چیز میں بہت چھوٹے ہیں اور کچھ میری ذات سے خصوصیت نہ تھی ہر ایک کے ساتھ یہی حال تھا۔ ماہوار ہزاروں کماتے اور ہزاروں اڑا دیتے۔ خدانخواستہ ناچ رنگ، کھیل تماشے، شراب کباب میں نہیں، عزیزوں کنبہ والوں کی تنخواہوں میں غریبوں مفلسوں کی اعانت میں، طالب علموں کی فیس میں اور ایسے ہر مد خیر میں، کوٹھی مستقل مہمان سرائے جیسے دیکھئے ٹھہرا ہوا ہے دسترخوان کی وسعت کہنا چاہئے کہ کوئی حد ہی نہ رکھی۔ آج اس یتیم کی سرپرستی کر رہے کل اس نادار لڑکی کی شادی کرا رہے ہیں ابھی ایک طالب علم کے حوالہ ایک معقول چک کر ہی چکے تھے کہ دوسرے صاحب صورت سوال بنے ہوئے ان سے بڑھ کر سامنے آ گئے ایک دربارِ فیض تھا کہ مسلسل جاری تھا۔ ذاتی مکان اور لباس کی بدحالی کا راز اب حل ہوا یا اب بھی راز ہی رہا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی مخالفین سے دوستی کا حق ادا کرتے رہنا بڑے جگر کا کام ہے۔ کانگریس و لیگ کے مناشقہ کے زمانہ میں بڑے بڑوں کو اس امتحان میں بُری طرح فیل ہوتے دیکھا اور اب اس ٹھنڈے زمانے میں بھی ذرا کسی "نیشنلسٹ" صاحب کے سامنے لیگ یا پاکستان کا نام لے کر تو دیکھئے یہ ظرف اللہ نے مرحوم قدوائی ہی کو دیا تھا کہ اپنی نیشنلزم پر پورے سو فیصدی قائم و ثابت قدم رہ کر اسے اپنی جان کے برابر عزیز رکھ کر بدگوئی نہ پاکستان کی کرتے نہ لیگیوں کو برا بھلا کہنے کیلئے وقت نکال پاتے۔ اپنے اسلام پر منفعل و محجوب سے نہ تھے۔ ان کے سامنے کسی کی مجال نہ تھی کہ اسلام پر مضحکہ تو خیر الگ رہا مسلمانوں پر بھی طنز و طعن کر سکتا اگست و ستمبر ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز زمانہ میں جب دہلی کے زمین و آسمان خون مسلم کے پیاسے نظر آتے تھے انھوں نے خدا معلوم کتنوں کی جانیں بچائیں اور کتنوں کے پاکستان پہنچ جانے کا انتظام کیا۔

بڑے اور صاحبِ اقتدار شخص کے دشمن سیکڑوں ہزاروں ہوتے ہیں۔ رفیع مرحوم نے اپنی سلامت روی اور شرافت نفسی کے طفیل اپنا دشمن شاید ہی کوئی چھوڑا ہو سیکڑوں یتیم آج انھیں رو رہے ہیں، صدہا بیوائیں ان کا سوگ منا رہی ہیں اور ہزارہا انسانوں کو آج دل سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ان کا دُنیوی سہارا پاش پاش ہو گیا اور وہ ایک جنگل میں بے یار و مددگار رہ گئے ہیں! اللہ بال بال مغفرت فرمائے اور بلند سے بلند مرتبے عطا فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوش نصیب گول کیپر[1]

تاریخ اور مہینہ تو بھلا اب کسے یاد۔ سنہ غالباً ۱۹۰۷ء تھا اور جاڑوں کا زمانہ، علیگڑھ کی فٹ بال ٹیم، لکھنؤ میچ کھیلنے کو آئی۔ ادھر علی گڈھ کے کھلاڑی گیند بلّے کے کرتب میں اپنا سکّہ جمائے ہوئے، ادھر لکھنؤ کی خلقت، کھیل تماشے کے شوق میں نام چمکائے ہوئے، شہر میں ایک دھوم مچ گئی، میچ پرانی کیننگ کالج گراؤنڈ پر تھا۔ قیصر باغ کے مشرقی و شمالی سرے پر تماشائیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے، امیر، غریب، جوان، بوڑھے، طالب علم، سودے والے سبھی اور اسی ہجوم میں ان سطور کا راقم، ایک اسکول کا گمنام طالب علم بھی۔ علیگڑھ کے کھلنڈرے ایک سے بڑھ کر ایک لیکن تماشائیوں کی نظریں بس علی گڑھ کے گول کیپر پر جمی ہوئیں۔ ایک سرخ و سفید قوی و تنومند، خوش رو نوجوان پہاڑ کی طرح اٹل اور چٹان کی طرح مضبوط، معلوم یہ ہوتا تھا کہ گول کیپری کے فرائض کیلئے ہی خلق ہوا ہے۔ لکھنؤ کی ٹیم بے طرح جوش اور ولولہ کے ساتھ بپھر بپھر کر کیسے کیسے کرتی اور ہر حملہ اسی گول کیپر کے تصدق میں ناکام! بس یوں سمجھئے کہ سمندر کی غضناک موجیں اپنی سطح سے اچھل اچھل کر حملہ آور ہوتیں اور پتھر کی چٹان سے ٹکرا کر پھر واپس چلی جاتیں! یہ تھا علیگڑھ کالج کا ہونہار نوجوان اور شیروانی خاندان کا چشم و چراغ "تصدق" کون کہہ سکتا تھا کہ اسے چند ہی روز بعد کھیل کود میں نہیں، فٹ بال فیلڈ کے سو پچاس گز کے محدود رقبہ کے اندر نہیں، سیاسیات و قومیات کی سنجیدہ اور خشک دنیا میں ہندوستان بھر کے طول و عریض رقبہ میں بڑی بڑی زبردست ٹیموں کا مقابلہ میں ملک و ملّت کی گول کیپری کے فرائض انجام دینے ہوں گے!

سب سے پہلی زیارت یوں ہوئی۔ کچھ ہی دنوں میں یہ سننے میں آیا کہ یہ کھیل کا مرد میدان

---

[1] ۱۹۲۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یونین کا وائس پریسیڈنٹ ہے اور اچھا جید مقرر بھی۔ یونین کے وائس پریسیڈنٹ کے مرتبہ کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو علی گڑھ سے واقف ہیں، دل خوش ہو گیا کہ جو جسم کا دھنی تھا ہی اسکا دماغ بھی کورانہ نکلا! چار پانچ برس کی درمیانی مدت چھوڑ جائیے۔ اب ۱۹۱۲ء آتا ہے اور اس کے دسمبر کا آخری عشرہ لکھنؤ کی سرزمین رعشہ میں ہے اور پرانے قومی لیڈروں کے قلوب لرزہ ہیں! ایجوکیشنل کانفرنس، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی، فاؤنڈیشن کمیٹی، ہر قومی ادارہ میں کمریڈ، ہمدرد اور الہلال کی معجزانہ تحریروں کے اثرات رونما ہو رہے ہیں۔ آزادی کی تحریکوں کا بگل بج چکا ہے۔ "وفاداریٔ حکومت" اور "مطالبہ حقوق" کے درمیان پوری شدومد کے ساتھ پہلی بار طاقت آزمائی ہو رہی ہے۔ ایک طرف سب کے سب پرانے لیڈر ہیں یعنی وہ آقا جن کی زبانیں اس وقت تک قانون کا حکم رکھتی ہیں اور دوسری طرف باغی ابوالکلام اور شوریدہ سر محمد علی مع اپنے چند نوعمر رفیقوں کے، ان گنے چنے رفیقوں میں آپ کو باعتبار ظاہر جو سب سے زیادہ بلند نظر آ رہا ہے (اور بلحاظ باطن بھی وہ کس سے کم ہے؟) وہ وہی پرانا گول کیپر ہے تصدق احمد خان شیروانی علیگڑھ کا گریجویٹ اور لندن سے لوٹا ہوا تازہ وارد بیرسٹر۔

آج سے محمد علی جو تحریک اٹھاتے ہیں، چاہے وہ کالج اور یونیورسٹی کی اصلاح کی ہو یا جنگ بلقان کے چندے کی یا قوم و ملت کی آزادی کی، تصدق شیروانی سب میں سب سے پیش پیش شیر دل جنرل کا ایک شیر دل لفٹیننٹ۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۰ء کی وہ ہنگامہ خیز تحریک خلافت و ترک موالات شروع ہوئی جس نے سارے ملک کو اس سرے سے اُس سرے تک ہلا ڈالا۔ تصدق اس وقت ایک کامیاب بیرسٹر ہو چکے تھے، اب اپنے پیشے میں نامور، گھر کے خوشحال پہلے ہی تھے اب تو خاصی عیش کی رئیسانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ قوم کے سرداروں کا حکم ہوا کہ پریکٹس چھوڑ دو! بڑھتی ہوئی آمدنی سے موالات ترک کرو جو سر اس حکم کے آگے سب سے پہلے جھکے اُن السابقون الاولون۔ میں ایک یہ بھی تھے۔ غالباً ۲۲ء تھا کہ علی گڑھ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالت کے سامنے ایک بڑا ہجوم ہوا۔ شیروانی ہنگامہ فرد کرنے گئے۔ پولیس اور مقامی حکام کو دل کے بخار نکالنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ دھر پکڑے گئے، الٹا الزام اشتعال انگیزی کا لگا۔ گئے تھے آگ بجھانے، مجرم آگ لگانے کے قرار پائے اور وہ جس کا کام قصوروواروں کا چھڑانا تھا اور خطاکاروں کو رہائی دلانا تھا، اب خود مجرم و بے خطا قید فرنگ میں اسیر و محبوس تھا! قید اور پھر قید سخت! غالباً کچھ روز کے لئے قید تنہائی بھی اس اس رئیس اور رئیس زادے کو بھلا اس سے مناسبت ہی کیا تھی؟ بڑی بڑی تکلیفوں کو چھوڑیئے۔ تنگ و تاریک کوٹھری میں مچھروں ہی نے ایسا جھنجھوڑ ڈالا کہ بے حال ہو گئے اور بیمار بن کر نکلے، ماں باپ نے نام تصدق رکھا تھا۔ کیا یہ نام نام ہی رہتا؟ اور عزت کی، آرام کی، مال کی، جان کی قربانی کچھ بھی نہ طلب کی جاتی؟

چھوٹے اور پھر پکڑے گئے، آزاد ہوئے اور پھر جکڑے گئے، وہ زندگی ہی کتنی تھی جو لے کر آئے تھے لیکن بہر حال جو کچھ بھی لکھا کر لائے تھے بس سب اسی الٹ پھیر میں گزار دی! ابھی دیکھئے تو علی گڑھ کی عدالتوں میں ہیں۔ الہ آباد میں صوبے کی عدالت العالیہ کے نامور ایڈوکیٹ ہیں اور دوسروں کی بگڑی بنا رہے ہیں۔ موتی لال کے مشیر اور جواہر لال کے شریک و رفیق ہیں۔ کانگریس کو اپنے اشارات پر چلا رہے ہیں اور ابھی معلوم ہوا کہ لق و دق کوٹھی، بجی سجائی موٹر، نفیس مسہری اور دلکشا پائیں باغ، سب چھوڑ چھاڑ، چوروں اور اٹھائی گیروں کی سی میلی کچیلی جانگھیا پہنے کھڑے ہوئے لقب زنوں اور گرہ کٹوں کی قطار میں پھٹی گدڑی اوڑھے لیٹے، جیل کی کھری زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ بلند ہوا اقبال سرکار نامدار کا، جوہر شناسی اسے کہتے ہیں، قدر دانی اس کا نام ہے۔ ہندوستان کا سرزمین کو کبھی کیوں ایسی خوش مذاق نکتہ نواز، قدر شناس حکومت سے واسطہ پڑا ہوگا!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرنے والا مرچکا، جینے والے اپنے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کتنے ایسے ہیں جو ایسے امتحانوں میں ثابت قدم نکلیں گے ؟ ماں باپ نے تعلیم میں ہزار ہا روپے بے دریغ اسی دن کے واسطے اٹھائے تھے ؟ کالج میں یہی ارمان دل میں تھے۔ ولایت اسی کی خاطر گئے تھے ؟ بچپن کے ساتھیوں اور نوجوانی کے دوستوں میں آج کوئی جج تھا، کوئی ہائی کورٹ کا جج، کوئی ہزاروں کما رہا تھا، کوئی ہزاروں لٹا رہا تھا۔ کوئی صوبے کا منسٹر، کوئی ایگزیکٹیو کونسلر، کیا اس غریب کی قسمت میں یہی دن کاٹنے تھے اور یونہی ساری عمر بسر کر دینی تھی ؟ اس کے پہلو میں دل کی جگہ کوئی پتھر کا ٹکڑا تھا ؟ اُس کے دل میں اُمنگیں باقی نہیں رہی تھیں ؟ کیا وہ بھی ہندو سنیاسی یا مسیحی راہب بن چکا تھا ؟ کیا اس کے بیوی بچے دوست عزیز بند نہ تھے۔ کیا ان سب کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے سہنے، دنیا کا چین کرنے، زندگی کے سُکھ اٹھانے کی آرزوئیں دل میں مردہ ہو چکی تھیں ؟ کیا اس کے بشری جذبات کا سرچشمہ خشک ہو چکا تھا ؟ کیا تکلیف اس کے لئے تکلیف اور راحت اس کے لئے راحت رہ ہی نہیں گئی تھی ؟ ہو سکے تو سوچنے والے سوچیں۔

محمد علی جیل جا کر شاعر ہو جاتے تھے۔ ۱۹۲۱ء یا ۱۹۲۳ء کی قید سے جب نکلے تو غزلوں کا ایک پشتارہ ساتھ لئے ہوئے۔ شوخی تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی شاعری میں خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتے۔ جیل جانے سے قبل مسلم یونیورسٹی کے معاملات میں علی گڑھ کے شیروانی خاندان کے بعض اکابر سے بہت رنج اٹھا چکے تھے۔ رہائی کے بعد پہلی ملاقات ہوئی تو خوب اشعار سننے میں آئے۔ ایک بڑی سی غزل اس زمین میں سنائی "بیابانیوں میں ہم"، "پریشانیوں میں ہم" اس میں ایک مشہور وفادار علی گڑھی بزرگ کی زبان سے فرمایا گیا تھا ؎

شرط وفا یہی ہے تقاضائے دیں یہی
گڈنی کے ساتھ جا ملیں یونانیوں میں ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ایک) اینگلو انڈین کرنل گڈنی نے مسلمانوں کے مجوزہ "جیش انگورہ" کے مقابلے میں "جیش یونان" کی تحریک کی تھی۔ یہ اشارہ اسی طرف تھا) اور تو اور اپنے بڑے بھیا تک کو نہیں چھوڑا تھا۔

شوکت یہ کہتے ہیں وہ تن توش جب نہیں
پھر کیوں گنیں نہ اپنے کو روحانیوں میں ہم

خبر آئی تھی کہ مولانا شوکت علی راجکوٹ جیل میں رہ کر بہت لاغر ہو گئے ہیں یہ تلمیح اسی کی ہوئی۔ سناتے سناتے ارشاد ہوا کہ مزے کا شعر "تصدق" کی زبان سے کہا ہے اسے ضرور سنو۔

یہ ظلم ہے کہ سب کو کرو ایک سا خیال
پاتے ہیں عقل بھی کبھی شیروانیوں میں ہم

شرافت کے امتحان کا اصلی وقت اختلاف و مخالفت کے موقع پر آتا ہے یوں تو جب تک دوستی و یکدلی ہے۔ سبھی اچھے نظر آتے ہیں محمد علی سے شیروانی کا سیاسی اختلاف ۱۹۲۵ء سے شروع ہو گیا تھا۔ روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ ادھر آغاز ۲۸ء میں مولانا کی مالی حالت اس درجہ ابتر ہو گئی کہ دیکھنے والے کلیجہ تھام کر رہ جاتے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ صبح کی شام اور شام کی صبح کیوں کر ہو گی۔ مولانا کی لاعلمی میں دو چار نیاز مندوں نے سر جوڑ کر یہ طے کیا کہ مخصوص مخلصوں سے کچھ ماہوار رقمیں جمع کر لی جایا کریں۔ نام پیش ہوئے محبت و عقیدت کے دم بھرنے والے بعض اچھے اچھے بزرگوار اس امتحان میں نکل گئے۔ شیروانی کے عزیز ترین دوست ڈاکٹر سید محمود نے ان کا نام بھی رکھا تھا، میں ذکر کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ الہ آباد میں ایک بار جی کڑا کر کے تذکرہ کیا تو مرحوم نے اس فراخدلی اور خندہ جبینی کے ساتھ لبیک کہا کہ مسرت کے ساتھ حیرت ہو کر رہ گئی۔ یہ معلوم ہی نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تھا کہ اپنے کسی سیاسی حریف کا ذکر کر رہے ہیں! خیر وہ تجویز تو عمل میں کبھی بھی نہ آسکی۔ زیادہ تر مولانا ہی کے انکار و استغفار کی بنا پر لیکن شیروانی کی اس شرافت کا نقش دل پر بیٹھ گیا۔ اللہ مغفرت فرمائے اور درجات بلند سے بلند تر کرے، خوبیاں بہت تھیں، اس محبت و اخلاص، اس ہمت مردانگی، اس رواداری و فراخدلی، اس ذوق خدمت و تحمل مصائب کی مثالیں کم تر دیکھنے میں آئی ہیں، جمعہ کے دن کی موت، عین فجر کے وقت، ہر ایک نصیب میں آتی بھی تو نہیں ہے اور پھر ہزار ہا مسلمانوں کی دعائیں، خوش نصیب گول کیپر دنیا اور آخرت دونوں جگہ بازی لے گیا!

عبدالمجید خواجہ مرحوم[1]

زندگی اور زندہ دلی کے پیکر مجسم "خواجہ" کو آج کس دل سے "مرحوم" لکھا جائے! لیکن دل چاہے یا نہ چاہے بہر حال قضا یہی ہے اور اس کے سر جھکانے کو ہم آپ کیا معنی ہر جن و بشر پیدا ہی ہوا ہے:۔ علی گڑھ کی خبر ۳ر دسمبر (دوشنبہ) کی ہے کہ آج گیارہ بجے دن کو عبدالمجید خواجہ ۷۷، ۷۸ سال کی عمر میں اپنے وطن حقیقی کو سدھار گئے! آہ غفلت کی گھڑیاں اور ہم نادانوں کی مدہوشیاں! وہ جس کا نوجوانی کا چہرہ ناز پروردہ اور چمکتا دمکتا ابھی کل ہی کی بات معلوم ہوتا ہے۔ آج اس سن کو پہنچ گیا تھا!

"خواجہ" ذات یا برادری کا نام نہیں ان کا گھریلو عرف تھا اور یہ اتنا چلا کہ ان کے نام کا جز بن گیا۔ ہم نیاز مندوں کی زبان پر صرف خواجہ تھا۔ پورا نام صرف ضابطہ ہی کے موقعوں پر لیا جاتا۔

---

[1] منقول صدق جدید ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علی گڑھ سے اخلاص ترکہ میں پایا تھا ان کے والد محمد یوسف مرحوم سرسیّد کے مخلصوں میں سے تھے۔ شادی نواب محمد سمیع اللہ خاں مرحوم کی پوتی سے ہوئی۔ یہ سمیع اللہ خاں وہی ہیں جو ابتدار تحریک علی گڑھ میں سرسیّد کے مخلص ترین رفیق ہی نہیں بلکہ کہنا چاہیئے کہ برابر کے سہیم و شریک تھے۔

علی گڑھ میں پڑھ کر ولایت گئے۔ کیمبرج سے بی۔ اے کیا۔ لندن رہ کر بیرسٹر ہوئے واپسی پر بیرسٹری پہلے پٹنہ میں شروع کی پھر علی گڑھ میں، اسکے بعد الہ آباد ہائی کورٹ میں آخر میں سالہاسال سے پھر علی گڑھ آگئے تھے، اور سارا وقت قومیات کی نذر کرنے لگے تھے۔ آخر میں بیرسٹری سے بالکل ہی دست بردار ہوگئے تھے، قومی اور ملّی دلچسپیاں آخر تک نہ چھوڑیں بلکہ اب ان مشغلوں سے انہماک، صحت سخت خراب رہنے کے باوجود بڑھ ہی گیا تھا۔

اللہ نے حسنِ ظاہری سے مالا مال کیا تھا۔ ولایت کی آزادیاں اس پر مستزاد۔ کڑے امتحان میں پورے اترے، لندن جس طرح پاک صاف گئے تھے اسی طرح پاک و صاف واپس آئے۔ یہ مجاہدہ نہ تھا تو اور یہ کیا کہ شراب نوشی وغیرہ کا کوئی چھینٹا اڑ کر نہیں پڑنے پایا تھا۔

اللہ نے پیسہ بھی دیا تھا۔ خواجہ پیسے کا صحیح استعمال جانتے تھے۔ مسرف ہوئے بغیر بڑے مہمان نواز تھے، مکان جب دیکھئے مہمانوں سے بھرا ہوا بلکہ قومی اجتماعوں کے موقعوں پر تو یہ معلوم ہونے لگتا تھا کہ مکان کوئی مستقل مہمان سرا یا ہوٹل ہے! پر تکلف خاطر داریاں، دعوتیں پارٹیاں مع سارے لوازم کے۔

مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ کی لیڈری ۱۹۱۱ء سے شروع ہوئی تو یو۔ پی کے دو گروپ خاص طور پر اس شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہوگئے۔ ایک حلقہ میں علی گڑھ کے مجید خواجہ ڈاکٹر سیّد محمود، تصدق احمد خاں شیروانی اور ڈاکٹر ناظر الدین حسن (اب نواب ناظر یار جنگ حیدر آبادی) تھے اور دوسرا حلقہ چودھری خلیق الزماں، شعیب قریشی مرحوم، عبدالرحمٰن صدیقی مرحوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور عبدالعزیز انصاری کا تھا (ڈاکٹر سید محمود کو یکساں عقیدت مولانا ابوالکلام سے بھی تھی، واقعہ مسجد کانپور میں مسلم یونی ورسٹی کی تحریک میں طرابلس کے چندے میں جنگ بلقان کے چندے میں اور آخر میں تحریک خلافت میں، تحریک جامعہ ملیہ ترک موالات میں مسلم لیگ میں، خواجہ بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے اور ان کی شرکت، ہمدردی ہمیشہ "باغیوں" ہی کے ساتھ رہا کی۔

مولانا محمد علی سے اختلاف آخیر ۲۳ء ہی سے شروع ہو گیا تھا مسئلہ داخلہ کونسل کے سلسلے میں خواجہ، پنڈت موتی لال نہرو، سی۔ آر۔ داس وغیرہ کے ساتھ داخلہ کونسل کے حق میں ہو گئے۔ مولانا محمد علی، گاندھی جی، راج گوپال آچاریہ وغیرہ کے ساتھ بدستور "نوچینجر" تھے یعنی داخلہ کونسل کے مخالف پھر آخیر ۲۸ء میں جب نہرو رپورٹ کے سلسلہ میں مسلمان آزادی خواہوں کے درمیان شدید تفرقہ کی بنیاد پڑی تو خواجہ صاحب کا اختلاف مولانا محمد علی سے اور مسلم لیگ سے اور زیادہ گہرا اور نمایاں ہو گیا۔ اور یہ آخر دم تک برقرار رہا۔

جب مسلم لیگ اور کانگریس کے دو بالکل مختلف کیمپ قائم ہو گئے اور رنجشیں تلخ سے تلخ تر ہو گئیں تو خواجہ نے مسلم لیگ کے توڑ پر ایک آل انڈیا مسلم مجلس قائم کی اور خود اس کے صدر منتخب ہو گئے گویہ مجلس بھی کچھ زیادہ نہ چل سکی۔

مدتوں جامع ملیہ میں بہ حیثیت شیخ الجامعہ (پرنسپل) کا کام کیا اور اس کے امیر (چانسلر) تو دم آخر تک رہے۔ وہ زمانہ قناعت سادگی اور جفاکشی کے دور دورے کا تھا۔ خواجہ نے بھی اس مہم میں حصہ لیا اور سفر انٹر کلاس میں کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ آنکھیں دولت و ثروت میں کھلی تھیں۔ شعر و سخن کا یہی نہیں کہ اعلیٰ مذاق رکھتے تھے اور شعر کے خوب پرکھنے والے تھے بلکہ خود شاعر بھی تھے اور حکیم اجمل خاں مرحوم کی طرح تخلص شیدا رکھے ہوئے۔

علمی مذاق عجب جامع پایا تھا۔ باضابطہ عالم دین نہ تھے لیکن علوم دینیہ میں مہارت اچھی خاصی تھی، تفسیر حدیث فقہ کلام کسی موضوع میں بند نہ تھے اور بعض فرقوں سے تو مناظرہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو کہنا چاہیئے کہ مہارت کامل رکھتے تھے۔ مسلکاً تو اہل حدیث تھے لیکن حنفیوں سے ایسے شیر و شکر رہتے تھے کہ کبھی ان پر گمان بھی غیر حنفی ہونے کا نہیں ہوتا تھا۔

حسرت موہانی مرحوم کی طرح خواجہ بھی اکثر معاملات و مسائل میں اپنی رائے ایک منفرد رکھتے تھے اور اس کا اظہار بڑی صفائی اور بے باکی سے بڑے چھوٹوں سب کی محفل میں کر ڈالتے تھے اور کمیٹیوں میں شاید ہی کوئی میٹنگ ایسی ہوتی ہو جس میں خواجہ اپنی ترمیم (امنڈ مینٹ) پیش کرنے نہ کھڑے ہو جاتے ہوں۔ اس سے بالکل بے نیاز کہ کوئی ایک آواز انکی موافقت میں اٹھتی ہے یا نہیں۔ البتہ چونکہ کھرے نہیں بلکہ شیریں زبان تھے اسی لئے مخالف بھی بگڑتے اور چڑھتے ذرا کم ہی تھے۔ آنکھ اور زبان کی موہنی بھی آخر کوئی چیز ہوتی ہے۔

فرقہ امامیہ کے عقائد سے سخت بیزار تھے اور اپنے خیال کی تائید میں گھنٹوں مدلل گفتگو کر سکتے تھے اس کے باوجود اس فرقہ کے افراد سے خوب میل جول رکھتے تھے۔ چنانچہ آخیر عمر میں اپنی جائیدادی مقدمات وغیرہ جن وکیل صاحب کے سپرد کر رکھے تھے انکا تعلق اسی فرقہ سے تھا۔

حکایات لطائف و ظرائف کے بادشاہ تھے۔ گھنٹوں پاس بیٹھ کر باتیں سنئے تو طبیعت نہ اکتانے پائے۔

جنرل سکریٹری یو۔پی۔ کانگریس۔ ایک عرصہ تک اور یو۔پی اسمبلی کے ممبر غالباً ۶ سال تک رہے اگر چاہتے اور مزاج کو ذرا اور بارداری کے لائق بنا لیتے تو موجودہ سرکار میں بڑے بڑے عہدے آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔

ایمان کے مضبوط اور عبادات کے پابند ہمیشہ سے تھے۔ داڑھی بھی جوانی ہی کے زمانے سے رکھ لی تھی جو اب بڑی ہو کر خوب سفید اور پُر نور ہو گئی تھی، گھٹنوں کے درد و ضعف سے نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تھے۔ کرسی پر بیٹھ کر یا جس طرح بھی بن پڑتا آخیر تک ادا کیئے گئے۔ غیرت ایمانی اور جوش اسلامی آزادی ہند کے بعد سے بہت بڑھ گیا تھا مسلم یونیورسٹی کے حال زار پر ہر وقت کڑھا کرتے اور اصلاح حال کی ہر عملی تدبیر میں لگے رہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یونیورسٹی کے نام سے جب "مسلم" حذف کر دینے کی تجویزیں ان کے کان میں پڑیں تو فرطِ غیرت سے تڑپ گئے اور بول اٹھے کہ میری زندگی بھر تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ مشیت الٰہی نے انھیں عین ایسے وقت اٹھا لیا جب یونیورسٹی کو ان کی ضرورت سب سے زیادہ تھی۔ اللہ مغفرت بال بال فرمائے۔

قائدِ ملّت[1]

موت کا سوچ اکثر آتا ہی رہتا ہے، ابھی کل ہی کی بات ہے کہ سوچتے سوچتے خیال یہ آیا کہ موت اگر آج ہی کل میں آ گئی تو نمازِ جنازہ کس سے پڑھوانے کا دل چاہتا ہے؟ نام کئی ایک ذہن میں آئے لیکن سب سے پہلا نام ذہن میں آیا وہ اسی مجاہد اسلام بہادر خاں حیدرآبادی کا تھا کاش بہادر یار جنگ دورہ کرتے، پھرتے پھراتے عین اس وقت اتفاق سے آ موجود ہوتے! ایسا کیوں ہونے لگا۔ لیکن دل کی کشش سے ایسا ہو جانا کچھ ناممکن بھی نہیں۔ یہ تھی اس نامۂ سیاہ کے دل میں اس شیر دل مجاہد ملّت کی محبّت، عظمت اور عقیدت!

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آہ کہ جس سے یہ امیدیں قائم کی جا رہی تھیں، کسے وہم گزر سکتا تھا کہ وہ یوں دھوکا دے

---

[1] صدق جدید جولائی ۱۹۴۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا اور جس کی دعاؤں کے لئے یہ طلب وتمنا تھی وہ خود آناً فاناً دوسروں کی دعاؤں کا مستحق ہو جائے گا! آہ مُشت خاک انسان اور اس کے تار عنکبوت جیسے بودے، پھُسپھُسے کمزور ارادے، حوصلے، سہارے!

۴۰ رسال کی عمر بھی کوئی عمر تھی! اور پھر کیسے تندرست وتوانا، ہنس مکھ اور خوش مزاج، خوش سیرت، خوش صورت، بلا کے ذہین ونکتہ رس، کسی بشر کے دل میں یہ خطرہ بھی گزر سکتا تھا کہ یہ کِھلا ہوا پھول، چمن بھر کو مہکاتا ہوا بات کی بات میں نذر خزاں ہو جائے گا؟ محفل بھر کو منور رکھنے والی شمع اسی لمحہ، اسی آن بجھ جانے کو ہے! کہتے ہیں کہ موت بالکل اچانک ہوئی نہ سکرات نہ تکلیفیں نہ نزع روح کی سختیاں اور کیوں ہوتیں جس سپاہی نے اپنے کو اللہ کی ڈسپلن (اطاعت) کا خوگر بنا لیا تھا، اس کی رُوح پکارنے پر معاً لبیک آخر کیوں نہ کہتی؟ تاخیر وتامل کی وجہ ایک منٹ کے لئے بھی آخر اُسے کیا ہو سکتی تھی؟ رہبر دکن والے رہبرؔ ملت کی دو سال قبل کی فوری موت کا راز بھی اب کچھ کچھ سمجھ میں آیا۔ جو دنیا میں نقیب تھا۔ اس سے آخرت میں بھی نقیب ہی کا کام لیا گیا اور عجب کیا جو دنیا میں خدمت ملّت کے دیوانے اور فلاح اُمّت کی خاطر ایک دوسرے کے دست بازو، رفیق، ہمراز ودمساز تھے، انھیں جنت میں بھی ان کی خواہش پر یہی مشغلہ تفریح دیدیا گیا ہو! جو یہاں محمدؐ کے دین کا سودائی تھا عجب تھا کہ جنت کی ہواؤں نے اس کو تیز سے تیز تر کیا ہو!

حیدر آباد کے مسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ جس نے آج سے ۲۰-۲۲ سال پہلے کیا ہے۔ وہ آج ان حیدر آبادیوں کو پہچان بھی نہیں سکتا۔ اتنے دنوں میں انکی کایا پلٹ کس نے کر دی؟ جو قوم سرتاسر بے عمل مجہول، افسردہ منتشر اور پست مذاقی اور بدنظمی کا شکار تھی، اسمیں عمل تنظیم، انضباط کی برقی رو کس نے دوڑائی؟ یہ مردوں کو زندہ کر دینے والی مسیحائی کس نے کر دکھائی؟ حیدر آبادی مسلمان شمالی ہند کے مسلمانوں کے سامنے شرم سے نہیں فخر سے پیش ہو

---

[1] مولوی احمد محی الدین مرحوم ایڈیٹر رہبر دکن (حیدر آباد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکے، یہ قلب ماہیت کس نے کردی؟ اور جو دکن اجتماعی اور ملّی زندگی میں سبق لینے کے قابل بھی بمشکل سے تھا اسے سبق دینے کے قابل کس نے بنا دیا۔ سارا کارنامہ قلم لکھنے چلا تھا کہ اعجازی کارنامہ اسی مرنے والے زندہ جاوید بہادر خاں اور اسی کے چند مخلص رفیقوں ہی کے اعمال ناموں میں لکھا جائے گا۔ "قائد ملّت" جس کسی نے اسے کہا اس نے کوئی شاعری نہیں کی، ادبی صنعت گری لفظی شعبدہ بازی سے کام نہیں لیا۔ ایک حقیقت بیان کردی۔ تاریخ کی طرح خشک، سائنس کی طرح بے لوث، ریاضی کے اعداد کی طرح اٹل کھری۔ قائد ملّت (اور آج یہ لفظ پہلی بار صدق استعمال کر رہا ہے) کاش بجائے دکن کے انگریزی ہند کو نصیب ہوا ہوتا تو محمد علیؒ کی جانشینی کا سوال لاینحل نہ رہا ہوتا۔ ہندوستان نے دوسرا محمد علی اگر کوئی پیدا کیا ہوتا تو وہ یہی تھا وہی اخلاص، وہی دینی جوش، وہی تڑپ، وہی سوجھ بوجھ، وہی نبض شناسی، وہی ہمت و عزم، غرض بجز محمد علی کی انگریزی انشا پردازی کے اور سب کچھ وہی، لیگ کی مذہبی بے راہ روی کی جب کوئی شکایت سننے میں آئی ("سننا" اس لئے کہ شرکت کا اتفاق بہ طور تماشائی کے بھی ابھی تک نہیں ہوا) دل کو برابر یہی اطمینان رہتا تھا کہ بہادر یار جنگ جیسے مومن صادق کی ذات دیر سویر انشاء اللہ ہر غلطی کی اصلاح کرا کے رہے گی۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۱ء مقام علی گڑھ یونی ورسٹی کی مجلس تاریخ و تمدن اسلامی کی دعوت پر میرا اور نواب صاحب دونوں کا بیان ہونے والا تھا۔ نواب سحر بیان کی خطابت بچہ بچہ سے خراج تحسین حاصل کئے ہوئے، اہل جلسہ نے غلطی اور شدید غلطی کر کے مجھ جیسے کج مج زبان کا وقت اس بلبل ہزار داستان کے ساتھ ہی رکھ دیا۔ وسیع اور لق و دق اسٹریچی ہال اوپر سے نیچے تک کھچا کھچ بھرا ہوا۔ سامنے جو لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا تھا اس نے جواب دیدیا۔ اب بھلا میری آواز کیا پہنچتی۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ ہمارا وقت خواہ مخواہ ضائع ہو رہا ہے کچھ سنائی نہیں دیتا اور ہم تو نواب صاحب کے مشتاق ہو کر آئے ہیں۔ میں تو پہلے ہی ہٹنے پر آمادہ تھا فوراً صدر صاحب سے معذرت کر کے ڈائس سے اترنے لگا۔ معاً نواب صاحب کھڑے ہو گئے اور گرج کر بولے کوئی سُنے یا نہ سُنے کوئی بیٹھے یا چلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے، میں خود مولانا کے لکچر کو اوّل سے آخر تک سنوں گا، میں تو انھیں کا لکچر سننے آیا ہوں اور جب تک وہ اپنا لکچر ختم نہ کرلیں گے میں ہرگز ایک لفظ بولنا نہ شروع کرونگا۔"

مجمع میں سناٹا چھا گیا تھا! ہے کہیں اس دور میں اس شرافت کی مثال؟

۶ر اپریل ۱۹۴۲ء لکھنؤ میں نواب صاحب یوم اقبالؒ کی صدارت کر کے ندوہ میں ڈالی باغ میں گنگا پرشاد میموریل ہال میں متعدد جلسوں میں معرکہ کی تقریریں کر کے صبح کی گاڑی سے براہ دہلی حیدرآباد واپس جا رہے ہیں۔ میں صبح ۸ بجے ان کی قیام گاہ پر پہنچا ہوں۔ خیال یہ ہے کہ یہاں سے اسٹیشن تک مفصل بات چیت رہے گی۔ موٹر اسٹارٹ ہوتا ہے ادھر نواب صاحب کی زبان دُعاؤں پر کھلتی ہے۔ سواری پر سوار ہونے کی دعا ہوگی۔ ابھی ختم ہوئی جاتی ہے لیکن یہ کیا؟ کہاں ابھی ختم ہوئی، دو سیکنڈ، چار سیکنڈ، ایک دو دعائیں، یہ سلسلہ ہے کہ ختم ہونے ہی آتا، اور دعائیں زیادہ تر حدیث کی۔ یا الٰہی یہ آل انڈیا لیڈر ہیں یا حصن حصین کی قسم کی کوئی کتاب! شرم سے کٹا جا رہا ہوں کہ لوگ مجھے عالم اور مفسر اور خدا معلوم کیا کیا سمجھ رہے ہیں، یہاں تو ان کی آدھی دعائیں بھی یاد نہیں، ان کا ورد سفر تک میں رکھنا تو خیر الگ رہا یہاں تو یاد بھی نہیں! اب انتظار کہ نواب صاحب کا خشوع و خضوع کچھ کم ہو لے تو ادھر اہل دنیا کی زبان کھلے مگر توبہ اس کا موقع ہی کیوں آنے لگا۔ دعاؤں کا سلسلہ نہ ختم ہونا تھا، نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اسٹیشن آ گیا! ایک مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو مستثنیٰ کر کے اور کسی لیڈر کی چاہے وہ آل انڈیا ہو یا صوبہ دار مذہبی اعمال میں مصروفیت کی ایسی مثال تو نہ اس کے قبل اپنی آنکھوں نے دیکھی تھی نہ اس کے بعد۔

کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر
ہمہ تن چشم انتظار ہے آج!

خوش نصیب قبر، خوش ہو کہ تجھ میں آرام پانے کیلئے اللہ کے دین کا دلیر و باہمت سپاہی آ رہا ہے، وہ غریبوں کا سہارا تھا، بے کسوں کا والی تھا، ملّت کا پشت پناہ، وہ ایک امیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھرانے کا چشم و چراغ تھا اور مجھ سے ان سے پہلی ملاقات جب حیدرآباد میں غالباً ۱۹۲۹ء میں میرے عزیز ترین دوست اور میزبان مولوی سیّد امین الحسن بسمل موہانی مرحوم کے مکان پر مولانا عبدالرحیم (سابق انجمن اسلامیہ والے اور حال تفسیر القرآن والے) کی وساطت سے ہوئی تھی تو میں بس اس قدر سمجھا تھا کہ ایک خوش مذاق و علم دوست نوجوان ہیں! (ان کے نفیس موٹر کی چمک دمک آج تک یاد ہے) دل و دماغ روح و ضمیر کے یہ حیرت انگیز اور قابل صد رشک جوہر تو رفتہ رفتہ ہی کھلے۔

حکیم مطلق اور احکم الحاکمین بے نیاز کی مشیت میں دم مارنے کی مجال کس کو؟ کیسے کیسے باغی و طاغی، غدار و سرکش، اسّی ۸۰ پچاسی ۸۵ کی عمروں کے پورے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں اور یہ مطیع و فرمانبردار بندہ، دین کا سپاہی، اور اُمّت کا علمبردار چالیس ۴۰ ہی کی عمر میں ہی واپس بلایا جاتا ہے سچ کہا اس عارف نے جس نے یہ کہا ؎

ما پر دریم دشمن و مسامی کشیم دوست
کس را رسد نہ چوں و چرا در قضائے ما

روائتوں میں آیا ہے کہ خلیفہ برحق عُمر فاروقؓ نے جب عین میدان قتال میں خالدؓ سیف اللہ کو معزول کر دیا تو ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی کہ لوگوں کا تکیہ حق تعالیٰ سے زیادہ خالد پر ہو چلا تھا اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ فتوحات جو حاصل ہو رہی ہیں یہ خالدؓ کی شجاعت و تدبیر کا نتیجہ ہیں، میں اس خیال کو مٹا دینا چاہتا ہوں۔ عجب کیا، جو ایک مصلحت کچھ اس طرح کی اس جوانمرگ قائد ملّت کی موت میں بھی ہو، ملّت بہت زیادہ تکیہ اس بندہ حق پر کر چلی تھی اور مشیت تکوینی کو سبق یہ دینا منظور ہو کہ جو خدائے قادر و توانا ایک بندہ کے توسّط سے نصرت و کامرانی پر قادر رہے، وہی اسی واسطے کے بغیر بھی اسی طرح قادر و متصرف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعیب قریشی مرحوم[1]

کراچی کی اطلاع ۲۵ر فروری کی ہے کہ شعیب قریشی نے لمبی علالت کے ساتھ وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہت سی زبانوں پر سوال آجائے گا کہ یہ تھے کون؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

جواب کیا دیا جائے سوائے اس کے کہ نیرنگی دہر کا ایک جیتا جاگتا نمونہ! بڑھے تو کیا سے کیا ہو گئے اور گھٹے تو کیا ہو کر رہے۔

علی گڑھ کے رہنے والے اور وہیں کے ایک ممتاز ترین گریجویٹ، لڑکپن ہی میں ماں باپ بھائی بہن سب دو چار دن کے اندر وبائے ہیضہ کی نظر ہو گئے اور یہ بے خانماں اور بالکل بے سہارا رہ گئے، کچھ عرصہ کے بعد چودھری خلیق الزماں کے منہ بولے بھائی بن گئے ایک ایریشن کے سلسلہ میں ان کی والدہ کا خون ان کے خون سے مل گیا اور اس طرح رشتہ بھی خونی قائم ہو گیا۔ دلیر و بے باک، غیور و خوددار، ذہین و جفاکش شروع سے تھے اور خدمت ملک و ملت کے دلدادہ۔ ۱۹۱۲ء میں بسلسلہ جنگ بلقان ڈاکٹر انصاری کے طبی مشن میں شریک ہو کر ٹرکی روانہ ہو گئے۔ انگریزی تقریر و تحریر دونوں پہ قادر ۱۹۱۷ء میں جب غلام حسین مرحوم ایک حادثہ کا شکار ہو گئے تو ان کے انگریزی ہفتہ وار نیو ایرا کی ایڈیٹری انھیں کے حصہ میں آئی پھر کئی سال بعد، احمد آباد میں گاندھی جی کی غیر حاضری میں ان کے شہرۂ آفاق ہفتہ وار ینگ انڈیا کو بھی چلاتے رہے۔ بیرسٹری کی تعلیم کے سلسلہ میں لندن میں مسلم آؤٹ لک کی ادارت میں بھی

---

[1] صدق جدید ۹ر مارچ ۱۹۶۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک رہے۔ جیل گئے اور مدت تک خلافت کمیٹی کے سکریٹری رہے۔ ۲۴ء میں جو مشہور وفد خلافت حجاز گیا اس کے بھی سکریٹری تھے اور پھر دوبارہ جو دوسرا وفد مولانا ظفر علی خاں کی قیادت میں گیا اس میں بھی شریک تھے اور وہیں ان سے اور صدر وفد سے اختلافات نمایاں ہو گئے۔ یہ زمانہ ان کی شہرت کے شباب کا تھا۔ بچہ بچہ کی زبان پر ان کا نام تھا بڑے پختہ بلکہ کہنا چاہئے کہ گہر قسم کے مسلمان تھے۔ کانگریس میں بھی بہت مقبول تھے اور جواہر لال نہرو کے دوستوں میں شامل۔ اکتوبر ۲۸ء میں جب نہرو رپورٹ شائع ہوئی تو یہ اس سے اختلاف کر کے کانگریس ہی سے علیحدہ ہو گئے۔ نواب صاحب بھوپال ان پر مہربان ہوئے اور انہیں وزیر ریاست مقرر کر کے عالی مرتبت مشیر المہام بنا دیا گیا۔ اب یہ رئیس تھے۔ سن اچھا خاصا آچکا تھا اور اب تک شادی نہ ہو سکی تھی۔ پاکبازی میں ممتاز، آخر دوستوں کی رائے سے مولانا محمد علیؒ کی چھوٹی صاحبزادی سے عقد کی ٹھہری اور جون ۱۹۳۰ء میں عقد ہو گیا۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم دولھا والے بنے تھے اور بارات انھیں کی کوٹھی سے عبدالرحمٰن صدیقی کے اہتمام میں قرول باغ پہنچی۔

قیام پاکستان کے زبردست حامیوں میں تھے اور پاکستان بنتے ہی ہجرت کر گئے وہاں یہ قدر ہوئی کہ مرکزی وزارت میں لے لئے گئے اور وہاں سے ہٹنے کے بعد عراق میں سفیر اور ہندوستان میں ہائی کمشنر رہے۔ گردش تقدیر ایک بار پھر رنگ لائی اور یہ عہدہ و منصب سے الگ ہو کر گمنامی و گوشہ نشینی کی زندگی پر مجبور ہو گئے۔ رفیق حیات کا بھی انتقال ہو گیا، جوانی میں تندرستی رعنائی و شادابی کے لئے ضرب المثل تھے۔ اب ضعف و ناتوانی سے ٹوٹ کر ہر وقت وقت موعود کے انتظار میں رہنے لگے۔ لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید ڈائریکٹر سینٹرل ہیلتھ نے ۲۱ر فروری کے خط میں مجھے لکھا۔

"کل صبح شعیب قریشی صاحب سے ملنے گیا، علی الصباح کوئی ساڑھے سات بجے، رات بھر یہی سنتے رہے کہ چند لمحوں کے مہمان ہیں ان کے داماد میرے قریب ہی رہتے ہیں بڑی پریشانی رہی بہت دنوں سے دیکھا بھی نہیں تھا اسپتال ہی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ کمرے میں گیا تو دروازے ہی سے پہچان لیا۔ انہیں دیکھ کر طبیعت بہت پریشان ہوئی، بس ڈھانچہ ہی رہ گیا مگر انھوں نے خوب پہچانا اور خوب باتیں کیں، ہوش و حواس مکمل قائم۔ ہاتھ جو بڑھایا ملانے کو تو برابر پکڑے رکھا جب تک میں نے خود نہیں ہٹایا، پنجے میں گرفت بھی اچھی خاصی تھی آتے وقت وہ "خدا حافظی" بھی نہیں تھی کہ احتمال ہوتا کہ بس آخری دم ہے۔ بڑے گُردے کے انسان ثابت ہوئے خوب خوب جنگ کی ہے انھوں نے بیماری سے۔ دو آپریشن بلکہ یوں کہئے آپریشن پر آپریشن ہوئے اور برداشت کر گئے ہیں، اب دیکھئے کہاں تک اور لڑائی کرتے ہیں ان کی خدمت بھی خوب ہوئی ہے۔ ان کے داماد خود سرجن ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں شفا دے۔"

اسی کے چار ہی دن بعد ۲۵ر فروری کو یہ بہادر مسلمان رخصت ہو گیا۔ رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور اسی کی ۱۹ر تاریخ۔

جسٹس سیّد محمود (فرزند سیّدؒ) کی اچانک وفات پر اکبرؔ نے جو قطعہ کہا تھا بے موقع نہ ہو تو اسے ایک بار پھر سامنے لے آیا جائے ؎

نہ وہ پک گئے نہ سرسیّد — دل احباب سے نکلتی ہے آہ
ذات محمود سے تسلّی تھی — لی انھوں نے بھی آج خلد کی راہ
بولی عبرت کہ ہوش میں آؤ — اے حریصان شان و شوکت و جاہ
مٹ گیا نقش احمد و محمود — رہ گیا لا الٰہ الا اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم[1]

ذاتی زندگی کی چند جھلکیاں

سنہ ۱۹۲۶ء ہے اور خلافت کمیٹی کا زور اس وقت تک بالکل ٹوٹا نہیں ہے مرکزی خلافت کمیٹی کی میٹنگ دہلی میں ہو رہی ہے۔ میں شرکت کو گیا وہیں جلسہ کے باہر ایک نوجوان عمر تندرست وجیہہ جوان کو دیکھا، سفید براق کھدّری شیروانی میں ملبوس سر پر ویسی ہی اجلی ستھری گاندھی ٹوپی، چہرہ پر اچھی خاصی اور خوشنما سیاہ داڑھی، جامعہ ملیہ والے سعید انصاری (جواب ڈاکٹر سعید انصاری) کے ساتھ انہوں نے متعارف کیا کہ تازہ ترین جرمن پلٹ ڈاکٹر ذاکر حسین خان یہی ہیں، اچھا یہی ڈاکٹر جن کی ذہانت و اخلاص دونوں کے چرچے اتنے دنوں سے سُننے میں آ رہے تھے جی ہاں۔ شخصی تعارف یوں ہوا اور کچھ ہی دیر میں سیرت باطنی کا ایک جلوہ نظر آ گیا جو بیرونی حضرات کمیٹی کے ممبروں سے اتنا قریب بیٹھے تھے کہ اجلاس کی ساری کارروائیاں ان پر ظاہر ہو رہی تھیں اور یہ بات آداب جلسہ کے کھلے ہوئی خلاف تھی۔ مولانا محمد علی نے پکار کر کہا آپ لوگ براہ کرم اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ ڈاکٹر صاحب جامعہ ملیہ کے ہونے والے پرنسپل بخوشی اس پر رضامند ہو گئے اور وہ جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے حالانکہ ان کے جونیر ساتھی اس میں اپنی توہین سمجھے اور انھیں روکتے رہے۔ ڈسپلن کی پابندی کی ایسی مثال ہم لوگوں میں شاذ ملتی ہے اور میں تو اس پہلی ملاقات میں پوری

---

[1] صدق جدید ۱۶ر مئی سنہ ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح متاثر ہوا۔

۳۳ء تھا کہ مولانا سلیمان ندوی کے ہمراہ دریا آباد آئے اور دن بھر قیام کیا جامعہ ملّیہ کی پرنسپلی خود ایک معزز عہدہ ہے کسی صورت سے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ بھی کوئی اونچے عہدہ دار ہیں، اٹھنے بیٹھنے بات چیت ہر طرح سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خدمت گار یا پیش کار ہیں یہاں کے ایک آدھ دیہاتی ٹیچر سے ملے اور ان سے کام کی باتیں کرتے رہے اس قسم کے مشورے دیتے رہے کہ رہنے سہنے میں صفائی کا چلن چلائیے اسکول سے غالی اوقات میں محلہ کی سڑکوں کی صفائی کا کام کیجئے کام اپنے ہاتھ سے کرتے رہتے محض اپنا ہی نہیں محلہ والوں کا بھی۔ دلّی جاکر جامعہ بھی ملنا ہوا ہے۔ جب ملے تو بالکل خُرد بن کر۔ جامعہ اور مطبوعات جامعہ کے سلسلہ میں سچ (صدق کا پرانا نام) نے دوبارہ نکتہ چینی بھی کی کبھی اس سے کبیدہ و آزردہ نہ ہوئے۔ تحریر میں خود صفائی پیش کی اور جب ملے تو سابق خندہ روی سے کھانے کا وقت اگر آگیا تو اپنے ساتھ کھانا بھی کھلایا اس نے دعوت شیراز کا لطف دیا۔ سادگی کے ساتھ صفائی تو خاص ان کا جوہر ہی تھا۔

۴۵ء تھا یا اور کوئی سَن علی گڑھ میں کوئی بہت بڑا جلسہ تھا کالج یا کانفرنس دونوں میں وہاں کی جوبلی، وہاں کئی دن ان کا ساتھ رہا۔ صدر یار جنگ، مولوی حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم و غفور میرے مخدوم و مکرم تھے لیکن اس وقت انھیں کی کسی بات پر ان سے شکر رنجی ہو گئی اور میں نے انکے ہاں جانے سے انکار کر دیا انھیں خبر ہوئی تو باوجود اسکے کہ ان سے اور مرحوم سے سیاسی اختلاف تھا۔ مجھے سمجھایا بجھایا منایا اور بالآخر ان کے ہاں بھیج کر چھوڑا مخالف پارٹی والے کے ساتھ اس مدارات و ملاطفت کا برتاؤ کہاں دیکھنے میں آتا ہے۔ پیکر شرافت تھے۔ انگریزوں کو بُرا بھلا کہنا فیشن میں داخل تھا اور سخت ترین الفاظ اچھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھوں کی زبان پر چڑھے رہتے تھے ڈاکٹر ذاکر باوجود اپنی معرفت و معلوم حریت بآبی کے اس سے مستثنیٰ تھے نرم سے نرم تاویل ان کے افعال و اعمال کی کیا کرتے۔

سنہ ۴۸ء، سنہ ۴۹ء تھا یہ نئے نئے وائس چانسلر علی گڑھ کے مقرر ہوئے تھے ان کی صدارت میں پہلا جلسہ یونیورسٹی کورٹ کا تھا۔ عبدالمجید خواجہ بیرسٹر اور پرانے نیشنلسٹ بھی شریک جلسہ تھے جب میٹنگ ختم ہوئی لوگ چلنے لگے تو خواجہ صاحب نے ناخوشی کے لہجہ میں سب کے سامنے کہا۔ ذاکر صاحب اگر آپ سمجھتے ہیں جلسہ بہت کامیاب ہوا تو ایسا ہرگز نہیں ہے کوئی دوسرا ہوتا تو اس پر بگڑ جاتا مگر یہ ذرا بھی نہ بگڑے خُردانہ انداز سے اور نرم لہجہ میں ان سے کہتے ساتھ چلے جا رہے تھے "جی نہیں میں ہرگز نہیں سمجھتا کہ جلسہ مثالی طور پر کامیاب رہا" ایسی شرافت کی مثالیں پبلک زندگی میں کمتر ہی نظر آئیں گی۔

سنہ ۴۹ء ہوگا کہ کورٹ کی ایک اور میٹنگ دوپہر کے لنچ کے لئے برخاست ہوئی اور اب کی میٹنگ یونین عمارت میں نہیں بلکہ یونیورسٹی کے مہمان خانہ میں تھی خیال آیا کہ نماز یہاں کون پڑھے گا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک صاحب بغیر شیروانی کے محض ایک کرتہ پہنے لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے غسل خانہ وضو کے لئے جا رہے ہیں دیکھا تو خود وائس چانسلر تھے اور جب وہ آکر جانماز پر بیٹھ گئے تو دیکھا دیکھی کچھ ممبر اور بھی آگئے، نماز کے تو اس وقت پورے پابند تھے اور روزے کے بھی اور حج اس کے چند سال بعد جاکر اپنے زمانہ نائب صدارت میں کر آئے۔ ذکر ان کے عام انسانی اخلاق و عادات کا ہو رہا تھا۔ ضمناً ان کی عبادت بھی آگئی۔

سال اب یاد نہیں بہرحال ان کی جامعہ کی پرنسپلی کا زمانہ تھا۔ یونیورسٹی کورٹ کی میٹنگ میں وہ دلی سے آئے اور میں دریا باد سے پہنچا رشید صدیقی کے یہاں ہم دونوں اترے، ان کا کمرہ میرے کمرے سے متصل تھا فجر میں ابھی خاصا وقت باقی تھا کہ آہٹ محسوس ہوئی دیکھا تو ڈاکٹر صاحب غسلخانہ سے وضو کرکے باہر آچکے ہیں اور جانماز پر بیٹھے کوئی وِرد کر رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔شاہ طالب حسین فرخ آبادی کے مرید عرصہ ہوا ہو چکے تھے۔میں نے خود انھیں تہجد پڑھتے نہیں دیکھا لیکن عجب نہیں کہ پھر بھی عمر کے اس دور تک وہ تہجد کے پابند رہے ہوں۔اس کے بعد میں تڑکے کے نماز باجماعت فجر کے لئے روانہ ہو گئے۔قرآن مجید کی عظمت بھی اس وقت تک اچھی خاصی ان پر غالب تھی۔جامعہ سے کوئی صاحب اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جا رہے تھے ڈاکٹر صاحب نے وداعی تقریب میں چلتے وقت انھیں ایک چھوٹے سائز کی کتاب پیش کی اور کہا "یہ کتاب آڑے وقتوں آپ کی مدد کرے گی جیسی کہ آپ سے قبل بہتوں کی کر چکی ہے اور یہ کتاب قرآن کی ایک حمائل تھی۔ان کے خاص فن تعلیمات اور معاشیات تھے اور ساتھ ہی فلسفہ کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔افلاطون کی کتاب جمہوریت کے مترجم تھے لیکن دوسری طرف تفسیر قرآن سے بھی اُنسیت رکھتے تھے۔تفسیر ماجدی جلد اوّل شوق سے دل لگا کر پڑھی اور دوسری جلد کی طباعت اور اشاعت کے لئے ایک ہزار کی رقم اپنی طرف سے پیش کی گو کہ میں اسے قبول نہ کر سکا۔

سنہ غالباً ۵۷ء تھا، وہ بہار کے گورنر تھے میں پٹنہ جانے لگا تو اپنے یہاں ٹھہرنے کی فرمائش کی، اسٹیشن جو موٹر میرے لئے آیا وہ عجیب طرح کا تھا یعنی بالکل بند اور شیشوں پر کپڑا بندھا ہوا۔اے۔ڈی۔سی۔صاحب نے بتایا کہ یہ موٹر سرکاری نہیں۔ڈاکٹر صاحب کا ذاتی اور ان کی مِلک ہے۔مرحوم سرکاری چیزوں سے کام لینے میں ایسے ہی احتیاط برتتے تھے، میری خدمت کیلئے جو ملازم صاحب تعینات تھے وہ بھی ان کے ذاتی ملازم (میاں اسحاق) تھے، کوئی سرکاری چپراسی میرے قریب نہ آپاتا تھا۔یہ معیار انکی دیانت کا تھا میرے پہونچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد میرے کمرے میں آئے اور مجھ سے نہیں میرے ساتھ کے ملازم سے پوچھا، آپ (تم نہیں) کھانا کھا چکے ہیں اب آرام سے سوئیے۔ملازم صاحب کی آنکھیں گورنر صاحب کے اس التفات کو دیکھکر کھلی رہ گئیں۔جبتک میرا قیام وہاں رہا وہ مرتب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میزبانی اسلامی اخلاص وآداب کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ ان کی نائب صدارت کے زمانہ میں دوبار دلّی جانا ہوا اور انہیں کے ہاں ٹھہرنا ہوا۔ روزانہ صبح سویرے پیدل ٹہلنے کیلئے روانہ ہو جاتے واپسی پر سیدھے میرے کمرے میں آتے، دریں اثنا میں میری چائے آچکی ہوتے میرے پاس کچھ دیر بیٹھ کر اور میری خیریت دریافت کر کے اندر جاتے۔ دہلی کے انگریزی روزنامے سب اس وقت تک آچکے ہوتے، حکم تھا کہ سب سے پہلے میرے پاس آئیں اور جتنی دیر بھی چاہوں انہیں رکھ کر انہیں واپس کروں جب جا کر خود پڑھتے، کھانا اکثر و بیشتر اپنے ساتھ ہی اسی میز پر کھلاتے، سلام میں ہمیشہ خود ہی سبقت کرتے۔

خط و کتابت بلا ضرورت نہ کرتے، پھر بھی سال میں اوسطاً دو چار خطوط تو آ ہی جاتے میرے پاس تقریباً ۷۰ خط محفوظ ہوں گے۔

۱۹۲۷ء سے ۱۹۶۹ء تک ۴۲ سال کے تعلقات کی مدت کم نہیں ہوتی، ذاتی کردار کی جھلکیاں آپ نے دیکھ لیں، رہی پبلک زندگی سو اس میں ہر بڑی شخصیت کی طرح بڑی گنجائش قیل وقال کی ہے اس پر فوراً کوئی تبصرہ مناسب نہیں، جب کہ مرحوم کے عزیزوں (بھائیوں لڑکیوں، نواسیوں وغیرہ) کے دل اتنے دُکھے ہوئے خصوصاً آپ کی حرم محترم اور تازہ بیوہ جن کی بادشاہی پبلک جھیکاتے اپنے لفظی معنی ہی میں لٹ گئی ہے، اور جو بڑی ہی عابدہ، صابرہ اور سخت قسم کی پردہ نشین اور شوہر کی خدمت میں آخر وقت تک رہنے والی، درویش صفت صاحبِ ایمان خاتون ہیں اس وقت اس بوڑھے کی دعا بس یہ ہے کہ اللہ آمرزگاران کی لغزشوں کو (اور لغزشیں انبیاء معصوم کے سوا اور کس سے نہیں ہوتی ہیں) معاف فرمائے اور حشر میں ان کو نصیبہ ور کرے، مرحوم نے سالہا سال سے نماز جمعہ ترک کر دی تھی، خیال یہ ہو رہا کہ ایسا شاید اعلیٰ عہدہ کی بنا پر اپنی جان کے خطرے کے خیال سے ہے مگر خود مرحوم نے ایک صاحب سے بیان فرمایا کہ میرے گھٹنوں میں سخت تکلیف رہتی ہے جس سے دوزانو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیٹھنا (التحیات کیلئے) ممکن نہیں، گھر پر نماز چوکی پر سے پیر لٹکا کر پڑھ لیتا ہوں۔ مسجد میں یہ صورت کہاں ممکن" اللہ ایسا کرے کہ ان کے ہر قابل اعتراض عمل پر ایسی ہی توجیہہ وتاویل حشر میں نکلے۔ بندے تو صرف ظاہری عمل کو دیکھتے ہیں باقی فاعل کی نیت اور اس کی مجبوریوں اور معذوریوں کا علم کس کو؟ ہزارہا بلکہ لاکھوں مسلمانوں کی مخلصانہ دعائیں بڑے مجمع کے ساتھ جنازے کی نمازیں اور بے شمار قرآن خوانیاں ہرگز ضائع ہونے والی چیز نہیں۔

چودھری خلیق الزماں مرحوم[1]

فروری ۴۶ء کی کوئی تاریخ ہے، یوپی اسمبلی کے الیکشنوں کا زمانہ ہے۔ آج چودھری خلیق الزماں کے الکشن کا دن ہے، مسلم لیگ کے وقار و عزت کے امتحان کا دن ہے چودھری یا کہنا چاہیئے کہ صوبہ مسلم لیگ کی خدائی یا ناخدائی کر رہے تھے، حریفوں نے اپنی پوری قوت آج اس مقابلہ پر لگا دی ہے۔ کانگریس تو خیر مخالف تھی ہی، سنّی بورڈ نے امیدوار کھڑا کر کے بہت سے ووٹ اہل سنت کے ادھر نکال لئے ہیں اور ایک شیعہ امیدوار بھی میدان میں ہے۔ چودھری صاحب سالہا سال سے لکھنؤ میونسپل بورڈ کے صدر رہ چکے تھے، جتنے مخالف اس سلسلہ کے تھے سب کی آج بن آئی ہے۔ کئی دن سے خوب مظاہرے ہو رہے ہیں، اور جلوس پر جلوس مخالفانہ نعرے لگاتے ہوئے نکل رہے ہیں چھوٹے اور بڑے جتنے ذاتی اور قومی کسی سبب سے ہی چودھری صاحب سے کوئی رنج دل میں رکھتے تھے آج سب ہی دل کے حوصلے نکال رہے تھے اور ان کے ہرانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ پھر چودھری صاحب آخر اسکا کچھ توڑ نہیں کرتے، اُنکے ہمدردوں کا جلوس کیوں نہیں نکلتا (ایک جلوس کو چھوڑ کر)

---

[1] صدق جدید یکم جون ۱۹۷۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ نہ تو اپنے موافقوں کا جلوس نکلواتے ہیں نہ اپنے معتقدوں اور ہمدردوں کو اس کی اجازت دیتے ہیں اور ملت کے ووٹروں پر ہی اعتماد رکھے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان اب دوست دشمن کو خوب اچھی طرح پہچان گیا ہے، مجھے کسی جلوس کی کیا ضرورت ہے نتیجہ نکلا تو خود دنیا نے دیکھ لیا کہ انھیں کا اندازہ صحیح نکلا۔ مخالف بری طرح ہارے اور جھنڈا لیگ ہی کا بلند رہا!

یہ تھے چودھری خلیق الزمان جن کی پبلک زندگی کی ایک ہلکی سی جھلک آپ نے دیکھ لی۔

بیسویں صدی کے پہلے دہے کا کوئی سنہ ہے چودھری صاحب کی والدہ اپنے ایک بڑے لڑکے کی شادی مقرر کر رہی ہیں۔ منگنی اپنی سگی بھانجی کے ساتھ مدت ہوئی ٹھہرا چکی ہیں۔ عین وقت پر معلوم ہوا کہ صاحبزادے وہاں نکاح کرنے پر آمادہ نہیں، لڑکی کی صورت و سیرت میں کچھ عیب نکال کر نکاح سے سرے سے انکار کر رہے ہیں۔ "ارے! یہ تو بڑے غضب کی بات ہوئی، سوچ رہی تھی کہ اپنی سگی بھانجی کو گھر کی بہو بناؤں گی۔ برادری بھر میں کیسی ناک کٹ رہی ہے۔ کتنی بڑی بدنامی ماں باپ کی ہو رہی ہے"۔ گھر میں رونا پیٹنا پڑ گیا۔ اس گھڑی چھوٹے بھائی نمودار ہوتے ہیں۔ ماں کے پاس آکر کہتے ہیں کہ "امی جان آپ دل نہ میلا کیجئے۔ بھائی جان نے اگر انکار کر دیا تو میں حاضر ہوں لڑکی جیسی کچھ ہے ظاہر ہے، لیکن آپ کی بات جا رہی ہے، میں یہ کیسے دیکھ سکتا ہوں عقد کر لوں گا۔ دل پر تو اختیار نہیں البتہ جہاں تک ظاہری برتاؤ کا تعلق ہے میں شادی ساری عمر نباہ دوں گا، خرچ وغیرہ برابر دیتا رہوں گا اور آگے چل کر ایک دوسری بہو، اپنی مرضی کے مطابق لانے کی اجازت آپ سے لینا ہوگی" ماں اس سعادت مندی سے باغ باغ ہو گئیں، سوکھی کھیتی میں پانی پڑا۔ تقریب ہنسی خوشی ہو گئی اور ساری عمر نباہ ہو گیا اولاد بھی ان بیوی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ ان بیوی کا چند سال ہوئے لاڑکانہ (سندھ) میں انتقال ہوگیا۔ دو لڑکیاں بیاہ ہوکر ہندوستان ہی میں رہیں۔

انھیں ماں کا جب آخری وقت آیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چودھری صاحب پاکستان سے جب انھیں دیکھنے آئے تو ان کے پاؤں داب رہے ہیں۔

یہ ایک دوسری ہلکی سی جھلک چودھری صاحب کی خانگی اور نجی زندگی کی تھی۔

یہ دو نمونے چودھری صاحب کی ساری زندگی کے آئینہ دار ہیں۔ تفصیل جو کچھ بھی جو کوئی کریگا وہ اسی متن کی شرح ہوگی۔ میرے عزیز تھے، اور کچھ ایسے دور کے نہیں، میری والدہ ان کے والد کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اصل وطن شہر لکھنؤ سے متصل قصبہ بجنور کا موضع چلاؤان تھا۔ نسب کے بڑے کھرے شیخ صدیقی تھے، اودھ کی سلطنت قائم ہونے سے پیشتر یہی شیخ زادے یہاں عملاً حکمران تھے، انکا قبرستان جہاں ان کے مورث اول شیخ عبدالرحیم مدفون ہیں۔ نادان محل روڈ لکھنؤ میں اس وقت بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم لوگ نسباً قدوائی ہیں، لکھنؤ کے ان شیخ زادوں اور بانسہ کے سادات سے قرابتیں قائم کرکے قدوائیوں کا نسب بھی معیاری بن گیا۔ سن میں مجھ سے تین ساڑھے تین سال بڑے تھے، پیدائش ۱۸۸۹ء کی تھی اسکولی تعلیم لکھنؤ کے کوئنس اسکول میں پائی۔ کھیل میں بہت اچھے تھے اور ذہین وطباع اور شوخ مزاج۔ کالج میں تعلیم کے لئے علی گڑھ گئے اور بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں وہیں سے لیں غالباً ۱۹۱۱ء میں سیاسی زندگی کا آغاز کر دیا تھا، ابھی پڑھ ہی رہے تھے کہ جنگ طرابلس کے بعد جنگ بلقان خلیفہ المسلمین سلطان ترکی سے شروع ہوگئی اور علی گڑھ کے طلبہ میں گویا زلزلہ آگیا۔ مولانا محمد علی کا انگریزی ہفتہ وار کامریڈ کلکتہ سے دہلی آچکا تھا اور اپنے شباب پر تھا مولانا نے طبّی وفد، ترکی زخمیوں کی دیکھ بھال کیلئے ڈاکٹر انصاری کی سرکردگی میں ترکی بھجوایا اسمیں جوشوق سے والنٹیر بنے ان میں ایک چودھری صاحب بھی تھے شعیب قریشی، عبدالرحمن سندھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ سے گہری دوستی اسی سلسلہ میں ان سے پیدا ہوئی۔

حقیقی ماموں لکھنؤ کے مشہور وکیل حاجی محمد نسیم مرحوم تھے، تعلیم و تربیت انھیں نے دلوائی اور بطور جونیر وکیل کے اپنے ساتھ رکھا۔ ان کے لڑکے محمد وسیم مرحوم اور ان کے ماموں زاد بھائی ہونے کے علاوہ ان کے بہنوئی بھی تھے، لکھنؤ کے مشہور بیرسٹر تھے۔ پاکستان بنتے ہی وہاں منتقل ہو گئے اور ایڈوکیٹ جنرل ہو گئے۔

سیاسی عقیدت علی برادران سے رکھتے تھے، مولانا محمد علی کے خصوصی عقیدت مند بس چند تھے۔ ان کے دو گروہ تھے، پہلے گروہ میں عبدالمجید خواجہ، ڈاکٹر سیّد محمود، تصدق احمد خان شیروانی (اور ایک زمانہ تک) ڈاکٹر ناظر الدین حسن تھے اور دوسری ٹولی میں ولایت علی (بمبوق مرحوم) شعیب قریشی اور عبدالعزیز انصاری کے ساتھ چودھری صاحب بطور سر گروہ تھے۔ اور جو سبق جمال الدین افغانی اور اقبال وغیرہ نے اتحاد اسلامی کا دیا تھا اسی راگ کے خاص مغنّی تھے۔ ملکی سیاست میں گاندھی جی کے بعد سب سے زیادہ متاثر پنڈت موتی لال نہرو سے تھے، اور جواہر لال نہرو بقول شخصے اپنا لنگوٹیا یار سمجھتے تھے۔ خلافت و ترک موالات کے دوران میں صوبہ کی کمان انہیں کے ہاتھ میں تھی، اور فرنگی محل میں کبھی مل کر اور کبھی لڑ کر خلافت کمیٹیاں وہی بناتے اور بگاڑتے رہے۔ برسوں کانگریس میں شریک رہے۔ جس زمانہ میں ایک فرد کانگریس کا ڈکٹیٹر ہوا کرتا تھا وہ اس کے ڈکٹیٹر بھی رہے تھے۔ اسکے بعد مسلم لیگ میں آئے۔ پاکستان کا مطالبہ اس بلند آہنگی سے کیا کہ گویا جناح صاحب کے بعد انھیں کا نمبر آ گیا غالی مسلم لیگی ہونے کے باوجود ذاتی تعلقات ہندو دوستوں سے برابر باقی رہے، سری پرکاش، ہر کرن ناتھ مرا، بشیکر ناتھ بھٹ وغیرہ سے تعلقات ویسے ہی رہے جیسے پہلے کسی زمانہ میں تھے لکھنؤ میونسپل بورڈ کے صدر متعدد بار ہوئے، کسی مسلمان کیلئے ایک ہی بار ہونا ایک بڑا اعزاز تھا چہ جائیکہ بار بار ہونا۔ سنی وقف بورڈ کے صدر رہے۔ اپنی ابتدائی زندگی میں مہاراجہ محمود آباد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرائیوٹ سکریٹری بھی کچھ دن رہے تھے۔

لکھنؤ میں جو چند مسلم گھرانے بطور مستقل مہمان سرا کا کام دیتے تھے، ان میں علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مہاراجہ محمود آباد، مولوی محمد نسیم مرحوم کے ڈالی باغ کے ایک گھرانہ کا بھی تھا، خیالی گنج میں اور یہ گھر سیاست دانوں کا مرکز تھا۔ مسلمانوں کی قسمت کے بنتے بگڑنے کے فیصلے وہیں سے ہوتے رہتے تھے۔

جلسہ میں نعرۂ تکبیر کی کثرت ان کے جلسوں کی خصوصیت تھی۔ آہ کہ ۴۶ء کے بعد سے ان کے سننے کی حسرت سیاسی جلسوں میں رہ گئی۔ (حاجیوں کی روانگی اور واپسی کے قافلوں کے ساتھ ان کا بلند ہونا بالکل الگ ہے)۔

پاکستان کے قیام کے بعد اعلان یہ ہوا کہ جناح صاحب انھیں کو ہندی مسلمانوں کی رہبری اور رہنمائی کیلئے ہندوستان میں چھوڑ گئے ہیں، لیکن مسلمانوں کی قسمت میں کوئی تعمیری پروگرام اب کہاں تھا۔ انھیں بھی جلدی ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اپنی ہجرت کے اسباب انھوں نے اپنی انگریزی کتاب PATHWAY IS PAKISTAN میں اور اس سے بھی زیادہ شرح وبسط کے ساتھ اردو کتاب شاہراہ پاکستان میں لکھ دیئے ہیں دستیاب ہو سکے تو اسے ضرور پڑھئے۔

چودھری صاحب کی بے شمار تقریروں میں سے صرف ایک ذرا سا فقرہ یاد رہ گیا ہے جو اپنی قیادت کے زمانے میں لکھنؤ کی پبلک کے سامنے ایک بار کہا تھا کہ:۔

"آپ کو روز گرم پیالی چاہیئے، میں ہر روز گرم پیالی آپ کو کب تک پلایا کروں"۔

پاکستان پہنچ کر ان کی کچھ زیادہ قدر نہ ہوئی، کچھ دنوں پاکستان مسلم لیگ کی تنظیم کرتے رہے لیکن خود لیگ ہی کے کچھ دن کے بعد لالے پڑ گئے تھے، خدا معلوم کتنی پارٹیاں وہاں نکل پڑیں۔ حکومت کی طرف سے ایک بار انڈونیشیا میں سفیر ہو کر گئے تھے، اور ایک بار مشرقی پاکستان کے گورنر ہوئے تھے، جناح صاحب سے تعلقات اچھے نہیں باقی رہے تھے ہندوستان جب بھی آ جاتے تھے تو ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے۔ پنڈت نہرو اور پنت جی بہت بڑھ کر ملتے۔ جس زمانہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشرقی پاکستان کے گورنر تھے ایک بار ہوائی جہاز سے دہلی سے گزر رہے تھے، اخباروں میں تصویر آئی کہ یہ کھڑے ہوئے ہیں اور استقبال کیلئے رفیع احمد قدوائی مرکزی وزیر موجود ہیں، دونوں کے تعلقات سے جو واقف تھا اسکے لئے تصویر مرقع حسرت تھی۔ کل تک جو جگری دوست تھے، فکر و عمل دونوں میں ہم رنگ و ہم آہنگ۔ قرابتوں کی زنجیروں میں بھی جکڑے ہوئے تھے، آج ایک دوسرے سے بیگانے ہی ہیں، غیروں اور بیگانوں کی نہیں عین، دشمنوں کی نظر سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، ہند اور پاکستان کہاں کے دوست اور کیسے پڑوسی، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے دشمن ستر پشتوں سے چلے آرہے ہیں، خیر یہ منزل بھی جھیلنا دونوں کی قسمت میں تھا۔

مسلمان ہمیشہ سے رہے، اور مربی و سرپرست ماموں حاجی محمد نسیم مرحوم کی دینداری اور مذہبیت تو ضرب المثل تھی۔ والدہ ماجدہ بھی دینداری میں شہرت رکھتی تھیں اس کے ساتھ ساتھ مذہبیت میں بھی ترقی ہوتی رہی، عمر کے آخری ۱۰ - ۲۰ برسوں میں مرحوم نماز اور تلاوت قرآن کے شدت سے پابند ہو گئے تھے، مجھ ہیچ مداں کی تفسیر کی بڑی ہی قدر افزائی کرتے رہے، خط کبھی کبھی آتے ان میں یہ مضمون بھی ہوتا کہ "تمہاری تفسیر بار بار پڑھ رہا ہوں اور بڑی حسرت یہ ہو رہی ہے کہ سیاست میں پڑ کر اپنی عمر ضائع کر دی، کاش تمہاری طرح دینی خدمت میں لگ جاتا۔"

پاکستان کی خستہ حالی اور زبوں بختی سے نہایت درجہ غمگین اور افسردہ رہتے۔ اپنی ساری کھیتی کو اجڑتے اور سوکھتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، ہفتوں بلکہ مہینوں سے مسلوب الحواس سے ہو رہے تھے، آخر میں حافظہ بڑی حد تک جواب دے گیا تھا۔ ساری چیزیں بھول گئے تھے، جب نوبت آکسیجن سے سانس لینے کی آگئی تو شاید ہماری وزیر اعظم صاحبہ نے خاندانی تعلقات کا خیال کرتے ہوئے ان کی دونوں بیاہی ہوئی لڑکیوں کو کراچی جانے کی اجازت دے دی تھی (لیکن بعض اتفاقات کے باعث یہ دونوں انتقال کے بعد ہی وہاں پہنچ سکیں) اس سے قبل ملّت کا یہ خادم جمعہ کے دن اپنے مولا کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سر سکندر حیات[1]

سر سکندر حیات خاں مرحوم کی ختم حیات کی خبر آپ نے اخبارات میں پڑھ لی؟ ماتم کی صدائیں جو ملک بھر میں گونجیں، وہ بھی سُن لیں؟ صوبہ اور پنجاب جیسے زبردست صوبہ کے وزیر اعلیٰ تھے اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے سارے ہمعصروں سے بڑھ چڑھ کر تدبّر و فرزانگی میں لاجواب، سوجھ بوجھ میں فہم دانش میں اپنی نظیر آپ۔ عملاً وزیر نہیں، تاجدار تھے۔ نائب نہیں خود مختار تھے۔ ماتحت نہیں سالار تھے۔ بڑھ چکے تھے۔ بڑھ رہے تھے اور خود تو بڑھ ہی رہے تھے اوروں کو بھی بڑھا رہے تھے۔ اچانک اور حسرتناک موت کی خبر سننے کیلئے دوست دشمن کوئی بھی تیار تھا؟ اس کا گمان بھی تھا؟ اچھے خاصے ہٹے کٹے، تندرست و توانا، مضبوط چہرہ گل تر کی طرح شگفتہ، صحت فصل بہار کی طرح شاداب و تازہ اور موت عین شادی کے گھر میں، عین شادمانی کی گھڑی میں آئی! بڑے نور نظر اور چھوٹے لخت جگر کے سہرے کے کھلے ہوئے پھولوں کو روندتی ہوئی، مسلتی ہوئی کچلتی ہوئی، پھر کوئی جنگل بیاباں نہیں، گاؤں اور دیہات نہیں۔ لاہور جیسا مرکز تمدن، بہتر سے بہتر حکیم، حاذق سے حاذق ڈاکٹر، بلانے کے لئے ٹیلی فون، آنے کیلئے موٹر، سیکنڈوں میں خبر ہو گئی، منٹوں میں ڈاکٹر آئے، موت کے فرشتوں کی رفتار دونوں سے تیز تر نکلی۔ جو ہستی مجسم "حیات" تھی جس کی رگ رگ میں زندگی اور قوت کی تیز نبض اچھل رہی تھی، آناً فاناً بجھ گئی۔ قبل اس کے کہ علاج و تدبیر کوئی ادنیٰ بھی ہو سکے!

دنیا ایک بڑی اور اسی سکندر نام کی ایک اور شخصیت سے بھی واقف ہے۔ اقبالمندی اور دیوی

---

[1] صدق ۱۸ فروری ۱۹۴۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوش قسمتی کے لحاظ سے ان مرحوم سے بھی کہیں برتر وہ دنیا کا فاتح اعظم تھا۔ سارا یونان فتح کیا، ایران کو مسخر کیا، دارا کا تختہ الٹ دیا، عراق میں، توران میں اپنا جھنڈا لہرایا، خراساں کو، شمالی ہندوستان کو زیر کیا، بلخ کو، بخارا کو، ترکستان کو تابع فرمان کیا۔ عین زمانہ شباب میں عالم مسافرت میں خود اپنا وقت موعود آپہنچا تو زور آوری ختم تھی اور ساری کوششیں تدبیریں بے اثر، مقررہ گھڑی، ایک سیکنڈ کیلئے، ایک سیکنڈ کی باریک سے باریک کسر کیلئے نہ بڑھ سکی نہ پیچھے ہٹ سکی!

جاہ وحشم کی خوش تدبیری، طبیبوں کی حذاقت، تیمارداروں کی دردمندی اگر کہیں بھی سپر بن سکتی تو ماضی میں سکندر یونانی اور حال میں سکندر پنجابی یقیناً موت کی گرفت سے باہر رہے ہوتے! غفلت کے بندو! عبرت کی آنکھ اب بھی بند ہی رکھو گے؟ خودی کے متوالو ہوش اب بھی نہ آئے گا؟ سکندر مقدونی کا انجام تو اللہ کو معلوم، سکندر پنجابی کا حال اللہ کے کرم سے ہم پر آپ پر سب پر روشن ہے۔ الحمد اللہ کہ مسلمان تھا۔ توحید کا قائل، رسالت کا معتقد اسلام کا کلمہ گو، محمدؐ کی اُمّت میں شامل، نماز کا پابند، روزہ کا شدّت سے پابند، کلام الٰہی کی اشاعت کا ساعی، اپنی بصیرت کے مطابق اُمّت محمدیؐ کی فلاح کا داعی، اپنے کو عمر بھر مسلمان کہا، مسلمان سمجھا اور ظرف ماحول بساط کے موافق، اپنے کو مسلمان بنایا اور رکھا، فیلڈ مارشل ویول کے پیام رائٹ آنریبل چرچل کے سلام، فوج کی سلامیاں لاٹ صاحب کے ہاں کی حاضر باشیاں، سب جسم کی کثافتیں تھیں، یہیں زیر زمین دفن ہوگئیں۔ روح عرفانی لطافتوں کے پانی سے دھل کر اور نکھر کر ان آلائشوں سے پاک ہوئی اور ان قیدوں سے آزاد، ایمان کے بازوؤں سے چڑھی اور یقین و اعتقاد کے پروں سے عالم بالا کی سمت میں بلند ہوئی، ہزاروں دل والوں کی دی دعاؤں کے ساتھ، ہزاروں آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ سے

تا نہ پنداری کہ تنہا می روی!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاعر۔ ادیب و صحافی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا ثاقبؔ[1]

بات یہ ۱۹۱۴ء کی ہے۔ لکھنؤ کے خوش ذوق رئیس چودھری شفیق الزماں صاحب تعلقدار گڑھی بھلول نے رقعہ لکھ کر مجھ سے دریافت کیا کہ ایک ادبی حلقہ میں ذیل کے دو ہم مضمون شعروں سے متعلق بڑی بحث چھڑی ہوئی ہے محاکمہ آپ کیجئے۔ دونوں شعر یہ ہیں :-

(۱) شب جو زنداں میں ہوئی تازہ گرفتاروں کو
سر یہ ٹکرایا کہ در کر دیا دیواروں کو

(۲) شب کو زنداں میں مرا سر پھوڑنا اچھا ہے
آج کچھ کچھ روشنی آنے لگی دیوار سے

شعر بادی النظر میں اور پہلی دفعہ پڑھنے میں پہلا ہی اچھا معلوم ہوا لیکن ذرا سوچنے کے بعد ترجیحی رائے دوسرے شعر کے حق میں قائم ہوئی اور یہی میں نے چودھری صاحب کو جواب میں لکھ بھیجا[2]۔

---

[1] مولانا دریابادی کا یہ مضمون ۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کے روزنامہ تنویر لکھنؤ میں مرزا ثاقبؔ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد شائع ہوا تھا۔ (ع۔ق)

[2] مولانا فرماتے ہیں کہ مجھے تو اولاً پہلا ہی شعر پسند آیا تھا لیکن پھر مولوی عبدالسلام ندوی رفیق دار المصنفین (صاحب شعرالہند) سے مشورہ لیا تو انہوں نے دوسرے شعر کو ترجیح دی اور بڑی حد تک انکی رائے سے متاثر ہو کر میں نے اس دوسرے شعر کو ترجیح دی۔ پہلا شعر میر نفیسؔ مرحوم کا تھا (ع۔ق)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے شعر میں لفظوں ہی کا زور ہے۔ ورنہ اتنا مبالغہ کہ سر ٹکرانے سے قید خانے کی دیواریں محض ٹوٹ پھوٹ کر محض در کی طرح کھلی رہ جائیں۔ حد فطرت سے بڑھا ہوا ہے اور پھر جب زنداں کی دیواریں ہی باقی نہ رہیں تو خود زنداں کا وجود کب باقی رہ گیا۔ قیدی آزاد ہو کر نکل ہی نہ بھاگیں گے، دوسرا شعر بے عیب ہے بلکہ "کچھ کچھ" نے انتہائی حسرت و بے کسی کی تصویر کھینچ دی ہے۔ تاریکی اس بلا کی ہے کہ قیدی کو یہ خفیف سی روشنی بھی بہت غنیمت معلوم ہو رہی ہے۔ پھر اتنا مبالغہ کہ سر ٹکرانے سے دیوار میں ہلکا سا رخنہ پیدا ہو جائے۔ حد و فطرت سے اس درجہ بعید بھی نہیں۔

غرض اپنی یہی رائے لکھ کر بھیج دی اور یہ خبر ہی نہ تھی کہ پہلا شعر کس کا ہے اور دوسرا کس کا۔ چودھری صاحب تو خیر خوش ہوتے ہی دو ہی ایک روز بعد دیکھتا کیا ہوں کہ جناب مرزا ثاقب صاحب غریب خانہ پر تشریف لا رہے ہیں (میرا قیام اس وقت تک لکھنؤ ہی میں تھا) آئیں! یہ مرزا صاحب کہاں! ان کی تو نازک مزاجی (نازک خیالی ہی کی طرح) مشہور ہے یہ تو بڑے بڑوں کے ہاں نہیں جاتے۔ مجھ غریب طالب علم کے ہاں (کالج اسی زمانہ میں چھوڑا تھا) کہاں قدم رنجہ فرمانے لگے! میں تو دور سے راستہ گلی میں بس انکی صورت دیکھ لیتا تھا۔ کبھی بڑھ کر ملنے کی بھی ہمت نہیں پڑی تھی چہ جائیکہ انھیں اپنے گھر پر دیکھتا۔

کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں!

خیر بیٹھے تو فرمایا کہ آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں چودھری صاحب نے آپ کا وہ خط مجھے دکھایا۔ آپ نے نقادی اور انصاف کا حق ادا کیا ورنہ وہ شعر تو میر صاحب مرحوم و مغفور کا ہے۔ ان کے سامنے بھلا کون پوچھتا۔

میں نے یہ سُن کر اپنے دل میں کہا کہ چلو اچھا ہوا اپنے کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ کون شعر کس کا ہے۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ میر صاحب کا نام سن کر مجھ پر بھی رعب پڑ جاتا اور انھیں کے شعر کو ترجیح دینے لگتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو دل نے کہا۔ باقی زبان یہی الفاظ ادا کرتی رہی کہ "محض آپ کی عزت افزائی ہے میں کس لائق ہوں۔ مجھے تو لکھتے ہوئے شرم آ رہی تھی کہ آپ حضرات اہل زبان کے مقابلہ میں زبان کیا کھولوں۔"

بس اس روز سے ثاقبؔ صاحب مہربان ہو گئے لکھنؤ کے شاعروں میں عزیزؔ صاحب تو پہلے ہی سے مخلصانہ کرم فرماتے تھے اور وہ تھے بھی طبعاً متواضع و منکسر مزاج۔ محشرؔ صاحب ابرؔ صاحب سے حضرت اکبر الہ آبادی کے طفیل میں سرسری نیاز حاصل ہو گیا تھا۔ صفیؔ صاحب ظریفؔ صاحب اور سب سے بڑھ کر مرزا سوداؔ صاحب بھی عنایت فرماؤں میں تھے۔ ثاقبؔ صاحب کا مہربان ہو جانا ان سب سے بڑھ کر تھا۔

اسی صحبت میں خوش ہو کر اپنا کلام بھی زبانی سُنایا۔ غزل کا مطلع ہے اور دو چھوٹے چھوٹے مصرعوں کے اندر حسن و عشق کی پوری داستان رنگین سمیٹ لی ہے ؎

کہاں تک جفا حُسن والوں کی سہتے
جوانی جو رہتی تو پھر ہم نہ رہتے

اور پھر جو ایک شعر پڑھا۔ ظالم نے تڑپا ہی دیا۔ ؎

بڑے شوق سے سُن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

شعر بلاترنم کے تحت اللفظ پڑھتے لیکن ہاتھ اور چہرے کے اشاروں سے مضمون کی تصویر بھی کھینچتے جاتے۔ دوسرا مصرعہ جب پڑھا ہے تو آنکھیں ذرا بند کر کے سر کو ایک طرف اسطرح جھکایا اور ہاتھ کو اس کے نیچے اس طرح لائے کہ جیسے سچ مچ تکیہ پر سر رکھکر سو ہی گئے ہیں! اس ہیچ مداں نے شعر کی تکرار اس کثرت سے دوستوں کے سامنے کی اور اپنی تحریروں میں اتنی بار لایا کہ اب وہ شعر بے تکلّف سب کی زبانوں پر چڑھ گیا ہے۔ ضرب المثل بن جانے کی صلاحیت اس میں موجود ہی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا شبلی مرحوم و مغفور یاد کر لیجئے کہ وہ الفاروق کے مصنف تھے۔ شہر کے شیعہ اہل سخن وار باب ادب سے تعلقات اچھے خاصے رکھتے تھے۔ بلکہ عزیز صاحب کا تعارف اس خاکسار سے انھیں نے کرایا تھا۔ ثاقب صاحب سے بھی ان کے مراسم تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ہنگامہ مسجد کان پور پیش آیا۔ پولیس نے مجمع پر گولی چلائی اور بڑے بوڑھوں کے ساتھ کچھ لڑکے بھی شہید ہوئے۔ شبلی نے متاثر ہو کر ایک ماتمی نظم کہی۔ اس میں اس موقع پر ان مقتول لڑکوں کے والدین رات کو ان کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں، اور ان کے قتل سے بے خبر ہیں ایک مصرعہ تھا ؎

یہ لڑکے ہیں بہت جلد ان کو سو جانے کی عادت ہے

نظم ثاقب کو سنائی، ثاقب نے داد دی مگر یہ کہا کہ یہ مصرعہ لکھنؤ کی زبان میں نہیں۔ مولانا نے کہا بسم اللہ اصلاح ارشاد ہو، بولے یوں ہو جائے تو بہتر ہے ؎

یہ بچّہ ہیں سویرے ان کو سو رہنے کی عادت ہے

مولانا نے انصاف پسندی کے تقاضے سے جو اہل کمال کا خاصہ ہے بے تکلف اس ترمیم کو قبول کر لیا۔ ثاقب صاحب باشندہ لکھنؤ کے نہیں اکبر آباد (آگرہ) کے تھے لیکن لکھنؤ کی زبان کا جہاں تک تعلق ہے کسی لکھنوی سے نہ ہٹیے تھے نہ پیچھے۔

اس نیازمندی سے حسن ظن آخر تک قائم رکھا۔ کئی سال کا ذکر ہے کہ پہلے خط لکھ کر اور پھر لکھنؤ میں خود مل کر زبانی فرمائش کی کہ "دیوان مرتب ہو گیا ہے اس پر مقدمہ تم ہی لکھ سکتے ہو۔ "لکھ دو"۔ اب اتنی فرصت کہاں نصیب تھی۔ بہت دب دب کر اور بچ بچ کر معذرت کرنی پڑی!

افسوس کہ یہ شمع سخن ۲۳ر نومبر ۱۹۴۶ء (۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ یوم جمعہ) گل ہو کر مجلس ادب سونی کر گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک گمنام نامور[1]

قصبہ کاکوری (ضلع لکھنؤ) کی اطلاع ہے کہ منشی امیر احمد علوی نے پرسوں شنبہ، رمضان مطابق ۳۱ رمئی ۵۲ء کو اپنے وطن میں غالباً ۷۲ سال کی عمر میں دائی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم اردو کے اُن چند ادیبوں میں تھے جو صحت زبان کی فکر و پروا رکھتے تھے۔ محاورات کی صحت، ترکیبوں کی صحت کیلئے کاوش و اہتمام رکھتے تھے۔ ان بے استادے اہل قلم میں نہ تھے جن کے ہاں کوئی پھڑکتا ہوا عوام پسند فقرہ ہر عیب اور ہر جہل کا پردہ پوش بن جاتا ہے۔ تاریخ اسلامیات، نقد و ادب پر خاص توجہ تھی۔ تاریخ زوال بنی اسرائیل، سفر سعادت، مثنویات، ابو ظفر بہادر شاہ، تاریخ مالوہ اتنی کتابوں کے نام اس وقت یاد پڑ رہے ہیں۔ زبان کا ذوق شروع ہی سے تھا۔ کیننگ کالج لکھنؤ سے بی۔ اے کرنے کے بعد ڈپٹی کلکٹری وغیرہ کے منصبوں پر فائز رہنے کے باوجود خدمت علم و ادب کیلئے بھی برابر وقت نکالتے رہے۔ زیادہ تر اپنے ہی صوبہ میں رہے۔ پھر آخر میں سی۔ پی میں ڈسٹرکٹ جج کے اختیارات بھی مل گئے تھے۔ اہل کاکوری کی نفاست پسندی اور مہمان نوازی مشہور ہے اور مرحوم ان حیثیات سے پورے کاکوروی تھے۔ حج اتفاق سے اسی سال کرنے گئے۔ جو مدیر صدق کا سنہ حج تھا (۱۹۲۹ء منیٰ اور مدینہ منورہ میں ساتھ رہنے کے علاوہ واپسی میں جہاز پر بھی رفاقت رہی اور جب اپنا سفر نامہ سفر سعادت کے نام سے مرتب کیا تو اس پر دیباچہ اسی نامہ سیاہ سے لکھوایا۔

---

[1] صدق ۱۳ جون ۱۹۵۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے گہرے مذہبی تھے۔ آخری سن میں نہیں بلکہ شروع سن میں جو ولولوں اور امنگوں کا زمانہ ہوتا ہے، اور یہ تازہ گریجویٹ تھے اس وقت بھی ادبی بحثوں میں فرنگیت کا مقابلہ اور مشرقیت و اسلامیت کی تائید کرتے رہتے تھے، شرافت اور خوش ذوقی کے ایک پیکر مجسم تھے۔ اشتہار بازی اور خود نمائی کے تازہ بہ تازہ ("اپ ٹو ڈیٹ") طریقوں سے ناواقف تھے اس لئے وہ شہرت و ناموری حاصل نہ کر سکے۔ جس کے اپنی ادبیت کی بنا پر مستحق تھے اور عمر بھر نسبتاً گمنام ہی سے رہے۔ اللہ اونچے سے اونچے مرتبہ نصیب کرے۔ سفر آخرت کیلئے رمضان کا ماہ مبارک ملنا خود ایک دلیل مغفرت و مغفوریت کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّد علی عبّاس حسینی[1]

سیّد علی عباس حسینی کے نام سے صدق کے حلقے والے بہت ہی کم واقف ہونگے "ترقی پسندوں" کی صف اوّل کے لکھنے والوں میں تھے۔ لیکن ان میں ترقی پسندی کی کوئی ادا مشکل ہی سے موجود تھی۔ نہ تعلّی وخودستائی نہ فحش وعریانی، نہ رکاکت وابتذال اور نہ خدا اور مذہبیت پر چوٹیں۔ اسی ستمبر کے آخر میں ایک طویل علالت کے بعد لکھنؤ میں تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افسانے، افسانچے، ناول متعدد لکھ گئے۔ ایک کتاب اردو ناول نویسی کی تاریخ پر بھی ہے۔ رہنے والے ضلع غازی پور کے قصبہ پارہ کے تھے، مدّت سے لکھنؤ ہی کو وطن بنالیا تھا۔ مذہب امامیہ رکھتے تھے۔ شروع زندگی میں مذہب سے شوخیاں کر جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ خود مذہبی ہو گئے تھے اور آخر عمر میں بیشتر مطالعہ قرآن مجید اور تفسیروں ہی کا رہ گیا تھا۔ ہر ملاقات میں دینی تذکرے کرتے رہتے تھے۔ غازی پور، بارہ بنکی اور خود لکھنؤ کے بعض اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر اور پرنسپل رہ چکے تھے۔ انگریزی تحریر پر بھی پوری قدرت حاصل تھی۔ مدیر صدق سے اپنی طالب علمی کے زمانے میں کچھ تھوڑا بہت پڑھ لکھ لیا تھا۔ اس رشتہ کا ادب واحترام آج تک قائم رکھے ہوئے تھے۔ امریکی ناول جنسیات ولغویات سے لبریز ہوتے ہیں ان کو وہ بکثرت مطالعہ کرتے رہتے لیکن کمال یہ تھا کہ ان کا چربہ اتارنے میں ان لغویات سے بالکل پاک دامن رہتے۔ بڑے ہی شریف، مہذب، شائستہ وشستعلیق تھے۔ لکھنؤ کے شیعہ سنی مجادلہ سے بیزار رہتے۔ صلح کل کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے اور انکی اشاعت کرتے رہتے حق تعالیٰ عاقبت

---

[1] (صدق جدید ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۹ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخیہ کرے۔

قمر احمد (علیگ) مرحوم[1]

بحر آباد (ضلع غازی پور) یو۔پی سے تاسف انگیز خبر شائع ہوئی کہ حاجی قمر احمد بی۔اے ایل۔ایل۔بی وکیل اپنے وطن ۲ر جون (۸ر رمضان) کو بہ عارضہ ضیق النفس وفات پاگئے۔ انّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔

علی گڑھ کے شیدائیوں بلکہ فدائیوں میں تھے۔ ابتداءً مضمون علیگیات پر لکھتے رہے اور ساتھ ہی وکالت کی پریکٹس بھی سنہ ۲۰ء و سنہ ۲۱ء میں جب تحریک خلافت کا شباب تھا تو ملک کے سیکڑوں پرجوش وکیلوں کی طرح انہوں نے بھی ترک موالات پر عمل کیا اور اچھی چلتی ہوئی وکالت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور کچھ ہی روز بعد بمبئی جاکر روزنامہ خلافت کو ہاتھ میں لے لیا۔ خلافت مولانا شوکت علی کی زیر نگرانی تحریک خلافت ترک موالات کا نقیب خاص اور اس وقت اپنے عروج شباب پر تھا۔ قمر احمد کا قلم و دماغ سالہا سال ملّت کی خدمت خلوص کے ساتھ انجام دیتا رہا۔ اپنے سیاسی خیالات میں نیشنلسٹ تھے لیکن بڑے پختہ مسلمان۔ اپنی اسلامیت کو ہر دوسری چیز پر مقدم رکھنے والے علی برادران کے تو خاص مخلصوں اور ارادتمندوں میں تھے۔ خلافت ہی کے ایک وفد کے سلسلہ میں زیارت حجاز سے بھی مشرف ہو آئے تھے۔ چہرہ پر داڑھی اور نماز کے پابند۔ بمبئی میں رہنے اور ہر طرح کے موقع حاصل ہونے کے باوجود "لیڈری" کی شان کے قریب بھی نہ گئے۔ اپنے کو محض خدمت گزار ہی سمجھتے رہے۔ مزاج سلجھا ہوا۔ غصّہ اور تیز زبانی گویا جانتے ہی نہ تھے۔

---

[1] صدق ۲۵ر جون سنہ ۱۹۵۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"چار سال ہوتے خیال پیدا ہوا تھا کہ تاریخ تحریک خلافت مرتب ہونا چاہیئے اور اگر یہ مرتب نہ ہوئی تو مسلمانان ہند کی جد و جہد کا ایک بڑا کارنامہ تاریخ میں غیر مرتب رہ جائے گا۔ ایسی کتاب کے بہترین لکھنے والے وہی ہو سکتے تھے مشیت الٰہی کو یہ منظور نہ ہوا۔ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ عشرۂ رحمت ہوتا ہے اس کی آٹھ کو وفات پایا۔ بجائے خود دلیل مغفوریت ہے"

ایک پرانے صحافی کی وفات[1]

مولوی ریاض الرحمٰن خاں شیروانی ایم۔ اے کا مکتوب ۷ر دسمبر کا چلا ہوا علیگڑھ سے:

"شب گزشتہ میں مولوی محمد مقتدیٰ خاں شیروانی نے ۹۱ر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آج بعد دوپہر تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے بہت وضعدار اور شفیق بزرگ تھے۔"

مرحوم سید جالب مرحوم کے معاصر تھے اور اردو صحافیوں میں شاید سب سے معمر اہل قلم اور علیگڑھ کے مشہور شیروانی خاندان کے سب سے محترم اور دیرینہ سال مرد بزرگ (گریٹ اولڈمین) علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ (ہفتہ وار) کی ادارت محسن الملک و وقار الملک کے زمانہ میں کی۔ اور اس کے بعد علی گڑھ گزٹ نامے اخبار کی اور تحریک موالات میں اس تحریک کے شدید مخالف ہو کر۔ قلم میں جان تھی اور زور تھا اور صحافت کے علاوہ رسالہ الایمان اور شاید کچھ اور دینی کتابوں کے مصنف تھے۔ اور علاوہ لکھنے پڑھنے کے پریس کے کام اور انتظام میں بھی بڑا سلیقہ اور گہرا تجربہ رکھتے تھے اور فرض شناسی اور کارگزاری میں تو اپنے نظیر آپ ہی تھے اور مزاج

---

[1] منقول از صدق جدید ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شوخی اور ٹھٹھول اس غضب کی تھی کہ غالب کی لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی کی یاد تازہ کر کے دیتے۔ کالج یا یونیورسٹی کے ایک ڈنر میں شریک ہوئے۔ خاکہ ایک نظم میں کھینچا شوخی کا اندازہ نمونہ کے ایک شعر سے کر لیجئے ؎

ہر اک مہمان مُرغ اڑاتا رہا
مگر ایک میں، کڑ کڑاتا رہا !

پر احتیاط زندگی کا اک کرشمہ یہ تھا کہ ۹۰ سال کی عمر تک پیدل مسافت اچھی خاصی چل لیتے تھے اور خط کا جواب بھی پہلی ڈاک سے دیتے تھے۔

معمولات عبادت بھی برابر جاری رکھتے۔ مغفوریت اسی سے ظاہر ہے کہ تاریخ عین وسط رمضان کی پائی اور رات جو ملی وہ جمعہ کے متصل۔ حج بیت اللہ کی نعمت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے۔

ایک مخلص خصوصی کی وفات[1]

اردو کے ایک معروف و مقبول اہل قلم صحافی مولوی سیّد رئیس احمد جعفری ندوی ثم لاہوری ۲۷ر اکتوبر کو لاہور میں وفات پا گئے۔ انّا لِلّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

صحت سالہا سال سے بہت ہی خراب چلی آ رہی تھی۔ آخر وقت موعود نے آلیا۔ بندہ اپنے رب و مالک کے حضور میں پہنچ گیا۔

خیر آباد (اودھ) کے رہنے والے تھے اور مشہور اردو شاعر ریاض خیر آبادی کے

---

[1] صدق جدید ۸ر نومبر ۱۹۶۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نواسے تعلیم ندوہ میں پائی اور پھر جامعہ جاکر پڑھے۔ مضمون نگاری کا شوق شروع سے تھا۔ اور دلی تمنا یہ تھی کہ جامعہ ازہر (مصر) جاکر وہاں سے سند علم و فضیلت لائیں۔ یہ آرزو تو کسی طرح پوری نہ ہوسکی البتہ جامعہ سے نکل کر صحافت کی لائن میں داخل ہوگئے اور پہلے روزنامہ خلافت (بمبئی) اور پھر کئی دوسرے اخباروں میں کام کیا۔ بڑے محنتی مستعد اور کارگزار تھے مولانا محمد علی کا زمانہ تو نہ مل پایا۔ البتہ مولانا شوکت علی کے منظور نظر اور معتمد علیہ رہے۔ پاکستان بننے پر پہلے کراچی گئے اور وہاں سے لاہور منتقل ہوگئے بقیہ عمر وہاں کے ادارہ ثقافت اسلامیہ میں کاٹ دی۔

ضرورتوں نے بڑا زود نویس بنا دیا۔ ہزار ہزار صفحات لکھ ڈالے معروف و مقبول ناول نویس کی حیثیت سے ہوتے لیکن مولف سیرت محمد علی اور علی برادران کے بھی رہے، اور عربی سے کئی دینی اور غیر دینی کتابوں کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اپنے معاصرین پر ایک دلچسپ جلد دید و شنید کے نام سے شائع کی اس کا دوسرا ایڈیشن نکالنے کی فکر میں آخر تک رہے علی برادران سے نسبت عشق رکھتے تھے۔ یتیم بچپن ہی سے ہوگئے تھے۔ تعلیم و تربیت ایک صاحب عزم ماں نے دی اور یہ بھی ان کے مطیع و منقاد اپنے بڑے بھائی سید عقیل احمد عقیل کی طرح ان مرحومہ کے آخری وقت تک رہے۔

اور مدیر صدق اپنی کیا کہے۔ اس کے تو خصوصی مخلصوں بلکہ فدائیوں میں تھے۔ تعلقات کی عمر ۴۰۔۴۲ سال کی ہوچکی تھی۔ ندوہ میں پڑھ رہے تھے جب ہی سے غیر معمولی حسن ظن پیدا کرلیا تھا جو زندگی بھر قائم رہا۔ اللہ بال بال غریق رحمت فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر[1] احتشام حسین رضوی مرحوم

اُردو پر جو مخلص اپنا جی جان قربان کئے ہوئے ہیں اور اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں، ان میں کوئی احتشام سے بڑھ کر تو کیا ہوتا۔ کوئی ان کے برابر کا، ان کی ٹکر کا نکل آئے تو بھی بڑی بات ہے۔ دعویٰ زبان سے کرنے والے بیشمار ہیں، لیکن میزانِ اخلاص پر پورے اترنے والے کچھ تھوڑے ہی سے ہیں اور ان چند میں بھی خاص بلکہ یہ کہئے اخص الخواص کہلانے کے قابل جو دو ہی چار ہیں۔ ان میں ایک وہ مرحوم تھے، جن کی یاد منانے اور ان پر آنسو بہانے ہم سب جمع ہوئے ہیں۔ پرانی ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد والی ہو تو، اور نئی اردو اکیڈمی لکھنؤ والی ہو تو، آل انڈیا انجمن ترقی اردو علی گڑھ کی ہو، تو، ادارہ فروغ اُردو لکھنؤ کا ہو، تو شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی کا ہو، تو، الہ آباد یونیورسٹی کا ہو، تو، اُردو کا کوئی سا بھی شعبہ یا اردو ادارہ ہو، سرکاری یا غیر سرکاری، سب سے ان کا یکساں تعلق، ملک گیر ہو، ریاستی ہو، سب سے ان کا مساوی ربط، وہ ہر ایک کے خادم و نیازمند، اور پھر یہ تو ان کا اجتماعی سلسلۂ خدمات ہوا، رہا شخصی و انفرادی سلسلۂ تعلیم و تصنیف، تدوین و تحقیق یہ سب اس کے علاوہ ماسوا، سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں صفحے کتابوں اور مقالوں کے حجم کی صورت میں کس نے ۳۰ سال کی مدت میں تیار کر ڈالے، تنقید کے، تاریخ ادب کے اور سفرناموں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اُردو کی خدمت بہرعنوان بہرصورت، یہی مشغلہ، یہی

[1] منقول از صدق ۱۹ر جنوری ۱۹۷۳ء۔ تقریر جو جلسہ تعزیت لکھنؤ میں ۳۱ر دسمبر ۷۲ء کی شب کو منائی گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دھندا، یہی حال، یہی قال، یہی جمال، یہی کمال، اردو میں ناقد تو پہلے بھی بڑے بڑے ہو چکے تھے اور سخن فہم، سخن سنج حالی و شبلی کے سے گزر چکے تھے، لیکن وہ سخن فہمی تمامتر ذوقی و وجدانی تھی، کسی ترکیب کی ندرت پر جھوم اٹھے، کسی فقرے کی دَر و بَست کی نزاکت پر داد کے ساتھ دل دے بیٹھے، لیکن تنقید بحیثیت فن دور احتشامی سے قبل اردو میں کہاں آئی تھی، تنقید کے اصول و مباحث مغرب سے لا لا کر مشرق کے مدرسوں میں کس نے پھیلائے تھے! یہ نئے نئے رنگ و وضع کے گل و بوٹے شبستان مشرق میں کس نے کھلائے تھے۔ یہ نت نئے سبق اپنے ہموطنوں کو کس نے پڑھائے تھے؟

اُردو کا مورخ ادب اس موضوع پر جب قلم اٹھائے گا اور اس فن کے بانیوں کا نام گنائے گا تو اردو والوں میں نام اس عالیشان کا، والا احتشام کا ضرور آئے گا، حضرت رومی نے اپنی مثنوی میں عشق کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

اب عشق کے بجائے اردو زبان یا اردو زبان کے عشق کو رکھ لیجئے اور اس کلام کو احتشام مرحوم کی روح کی زبان پر بلا تکلف جاری کروا دیجئے۔

مرحوم نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ لکھنؤ یونیورسٹی میں گزارا، اور اس کے ذریعہ سے اردو اور اردو پسندی کو جتنا پھیلایا، خصوصاً اردو بیزاری کے عین زمانہ میں، وہ بھی انھیں کا حصہ تھا۔ اور پھر اب کئی سال سے یہی جہاد لطیف ان کا الہ آباد یونیورسٹی کے ذریعہ سے جاری تھا۔ یہ بھی انھیں کا حصہ تھا۔ سیکڑوں کی تعداد میں تو اپنے قابل فخر شاگرد انھوں نے چھوڑے ہیں۔ خالق کائنات کی مشیت اور مصلحتوں میں کون دم مار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے، ورنہ اس درجہ دفعتہً اور ناگہانی اس چشمہ فیض کی بندش ہم بندوں کی سمجھ میں تو آتی نہیں۔ بے ادبی نہ سمجھی جائے تو دل جلا ہوا اور پکا ہوا ہر اردو والے کا یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اردو کی مخالفت تکوینی قوتوں نے موت سے ساز باز کر لیا ہے اور اُردو کے سورما سے یوں میدان صاف کر دیا۔

میری اس تقریر حقیر کے بعد آپ کے سننے میں تقریریں احتشام کے فن پر آئیں گی اور آپ ان فنی تقریروں کے تجزیہ اور تحلیل سے لطف اٹھائیں گے، اس حقیر کو تو اجازت دیجئے کہ مرحوم کی ذاتی صفات سے متعلق اپنے تاثرات و تجربات بھی کچھ عرض کر دے۔ ایسی بزرگ داشت، ایسا انکسار، ایسی لطافت طبع، ایسی سلامت روی، ایسی خوشگوار رواداری بلکہ میں کہوں گا کہ ایسی بے نفسی اور مشرقی اخلاق کی جامعیت کم ہی کہیں دیکھنے میں آئی ہے۔ سن میں مجھ سے چھوٹے ضرور تھے لیکن برتاوے میں اپنے کو چھوٹے سے چھوٹا دکھاتے تھے، کبھی کوئی ناملائم یا غصّہ کا لفظ ان کی زبان سے آتے تو میں نے کبھی سنا نہیں۔

اختلاف چاہے وہ سیاسی ہو، مذہبی یا ادبی ایسی حکمت و خوشگواری کے ساتھ وہ علم و متانت سے ٹال جاتے کہ انانیت منہ تکنے لگتی اور خودداری عش عش کر کے رہ جاتی۔ ضابطہ سے تعلق تو شاید ترقی پسندوں سے رہا کیا۔ لیکن سابقہ میں پتہ کبھی نہ چلنے پایا کہ ترقی پسند ہیں یا مجھ جیسے تنزل پسند دقیانوسی شاعروں کے کلام پر نہ مضحکہ، نہ ان کے کسی دیوان کے مطالعہ سے بے نیازی، نہ استادوں سے مقابلے کے دم خم نہ اپنی تعلیوں کی رجز خوانیاں!

نہ ترقی پسندی کی ہمہمہ کا کوئی نشان نہ اس کے طنطنہ کی شان، ایک بار کیا ہوا کہ ریڈیائی یا نشری مکالمہ کے سلسلہ میں نوبت شرکت کی آئی اور مجھ سے انٹرویو لینے آئے۔ میرے ایک جواب میں ریڈیو والوں کو کچھ کلام ہوا۔ مجھے یقین کہ میرا جواب سرے سے رد ہوا، لیکن واہ ری شرافت کہ احتشام صاحب نے خود اپنا سوال ہی الٹا واپس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے لیا اور کمال بالائے کمال یہ کہ اس امکان بدمزگی پر بھی شرمندہ اور معذرت خواہ! اسے نفس کی شرافت کیوں کہیے! کرامت کیوں نہ کہیے!

اس طرح کے نازک موقع دو ایک کمیٹیوں میں بھی پیش آئے، مگر وہ ہر موقع پر اپنی بڑائی اور برتری ہی کا نشان چھوڑ گئے۔

اس عالی کردار اور اس بے نفسی کے نمونے اگر عام ہو جائیں تو دنیا، خصوصاً دنیا کے ادب سے رنجش و فساد کے امکانات بھی عنقا ہو جائیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ مرحوم کو یہ احساس بھی کبھی نہ ہوا ہوگا کہ انھیں کسی سے اختلاف بھی ہے، ایسی پاکیزہ صفات ہستیاں خصوصاً ادیبوں میں اب کہاں دیکھنے کو ملیں گی!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مردِ مومن کی وفات[1]

آہ عبدالمجید خاں، بی۔ اے (عثمانیہ) ایڈیٹر "الہدیٰ" (حیدرآباد دکن) رمضان کے ماہ مبارک کی دوسری تاریخ تھی اور پہلا جمعہ (۸ر جون ۵۱ء) کی صبح کے وقت مردِ مجاہد وطن سے دور وقار آباد میں ایک طویل اور صبر آزما علالت کے بعد اپنے مالک و مولا کے حضور میں پہنچ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بڑے جری و دلیر اور جذبہ اسلامیت اور حق گوئی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ مدتوں دکن کے مشہور اسلامی روزنامہ "رہبر دکن" میں گمنام کام کرتے رہے اور ستمبر ۴۸ء کے انقلاب دکن کے اپنا ذاتی ہفتہ وار "الہدیٰ" نکالا۔ اور دنیا کو دکھایا کہ مردِ مومن کی زبان ہر ممکن خطرہ کے باوجود خود اظہارِ حق میں کتنی بے باک رہ سکتی ہے۔ یہ وقت وہ تھا کہ اچھے اچھوں کی ہمت جواب دے چکی تھی اور پرانے آزمودہ کاروں کے چھکے چھوٹ چکے تھے لیکن عبدالمجید خاں کے لئے معلوم ہوتا تھا کہ زمین و آسمان ہی کوئی دوسرے ہیں۔ اسی قلندرانہ بانکپن سے بدستور لکھتے رہے جب تک وفات سے چند ہفتہ قبل، کچھ تو علالت اور کچھ مالی مشکلات کے باعث پرچہ بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جب تک لکھا قوت ایمانی کی اس جرأت و ہمت سے لکھا کہ کم از کم صدق کے ایڈیٹر کو تو رشک آگیا۔

عمر بھی کیا پائی زیادہ سے زیادہ پچاس کے ہوں گے۔ سچ جب ابتداء ۲۵ء کے

---

[1] ۲۲ر جون ۵۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع میں نکلا ہے یہ اسی وقت جامعہ عثمانیہ کے طالب علم تھے اور 'سچ' کے بڑے ہی قدر بڑھانے والوں میں تھے۔ مجھ سے مراسلت اسی زمانہ سے شروع کردی اور اگست ۲۵ء میں جب میرا جانا حیدرآباد کا ہوا تو آکر بڑی محبت بڑے تپاک، بڑی عقیدت سے ملے۔ انکے متعدد مراسلے بھی اسی زمانہ میں نام سے یا گمنام سچ میں نکلے طبیب کو کشف کوفی اور اشراقیت سے خاصی مناسبت تھی اکثر عزیزوں دوستوں کی موت کا علم ان کے وجدان کو بیشتر سے ہوجاتا اور خواب میں بھی عجیب عجیب پیش بینیاں کرتے تھے۔ اپنے حسنِ ظن اور (تمام تر غلط حسن ظن) کی بنا پر ان اسرار کا حل مجھ جیسے ناآشنائے فن سے چاہا کرتے۔ اگر اس زمانے کے ان کے خطوط میرے ذخیرے میں کہیں دبے پڑے ہوئے نکل آئے تو ان کا مطالعہ بجائے خود بہت دلچسپ ہوگا۔

خط وکتابت موقوف ہوگئی اور برسوں ان کا کچھ پتہ نہ چلا ۴۵ء یا ۴۶ء میں از خود انکی بہت یاد آنے لگی اور طبیعت میں تقاضہ ان کے دریافت حال کا پیدا ہوا یہ شاید اسی اشراقیت کا اثر تھا یا کیا کہ بے شان وگمان، عین اس وقت ان کا ایک خط خوب مفصل موصول ہو گیا اور اس کے بعد سے مراسلت ہر دو چار مہینہ کے وقفہ کے ساتھ ابھی مہینہ دو مہینہ ادھر تک جاری رہی۔ آخری خط میں اپنی علالت اور پرچہ کے التوار کی عارضی کی اطلاع دی تھی اس دور کے خطوط اگر سب چھاپ دیئے جائیں تو حیدرآبادی مسلمانوں کی شدید مظلومیت کی جیتی جاگتی تصویر نظروں کے سامنے آجائے بعض خطوط کے اقتباسات صدق میں مختلف عنوانات کے ماتحت نقل ہوتے بھی رہے ہیں جمعہ کا دن رمضان کا مہینہ تپ کہنہ کا مرض پردیس کی موت رحمت ومغفرت کے اتنے سامان، اس مردِ مومن کیلئے نہ رکھے ہوتے تو اور کس کیلئے ہوتے اللہ اسے ان نعمتوں سے سرفراز فرمائے، جو بہشتیوں، سرفروشوں اور دین کے مجاہدوں کیلئے مخصوص ہیں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظفر الملک مرحوم[1]

ظفر الملک اور عبد الماجد ایک زمانہ تک اور (اس کی مدت کئی سال تک قائم رہی) ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم رہے یا کم از کم دوسروں کی نگاہ میں سمجھے گئے۔ ایک قید عنصری سے گویا ایک ہی جھٹکے میں آزاد ہو کر جوار رحمت میں پہنچ گیا۔ دوسرا اپنے وقت موعود کے انتظار میں ہے۔ آج ان کا نام آنے سے ۳۶۔۳۷ سال کی کیسی کیسی پرانی باتوں کی یاد تازہ ہو رہی ہے۔ اصل نام اسحٰق علی علوی تھا۔ ظفر الملک غالباً تاریخی نام ہے۔ ۱۹۰۹ء میں جب الناظر نکالا تو ایڈیٹری میں نام ظفر الملک کا ہوتا تھا اور بحیثیت پبلشر کے اسحاق علی چھپتا تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ الگ الگ دو شخصیتیں ہیں اور اس وقت کے آئین صحافت میں یہ معیوب بھی نہ تھا۔ ناموری اسی شاندار نام سے

---

[1] صدق ۲۸ر فروری ۱۹۴۷ء

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوتی گئی اور اس پرانے نام کا نشان مٹ گیا۔ جب برما، ہانگ کانگ وغیرہ مشرقی ایشیا کی لمبی سیاحی کے بعد وطن واپس آئے ہیں تو بالکل "صاحب بہادر" تھے، سوٹ بوٹ میں ملبوس، منہ میں سگریٹ داڑھی کا کیا ذکر۔ پہلی ملاقات مولانا شبلی کے ہاں مولانا ابوالکلام کے مواجہ میں ہوئی۔ ان کا سن ۳۰-۳۲ سال میں ۱۷ سال کا کالجی طالب علم۔ چند روز بعد میں نے "طالب علم" ہی کے پردہ میں الناظر کے لئے علمی مقالات شروع کر دیئے۔ یہ رفاقت مدتوں رہی، میں لامذہب تھا۔ وہ رفتہ رفتہ سخت قسم کے مذہبی ہو گئے۔ چہرے پر داڑھی، وضع بھی خالص مشرقی، بیعت بھی مولانا عین القضاۃ قدس سرہٗ سے کر لی۔

✥ ——— ✥ ——— ✥

دوسرا لمبا ساتھ جنوری ۱۹۲۵ء میں سچ کے اجراء سے شروع ہوا پہلے وہ ایڈیٹر رہے اور میں مقالہ نگار خصوصی، کچھ ہی روز بعد وہ منیجر اور میں ایڈیٹر، یہ تعلق ۱۹۳۲ء تک قائم رہا۔ ۲۵ء کے آخر میں نئی اودھ خلافت کمیٹی بنائی گئی۔ بنانے والے وہی تھے نام کے لئے صدارت پر میں بٹھا دیا گیا۔ وسط ۲۸ء سے مولانا محمد علی کے روزنامہ ہمدرد دہلی کی ذمہ داری مشترک ہم دونوں نے لے لی، وہ منیجر اور میں نگراں ایڈیٹر لیجئے حقیقت کا ذکر تو بھول ہی گیا ۱۹۱۹ء میں ہفتہ وار 'حقیقت' ہم دونوں نے مل کر نکالا اور تقسیم یہاں بھی وہی رہی۔ وہ منیجر اور میں صیغہ ادارے کا نگراں۔ کچھ روز بعد ہم دونوں علیحدہ ہو گئے اور عزیزی انیس احمد صاحب کے ہاتھوں جا کر روزنامہ ہو گیا۔ غرض ساتھ میرا ان کا جتنا رہا کمتر کسی کا رہا ہوگا اور ان کی زندگی کے ہر پہلو سے جتنی واقفیت کے موقع مجھے رہے بجز ان کے قریب ترین عزیزوں کے شاید کسی کو بھی نہ رہے ہوں گے۔ اوصاف بہت سے تھے اور سو وصفوں کا وصف یہ تھا کہ دھن کے بڑے پکے تھے، اپنے عقائد دین میں بھی بڑے راسخ تھے۔ عمر کے آخری چند سال مدح صحابہؓ کی حمایت و ترویج میں بسر کئے۔ اب یہی اوڑھنا بچھونا رہ گیا تھا اسی میں جئے اور اسی میں دنیا سے رخصت ہوتے اور عجب نہیں جو تنہا یہی عشقِ صحابہ ہی سبب مغفرت بن گیا ہو۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوش یار جنگ بلگرامی[1]

مرحوم سے میری ملاقات اس وقت کی ہے جب وہ نہ تو نواب تھے اور نہ خطاب یافتہ محض ہوش بلگرامی تھے اور ایک ماہنامہ ذخیرہ کے ایڈیٹر۔ یہ ذکر ۱۹۱۷ء کا ہے جب میں پہلی بار حیدرآباد آیا۔ تحریری ملاقات اس سے دو سال قبل شروع ہو چکی تھی۔ ملاقات بہت جلد بڑھ کر دوستی تک پہنچ گئی اور یہ نتیجہ تمامتر انھیں کی ملنساری اور یار باشی کا تھا۔ ورنہ میں تو اس وقت تک اپنی خشک مزاجی اور کم آمیزی کیلئے مشہور تھا کبھی اپنے ہاں کھانے پر بلاتے اور دھوم دھام سے دعوت کرتے۔ کبھی شبرات کبھی عید وغیرہ کا حصہ بھیجتے۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شادؔ کے مصاحبوں میں تھے۔ جن کی ادب نوازی، علم پروری اور فیاضیاں زبان زدِ عام ہیں۔ اپنے "دورِ جاہلیت" میں میں نے ایک ڈرامہ بھی لکھا تھا۔ نام سے نہیں گمنام۔ ایک روز ہوش اسکے دو نسخے لیکر مہاراجہ کی خدمت میں گئے اور اصل قیمت دو اٹھنیوں کے بجائے دو اشرفیاں لے کر آئے۔ اشرفی اس وقت ۲۶ عـــہ کی ہوتی تھی۔

کچھ ہی روز بعد ان کا ستارہ گردش میں آیا حیدرآباد سے ہٹنا پڑا۔ بھوپال وغیرہ ہوتے ہوئے رامپور میں کئی سال جم کر رہے۔ میں بھی لکھنؤ آچکا تھا۔ ان سے پینگ بڑھتے رہے، غالباً ۲۷ء تھا کہ مجھے اپنے صرف سے حیدرآباد لے گئے اور راستہ بھر بڑی اولوالعزمی کا ثبوت دیتے

---

[1] یکم دسمبر ۵۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ حیدرآباد جب دوبارہ پہنچے ہیں تو دنیوی عروج خوب حاصل کیا۔ انکی زندگی دنیوی اتار چڑھاؤ کا ایک مرقع تھی۔ لیکن میرے ساتھ اپنی زندگی کے ہر دور میں یکساں برتاؤ مہر و محبت، لطف و اخلاص ہی کا رکھا۔ مذہبی اختلافات سے قطع نظر سیاسی روش بھی ان کی مجھ سے جداگانہ تھی ادبی میدان میں بھی پوری ہم آہنگی نہ تھی۔ دوستی ان سب کے باوجود قائم بلکہ ترقی پذیر۔ اسے انکی شرافت اور وضعداری کا اعجاز نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے !

امین الملک سر مرزا کے دور وزارت عظمیٰ میں تو انھوں نے کمال ہی کیا۔ میرا وظیفہ تقنینی ۱۹ء سے ایک حال پر چلا آرہا تھا۔ ۴۶ء میں انھیں نے تحریک کرکے ان کو گویا مضاعف کر دیا۔ اور یہ سلوک تنہا میرے ہی ساتھ نہ تھا۔ کئی سال قبل مولانا سید سلیمان ندوی کیلئے ذاتی وظیفہ حیدرآباد سے جاری کرا چکے تھے۔

صاحب قلم تھے اور شاعر بھی اور ان کی مثنوی "طوفان محبت" تو پڑھنے کے قابل ہے آخری کتاب مشاہدات ہنگامہ خیز کتاب ہے جس کے موافق اور مخالف دونوں پہلوؤں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اس پر ریویو صدق کیلئے کئی ہفتے ہوئے لکھا جا چکا ہے۔ اس کے بعض پہلوؤں پر مرحوم سے مراسلت جاری تھی۔

مذہباً شیعہ اور روشن خیال شیعہ تھے لیکن عماد الملک سید حسین اور سید علی اور دوسرے بلگرامیوں کی آنکھیں دیکھے ہوئے اس لئے علماء اہلسنت سے بھی دل کھول کر ملتے اور ان کی پوری قدر کرتے۔ مولٰنا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی دونوں سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور ان کے بعد مولانا عبدالباری ندوی سے بھی۔ جس نے اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا مسلسل برتاؤ جاری رکھا اور جو اس کی توحید کی گواہی اور اس کے رسول کی تصدیق پر بہر حال زندہ رہا۔ اس کے ساتھ اگر آج تمامتر عفو و کرم کا معاملہ ہو رہا ہو تو کوئی اس پر حیرت کیوں کرے ؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چودھری محمد علی مرحوم[1]

زندہ دلی، شگفتگی، لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی، اگر مجسم ہو سکتیں تو عجب نہیں کہ قالب انھیں مرحوم کا اختیار کرتیں اور جو کہیں یہ چودھری صاحب یونانیوں کے دور شباب میں پیدا ہو پڑے ہوتے تو ہو نہ ہو یہ دیوتا، ظرافت تفنن و انبساط کے مان لئے جاتے اور بے تکلف ان کی پوجا چل پڑتی! اودلوی بس نام کے تھے۔ ورنہ بول چال، چال ڈھال، ٹھاٹھ باٹ کے آئینہ میں عین مین لکھنوی! وہی آن، وہی شان، وہی لوچ وہی چھل بل لکھنے ہی میں نہیں بولنے میں بھی اور علم مجلس کے تو جیسے بادشاہ تھے۔

بوڑھوں میں بیٹھتے تو سنجیدہ و حکیم، جوانوں میں آنکلے تو سرمست و ظریف، بچوں میں گھر گئے تو کھلنڈرے! ادیب ہوں کہ طبیب، شاعر ہوں کہ اہل حرفہ، مولوی ہوں کہ مشائخ کسی کی بھی مجلس میں گزر ہو جائے میر مجلسی ان کے لئے رکھی تھی!

ناول اور افسانے کئی ایک لکھے۔ آتالیق بی بی شاید سب سے پہلے کتاب ہے۔ شاید شرر صاحب کی فرمائش پر لکھی ہوئی۔ ایک اور کتاب آخری زمانہ میں کشکول فقیر محمد علی شاہ کے نام سے نکلی تھی۔ ایک محدود حلقہ کے اندر خوب قدر ہوئی۔ ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔ شہرت عام نصیب میں نہ تھی، نامور ہو کر بھی گمنام ہی رہے! جنسیات کے ماہر تھے (شہوانیات کے نہیں) قلم کی شرافت کا کمال یہ ہے کہ ہر "ناگفتہ بہ" کو پیش کرتے وقت "گفتہ بہ" بنا دیتے

---

[1] دسمبر ۵۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ایک چھوٹی سی کتاب (کتاب کیوں کہیئے) پردے کی بات ہے اس میں شریف بہو بیٹیوں سے وہ باتیں کہہ گئے ہیں کہ جو کوئی رازدار سہیلی ہی کہہ سکتی ہے اور وہ بھی کان میں۔ پڑھے ہوئے لکھنؤ کے مشہور تعلقہ داروں کے اسکول کالون اسکول کے تھے۔انگریزی انگریزوں سے پڑھی اور سیکھی۔انھیں کے لب ولہجہ میں خوب فراٹے سے بولتے۔مطالعہ اپنی مشرقی چیزوں کا خوب کیا اور انگریزی میں دلدادہ برنارڈشاہ، سمرسٹ مام، ٹیگور اور خلیل جبران کے رہے ہاتھ پیر کے اچھے تھے اور رنگ خوب گورا چٹا۔جوانی میں سوٹ بوٹ پہن لیتے، پیدائشی انگریز لگنے لگتے۔گہرے مذہبی آخیر عمر میں تو خیر ہو ہی گئے تھے اور آخرت کا نام آتے ہی خشیت سے لرز اٹھتے۔مذہب سے باغی عمر کے کسی دور میں بھی نہیں رہے۔

تعلقہ دار تھے ایک مدت تک بڑے عیش وعشرت سے بسر کی، اپنی رعایا اور پرجا سے اس وقت بھی مل جل کر رہے۔پیدائش امامیہ خاندان میں ہوئی۔لیکن جب نظر میں وسعت پیدا ہوئی اور تحقیق مسائل کا شوق تو اپنے کو بجائے شیعہ کے صرف مسلم کہلانے لگے۔اہلسنّت سے تعلقات یوں بھی بہت گہرے تھے۔شادیاں متعدد کیں اکثر اہلسنّت ہی کے ہاں۔میرا ساتھ ۱۹۲۹ء میں سفر حج میں رہا۔میں نے عبادت کرتے ہی نہیں عبادت میں اس ہنسوڑ کو روتے بھی دیکھا۔ایک ہی جہاز سے گئے، ایک ہی سے واپس آئے۔بمبئی میں، مدینہ میں، مکہ میں ساتھ رہا۔یہاں تک کہ واپسی میں ریل پر بھی نمازیں پڑھیں۔اپنے امامیہ طریقہ پر لیکن ہم اہل سنت کی جماعت میں شریک ہو کر اور سنّی امام کے پیچھے اور صرف وہیں نہیں۔ردولی اور دریا باد میں بھی ایک کتاب "میرا مذہب" کے نام پر لکھی ہے۔اسمیں اپنے مصالحانہ عقائد کی شرح وترجمانی کی ہے۔

مولانا ابوالکلام اپنی جوانی کے زمانہ میں جیسے شوخ، طرار زبان آور اور (ان کے معتقدین سے دست بستہ معذرت کے ساتھ) "فقرے باز" تھے۔اسکا اندازہ بھی بعد میں دیکھنے والوں کو نہیں ہو سکتا۔بات کرنا مشکل تھی۔ابھی اسے بنایا، ابھی اسپر فقرہ چست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کس کی مجال تھی جوان سے ٹکر لے سکے۔ ۱۹۱۴ء میں اس خاکسار نے اپنے یہاں خاتون منزل لکھنؤ میں مدعو کیا تو خیال آیا کہ مولانا کے مسلسل وار کون برداشت کریگا۔ انھیں چودھری صاحب کو پکڑ بلا لیا۔ جوڑ آخر تک کچھ برابر ہی رہی۔

ہنسی کی عمر آخر ختم ہوئی اور فالج میں مبتلا ہونے کے بعد ہنسوڑ نے اب مستقل رونا شروع کیا اور گریہ وزاری خوف آخرت سے! فرنگی محلی، ندوی، کسی قسم کی بھی مذہبی شخصیت کو جب پا جاتے رو رو کر اس سے دعائے مغفرت کا وعدہ لیتے اور اس کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھتے اور یہ مبارک کیفیت ایک دو دن نہیں مدتوں رہی ؎

اے خنک چشمے کہ آں گریاں ادست
اے خنک قلبے کہ آں بریاں ادست

یہاں تک کہ ۱۰ر دسمبر ۵۹ء کو جمعرات کا دن آگیا۔ ۱۱ بجے دن سے طبیعت یک بہ یک زیادہ خراب ہوگئی۔ نماز ظہر لیٹے لیٹے ادا کی پھر کبھی درود شریف پڑھتے، کبھی اللہ اللہ کہتے۔ ۱½ بجے کا وقت آگیا اور پھر درود شریف پڑھا اور اللہ اللہ کہا اور اسی پر روح پرواز کر گئی۔ تدفین شب جمعہ میں ہوئی۔ نماز حسب وصیت دو بار پڑھی گئی۔ ایک بار شیعوں نے پڑھی، ایک بار سُنّیوں نے۔ اور نمازوں میں شرکت بہت بڑی جماعت نے کی۔ اللہ بال بال مغفرت فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمید نظامی مرحوم[1]

پاکستان میں تو خیر پڑھے لکھوں میں کون ایسا ملے گا جو نوائے وقت لاہور سے واقف نہ ہو، ہندوستان میں بھی جو لوگ زیادہ اخبار بین ہیں۔ ان کی بھی بڑی تعداد نوائے وقت سے صورت آشنا اگر نہیں تو نام آشنا تو ضرور ہی ہے۔ حمید نظامی اسی مشہور و معروف روزنامہ کا ایڈیٹر کا نام تھا۔ جس نے اپنے کو چھپایا اور اپنے پرچہ کو چمکایا۔

۲۶ فروری (۲۰ رمضان) صبح سات بجے کام کیلئے میز پر بیٹھا ہی تھا کہ دفتر نوائے وقت سے تار پہنچا کہ ۲۵ کو حمید نظامی عارضہ قلب میں دنیا سے رخصت ہو گئے! انا للہ وانا الیہ راجعون! یا الٰہی یہ کیا غضب ہو گیا! خبر بالکل اچانک ملی نظر کے سامنے اس توانائی مجسم پیکر عمل کی صورت پھر گئی۔ ہم دور افتادوں کو کوئی اطلاع معمولی سی بیماری کی بھی اس سے قبل نہیں پہنچ سکی تھی۔ دفتر والوں نے میرے اور مرحوم کے مخلصانہ تعلقات کا صحیح اندازہ کر کے مجھے فوراً ہی مطلع کر دینا ضروری سمجھا۔ انتقال ۱۲ بجے سے کچھ قبل ہوا۔ تار اسی وقت کی ساری مصروفیت اور پریشان خاطری کے باوجود ۲ بجے کے کچھ بعد روانہ ہو گیا۔

خبر پر یقین کرنے کو دل نہ چاہا، نہ دماغ اس پر آمادہ ہوا، تار پڑھا اور پھر پڑھا جب کوئی گنجائش تار کے مضمون کے جھٹلانے کی نہ رہی تو سناٹے میں آ کر سر پکڑ کر رہ گیا! مشیت کے فیصلہ پر کس کو دم مارنے کی مجال ہے! ۴۳-۴۴ سال کا سن کوئی مرنے کا سن ہوتا ہے! اور مرد کیلئے تو کہنا چاہئے کہ ابھی جوانی ہی تھی اور پھر استحکام پاکستان کیلئے

---

[1] (صدق جدید ۹ مارچ ۱۹۶۲ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتنی شدید ضرورت ایسے ہی بے لوث و متوازن رہنما اور جوش و ہوش کے جامع صحافی کی تھی! ایک طرف یہ سوچ اور فکر جاری تھی، دوسری طرف اضطرار اور بے اختیاری کے عالم میں مرحوم کی بال بال مغفرت اور بلندی مراتب کیلئے دعائیں بھی جاری تھیں!

اپنی زندگی میں صحافی خدا معلوم کتنے دیکھ ڈالے۔ گاندھی جی، محمد علی اور ابوالکلام کو اس صف میں نہ لائیے۔ یہ لوگ اصلاً و مستقلاً لیڈر تھے۔ صحافت ان کے یہاں محض ضمنی و ثانوی حیثیت رکھتی تھی۔ پیشہ ور صحافیوں کو عموماً "قلم کا تاجر" ہی پایا۔ جمید نظامی اس کلیہ میں استثنار کی ایک روشن مثال تھے۔ صحافت ان کے یہاں پیشہ نہ تھا، تجارت نہ تھی، ایک خدمت تھی زندگی کا ایک مشن تھا۔ ایک طریقہ عبادت تھا۔ ملّت کی ٹھوس تعمیری خدمت انکی زندگی کا نصب العین تھا۔ بغیر کسی کی خوشامد کئے ہوئے، بغیر کسی کی خوشامد میں آئے ہوئے، بغیر کسی کے دباؤ میں آئے ہوئے، بغیر کسی پر اپنا دباؤ ڈالے ہوئے، وہ ایک زندہ ضمیر کے ساتھ اسی خدمت میں لگے رہتے۔ "سنسنی خیزی" کے فن سے نا آشنا تھے۔ شریفوں کی پگڑی اُچھالنا انکے قلم نے جانا ہی نہیں۔ خود شریف النفس تھے، شرافت پسند تھے، شرافت کی قدر و عزت انکی نظر میں تھی۔ اپنی قلمی صلاحیت کو دین و ملّت و ملک کی خدمت کیلئے وقف رکھا۔ نہ زبردست سے ڈرے نہ زیردست کو ڈرایا۔ کیا ہندوستان اور کیا پاکستان، کمتر ہی صحافی اس معیار پر اتریں گے؟

اپنی ذات کے اچھالنے، چمکانے سے بیگانہ تھے۔ بڑی سے بڑی کمیٹیوں، مجلسوں تک رسائی رہی۔ یورپ گئے، امریکہ گئے، جاپان گئے، پرچہ پڑھنے والوں کو اسکا پتہ بھی نہ چلنے دیا اپنی شخصیت کو نوائے وقت کے پردے میں تمامتر گم کر دیا تھا۔ اس ظرف اور اس بے نفسی کی مثالیں بس برطانیہ ہی کی اعلا روزانہ صحافت (ٹائمز، مانچسٹر گارجین وغیرہ ہی میں ملتی ہے[1]) اسلام پر زندہ ہے

---

[1] یہاں ینگ انڈیا، کامریڈ یا الہلال کی مثالیں سامنے نہ لائیے۔ یہ خبر نامے نہ تھے۔ ہفت روزہ جریدے یا رسالے تھے۔ شخصی مسلک و مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامیت پر فخر کرتے رہے لیکن ان کا تعصب و تنگ نظری کا مرادف ذرا بھی نہ رہا۔ بے تعصبی، فراخدلی، رواداری میں ان کا قلم "ہر سیکولر" صحافی کو سبق دے سکتا تھا۔

ذاتی طنز و تعریض، غلو و مبالغہ سے اپنا قلم کبھی آلودہ نہ ہونے دیا۔ موقع پرستی، ضمیر فروشی کے سمندر کے تلاطم خیز تھپیڑوں کے درمیان دیانت و پیروئ ضمیر کا یہ ایک ستون چٹان کی طرح مستحکم کھڑا ہوا تھا۔

صدق اور مدیر صدق کی ذات کے ساتھ جس درجہ کا تعلق اخلاص مرحوم کو تھا اس کی مثالیں بھی زیادہ نہ ملیں گی، صدق اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ اسکے حق و استحقاق سے کہیں بڑھ کر، اسکی صحافی برادری کیا ہندوستان کی کیا پاکستان کی اسپر مہربان رہی ہے لیکن "نوائے وقت" اور "صاحب نوائے وقت" کو اس عموم میں ایک رتبہ خصوصی حاصل رہا ہے اور اس درجہ ارتباط و اختصاص میں اگر کوئی اس کی ہمسری کر سکتا ہے تو وہ حیدرآباد کا "رہنمائے دکن" (سابق رہبر دکن) ہے کہ اس نے بھی اپنے کالموں میں "نوائے وقت" ہی کی طرح صدق (اور سابق سچ) کی سچی باتیں اور شذرات کی نقل کا التزام ہر ہفتہ شروع ہی سے رکھا ہے۔ اور ایک راز کی سی بات بھی آج مرحوم کی وفات کے بعد سن لیجئے۔ اپریل ۵۵ء میں جب مجھے کراچی پہلی بار جانے کا اتفاق ہوا۔ تو راستے میں لاہور بھی پڑا۔ دوستوں نے دعوتیں کیں۔ قیام کی آخری رات جب میں صبح سفر شروع ہو جانے والا تھا۔ تو بڑے پیمانہ پر دعوت اختر علی خاں مرحوم نے دفتر زمیندار میں کی۔ نظامی بھی تھے۔ جب میں رخصت ہو کر سواری پر بیٹھنے لگا تو مرحوم نے چپکے سے ایک بند لفافہ میرے سیکریٹری کے ہاتھ میں دیدیا کہ اسے صبح مولانا کو دیدینا میں نے جب لفافہ حیرت کے ساتھ کھولا تو اس میں صدق کی اعانت کیلئے کئی سو کی رقم موجود تھی۔

ایسے فہیم مخلص ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتے ہیں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے بھی مرحوم کی شرافت و اخلاص پر وہ اعتماد تھا، جو کسی عزیز قریب پر ہوتا ہے۔ اسی فروری کے مہینہ میں ایک خط ضلع لاہور کے کسی دیہات سے کسی بڑے شکستہ حال پڑھے لکھے کا آیا۔ اپنی تنگ دستی کی مصیبت بیان کی۔ یہاں سے ان صاحب کی خدمت کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ میں نے مرحوم ہی کو ان صاحب کا پتہ لکھ بھیجا، کہ ان کے حال پر توجہ کر دیجائے مرحوم کی وفات سے کل دس ہی بارہ دن پہلے کی ہی بات ہے۔

رمضان کی موت خوش نصیبوں ہی کو نصیب ہوتی ہے اور پھر رمضان کا تیسرا عشرہ شروع ہونے پر اور مرض الموت شروع جمعہ کی صبح ہوا! ٹھیک اسی وقت جب سحری کھا کر روزہ کی نیت کر چکے تھے! جا قابل رشک روزہ دار مومن اور اپنے مالک سے اجر بے حساب حاصل کر! مہلت تجھے بہت کم ملی (بہادر یار جنگ مرحوم بھی اسی سن میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے) لیکن اس مختصر مدت کو بھی تو نے بہتوں کی لمبی لمبی عمروں پر بھاری رکھا۔ تیری روح خود ہنستی ہوئی شاداں و فرحاں رہے اور دوسروں کو اپنی یاد میں رُلاتی تڑپاتی رہے!

---

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سالک مرحوم[1]

لاہور سے خبر آئی کہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۹ء (یکشنبہ) کے سہ پہر کو چار بجے لاہور ہی کے نہیں سارے پاکستان کے مشہور و معروف صحافی اور باغ و بہار ادیب و شاعر سالک صاحب حرکت قلب بند ہو جانے سے چند منٹ کے اندر رحلت فرما گئے۔ انا للہ۔ عمر ۶۴۔ ۶۵ سال کی پائی۔

نام عبدالمجید خاں تھا۔ دنیا کے ذہن و حافظہ میں صرف سالک تھے (جیسا کہ انکے قبل ایک نامور صحافی بجائے سیّد بشارت علی کے صرف سیّد جالب دہلوی رہ گئے تھے) تازگی، شادابی، شگفتگی اور سالک گویا لازم و ملزم تھے۔ روزانہ صحافت کی عمر ۳۰ سال کی پائی۔ اور روز بروز مشہور تر ہوتے گئے۔ روزنامہ زمیندار میں فکاہی کالم افکار و حوادث کے مستقل عنوان سے انھیں کی ایجاد تھا اور دیکھتے دیکھتے ایک عالم ان کا مقلد بن گیا اور فکاہی کالم کسی نہ کسی عنوان سے ہر روزنامہ کیلئے ایک جزو لاینفک بن گیا۔ زمیندار سے الگ ہونے کے بعد اپنے رفیق کار مہر صاحب کے ساتھ مل کر اپنا ذاتی روزنامہ انقلاب نکالا اور دنیائے صحافت میں اپنا ایک مستقل مقام پیدا کر لیا۔ پابندی کے ساتھ ہر روز شستہ و شریفانہ بذلہ سنجی کرتے رہنا اور پھر اسے سالہا سال تک نباہ لے جانا آسان نہیں،

---

[1] ۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سالک کی ذہنیت و فطانت نے اسی مشکل کو اپنے لئے آسان کر لیا۔ ظرافت محض لفظی خوش طبعی اور تفریح و تفنن تک محدود نہ تھی۔ سن میں پختگی کے ساتھ اس میں (حضرت اکبر الہ آبادی کی طرح) معنویت، حکمت و معرفت کی آمیزش بھی برابر ہونے لگی تھی۔

شعر گوئی کی فرصت کم ملی لیکن شاعری جتنی بھی کی معیاری کی۔ زبان پر عبور اس درجہ حاصل تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ دہلی اور لکھنؤ کی صحبتیں دیکھے ہوئے ہیں۔ شاگرد رسا رامپوری کے تھے۔ جو خود بڑی شوخ اور چلبلی طبیعت کے تھے اور زبان کے ایک ماہر استاد تھے

آخر سن کے کئی سال سنجیدہ تصنیف و تالیف میں گزارے اور سیاسی عنوانات کے علاوہ ایک ضخیم کتاب مسلمانوں کی تمدنی و ثقافتی تاریخ پر لکھ ڈالی۔ صدق و مدیر صدق سے گہرا اور دیرینہ خلوص رکھتے تھے اور حضرت اقبال کے بھی مخصوص نیازمندوں میں سے تھے

لاہور میں اپنی ذات سے خود ایک انجمن تھے ان کی وفات سے لاہور کی ساری علمی، ادبی، شعری و اخباری فضا سونی ہو گئی۔

سارے ذہنی کمالات کے ساتھ گہرے مذہبی شخص اور بڑے غیور مسلمان تھے۔

اللہ بال بال مغفرت، رحمت و نوازش سے سرفراز فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شوکت تھانوی مرحوم[1]

"شوکت تھانوی" کے ساتھ مرحوم کا الحاق کیسا عجیب سا معلوم ہو رہا ہے۔ گویا اجتماع ضدّین لیکن بالآخر جو ہونا تھا واقع ہو کر رہا! زندگی اور زندہ دلی اگر کبھی مجسم ہو کر گوشت پوست کی شکل میں سامنے آسکتے تو وہ شاید شوکت تھانوی ہی ہوتے اور عجب کیا کہ زندہ دلی و ظرافت کے ایک چھوٹے موٹے دیوتا مان لئے گئے ہوتے! موت کے بس سے اگر کسی کو باہر رہنا ممکن تھا تو ہماری تخیل کی دنیا میں یہی تھے۔ وقت آیا تو جس کے وجود کا جیسے مقصد ہی ہنسنا ہنسانا، لوگوں کا دل خوش کرنا تھا۔ خود ایک خاک کا ڈھیر تھا۔ دوسروں کے لئے سرمایۂ ماتم سامان حسرت و غم!

پُرانوں میں کسی نے انسان کی تعریف کی تھی کہ وہ حیوان ضاحک ہے عجب نہیں کہ انھیں سابقہ وقت کے کسی شوکت تھانوی سے پڑا ہو۔ لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی میں اپنی نظیر آپ تھے، ذہانت کا خزانہ آج کل کے محاورے میں بے پناہ تھا۔ انشاء کے لئے مشہور ہے کہ جب بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک لطیفہ روز نیا سنایا کرو تو ہمت جواب دے گئی اور پسینہ آنے لگا۔ یہ فرمائش اگر شوکت تھانوی سے کی جاتی تو بے تکلّف تیار ہو جاتے اور عمر چاہے سو سال کی ہو جاتی یہ ہر روز بلا ناغہ نئی ہی سناتے رہتے۔ اپنے ضعیفہ میں اتنا حاضر دماغ میں نے دیکھا نہیں۔

---

[1] صدق جدید ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدا جانے کتنی کتابیں، کتنے رسالے، کتنے مضمون، کتنے خاکے لکھ ڈالے اور تھکن یا ماندگی کا پتہ نہیں۔ ہر وقت آمد ہی آمد۔ آورد جیسے انکی طبیعت جانتی ہی نہ تھی۔ دوسروں کو لکھ لکھ کر بڑی فیاضی اور اولوالعزمی سے دے دیتے تھے اسکا حساب الگ! اور آخر میں تو کئی سال سے ایک روزنامہ میں ہر روز لطائف کا کالم پوری لطافت کے ساتھ پورا کیا کرتے۔

یہ ہنسوڑپن تمامتر بے مقصد نہ ہوتا بلکہ ریڈیائی تقریریں ہوں یا اخباری تحریریں، سب میں ہلکی پھلکی تعلیم و تبلیغ شریعت و شرافت کی ہوتی بلکہ کبھی کبھی تو عین دین و اخلاق کی بھی! خود بھی عقیدۃً پختہ مسلمان تھے اور اعمال کی کوتاہیوں پر نادم و شرمسار آخر تھانہ بھون ہی کے تو تھے۔

میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے!

جب پہلی بار فلمی دنیا میں قدم رکھا ہے تو مجھے خط میں لکھا۔ "میں ریڈیو سے گاتے گاتے اب فلم میں ناچنے بھی آگیا ہوں"۔

یہ اعتراف خود سیاہیوں کو دھونے والا اور رحمتوں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے۔

سب سے پہلے شاید اودھ اخبار لکھنؤ کے ادارتی عملی میں کام کیا پھر لکھنؤ کے دوسرے روزنامہ حق میں آگئے۔ ایک اپنا رسالہ کائنات کے نام سے نکالا۔ سرپنچ لکھنؤ کے بھی مدیر رہے۔ شہرت کا پہلا قدم "سودیشی ریل" لکھ کر اٹھایا۔ غالباً ۱۹۲۹ء میں اسکے بعد سے مشہور ہوتے چلے گئے۔ مرعوب نہ "ترقی پسندی" سے ہوئے نہ جدیدیت کے کسی اور رخ سے لکھنؤ ریڈیو میں ان منشی جی کی جانشینی قاضی جی کے حصہ میں آئی اور دونوں کی معصومانہ دلگیوں نے سامعین کو لٹا لٹا دیا۔ تھانوی محض نام کے تھے ورنہ اسکولی تعلیم لکھنؤ میں پائی۔ لڑکپن اور جوانی کا بیشتر زمانہ یہیں گزارا۔ اس لئے زبان کے لحاظ سے پورے لکھنؤی تھے۔ یہاں کے محاورہ اور روزمرہ پر عبور رکھنے والے۔ یہیں کی سشتہ، رواں سلیس نستعلیق زبان لکھنے والے۔ خدائے آمرزگار لغزشوں کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور مرحوم کو کروٹ کروٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنت نصیب فرمائے۔ عمر شاید قریب ۵۵ کے پائی ہو۔ مرض (کینسر) سا موذی نصیب ہو اس کی ناقابل بیان اذیتیں خود ہی کتنا بڑا سبب کفارہ ذنوب کا بن گئی ہوں گی۔ پھر سفر آخرت کیلئے ذی الحجہ کے متبرک عشرہ اوّل میں بھی متبرک ترین تاریخ عین یوم الحج کی پائی، یہ تاریخ کیا ملی۔ گویا غیبی بشارت مغفوریت کی ہاتھ آگئی۔ وما یلقّاھا الّا ذو حظٍّ عظیم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر و طبیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طبیب کی موت[1]

صبح تھی ۲۵ر دسمبر کی، اور وقت کوئی ۹ بجے کا، کہ خلقت کا ایک ہجوم موٹروں سے اور گاڑیوں سے اور تانگوں سے اور سائیکلوں سے اُتر کر پیدل رواں نظر آیا، لکھنؤ کے ایک مشہور محلّہ کی تنگ گلی میں۔ محلہ جھوائی ٹولہ، شہر اور صوبہ کا مشہور دارالشفاء دہلی کے بعد طب یونانی کا دوسرا دارالحکومت۔ مریضوں اور زندگی کے مایوسوں کا قبلۂ امید۔ آج سے نہیں پشتہا پُشت سے۔ اس وقت سے کہ جب کسی کے کان میں نام بھی نہیں پڑا تھا، کسی کے ذہن میں تصور بھی نہیں آیا تھا۔ وکٹوریہ ہاسپٹل کا۔ کنگ جارج میڈیکل کالج کا[2]! مریضوں کے پھیرے گلی میں روز ہی لگے رہتے تھے، اور یہی وقت بھی ہوتا تھا۔ آج کے مجمع کا رنگ سب دنوں سے الگ تھا۔ آج قدم اٹھ رہے تھے افسردگی سے اور دل بیٹھ رہے تھے عبرت کی گرمیوں سے۔ آج نبض دکھانی نہ تھی۔ نسخہ لکھانا نہ تھا۔ خود حکیم صاحب کا جنازہ پڑھنا تھا قبر میں اتارنا تھا اور وہ جو دوسروں کے جسم کا محافظ سمجھا جاتا تھا خود اس کے جسم کو ایک گہرے گڑھے میں دفن کرنا، تربت پر فاتحہ پڑھنا! طبیب موت کے منہ میں چارہ گر قضا کے شکنجے میں! تقدیر سے تدبیر کی شکست کی بے شمار مثالوں میں، لاتعداد نظیروں میں ایک اور اضافہ!

---

[1] صدق ۶ر جنوری ۱۹۴۱ء۔ [2] اس وقت کے دو مشہور اسپتالوں کے نام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طبیب ابن طبیب، حاذقوں کی اولاد، حاذق کے بیٹے، حاذق کے پوتے شفاء الملک حکیم عبدالحمید لکھنوی، محتاج نہ تعریف کے نہ تعارف کے، مشہور طبی درسگاہ تکمیل الطب کے روح رواں، اچھی خاصی صحت، سرخ وسفید چہرہ تندرست بشرہ، ابھی اس مایوس کو دوا پلا رہے ہیں، ابھی اس لب مرگ کو خدا کے حکم سے جلا رہے ہیں کہ یک بیک خود بیمار پڑے ذیابیطس اور پھر دق، پہاڑ گئے اور آئے، علاج یہ ہوا اور وہ، اور انجام آخر وہی ہوا جو اس کشمکش کا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جو علاج دوسروں کا کر رہا تھا، خود اسکا مرض لاعلاج نکلا جو داستان گوئی کے لئے مشہور تھا، پلک جھپکتے ہی خود اس کی زندگی افسانہ بن کر رہ گئی! طب کی کتابیں ازبر کر لینے سے کیا انسان آئی ہوئی گھڑی کے آگے پیچھے کر دینے پر کچھ بھی قدرت حاصل کر لیتا ہے؟ دواؤں کو پہچان لینے، بیماریوں کا نام جان لینے، مرض کی اصطلاحیں یاد کر لینے سے کیا مرگ وفنا کے قانون کی گرفت ایک ذرہ بھی ہلکی ہو جاتی ہے؟ کاٹھ کی پتلیوں کو کپڑے جس کے چاہے پہنا دیجئے۔ نام بادشاہ، وزیر، کوتوال، فراش، بھشتی، دربان جو چاہے رکھ دیجئے، قوت ساری کی ساری کل کٹھ پتلی والے کے تار اور اس کی مشیت کے ہاتھ میں ہے، یا زرق برق لباس والی، مختلف شاندار ناموں والی کٹھ پتلیاں بھی اسمیں کسی درجہ میں شریک ہیں۔ اختیار اور قوت سے متعلق پردے کیسے کیسے پڑے ہوئے ہیں! بچے کس معصومیت کے ساتھ بادشاہ اور وزیر اور کیا کیا اُن پتلیوں ہی کو یقین کئے ہوئے ہیں!

انتقال سے چند روز قبل عیادت کا اتفاق چند منٹ کے لئے ہوا۔ چہرہ پرنور اور زیادہ آگیا تھا۔ گھلتے جاتے تھے اور ڈھلتے جاتے تھے۔ لب برابر ہل رہے تھے، نماز کی پابندی ساری عمر کی اور آخر عمر میں حج وزیارت، آخر بے نتیجہ تھوڑے ہی رہ سکتی تھیں؟ اور پھر بالکل آخر میں موت سے کچھ ہی روز قبل، ایک ولی کامل کی نظر عنایت وشفقت اور اسکے ہاتھ پر بیعت، عبادت کا بڑا وقت اس بیعت پر مبارک باد دینے میں صرف ہوا۔ استغفار اور بیعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے وقت میں جب کسی نئی معصیت میں مبتلا ہونے کا کوئی موقع ہی نہیں اور مجاہدات اضطراری ہیں کہ ساعت بہ ساعت طے ہوتے جا رہے ہیں! اور مرشد کامل کی توجہ خاص اس پر مستزاد۔ حسن انجام کی پیش خبری اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

ڈاکٹر انصاری مرحوم[1]

آج سے ۲۴ سال قبل ۱۹۱۲ء میں ترکی پر دشمنوں کی یورش تھی۔ جنگ طرابلس ابھی پوری طرح ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ بلقان کی چھوٹی بڑی ساری سلطنتیں یلغار کر کے ترک پر ٹوٹ پڑیں۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کا نام دنیا نے اول اول اسوقت سنا اور چند ہی روز میں لوگ پورا نام تو بھول بھال گئے، زبانوں پر صرف "ڈاکٹر انصاری" ہی چڑھا رہ گیا۔ محمد علیؒ کی تحریک پر طبی وفد لے کر ترکی گئے، کمرپیڈ میں ہر ہفتہ ذکر خیر ہوتا رہا۔ محمد علیؒ کی زبان و قلم دونوں ان کی تائید کے لئے وقف تھے۔ وہ دن اور آج، اس بہادر کا قدم، قومیات کے میدان میں پیچھے نہ ہٹا۔ تا آنکہ ۱۰ مئی کو اپنی مدت حیات عالم ناسوت میں پوری کر، اپنے رب کے حضور میں بلائے گئے۔ اللہ نے دولت وافر دی تھی، دست کرم کی فیاضیاں کچھ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھیں، لاکھوں ہی لوگوں کے کھلانے پلانے میں، غریبوں کی مدد کرنے میں اٹھا دیئے، لق ودق کوٹھی، ایک مستقل مہمان سرا تھی۔ جب دیکھئے مہمانوں سے بھری ہوئی

---

[1] منقول از صدق ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو صاحب اسٹیشن پر اترے، بس سیدھے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کا رخ کر دیا۔ قوم و ملّت کے پیچھے ہر طرح کے دُکھ درد اٹھائے۔ آمدنی کا نقصان گوارہ کیا۔ جیل گئے سب کچھ ہوا مگر اپنی آن میں فرق نہ آنے دیا۔ تحریک خلافت کے شباب میں، خلافت کے لئے خوب خوب کام کئے۔ جامعہ ملیہ کی سرپرستی آخر دم تک قائم رکھی۔ جوان سے بوڑھے ہوئے لیکن ہمت بدستور جوان ہی رہی۔ قوائے جسمانی ضعیف ہوئے لیکن قومی خدمت گزاری کی قوت اور ولولہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ ۱۱ مئی کی صبح تھی! صدہا مریض آس لگائے بیٹھے تھے، کہ مسیحائے وقت سے دوا لیں گے، نسخہ لکھائیں گے، بجائے اس طبیب حاذق کے ٹرین سے طبیب کی لاش آئی! آہ انسانی آرزوؤں کی پامالی! انسان امید کیا لگاتا ہے اور ہو کر کیا رہتا ہے؟ اور آہ بشری کمالات کی بے حقیقتی، جو دوسروں کی زندگی کا سہارا سمجھا جاتا تھا، اپنے آئے ہوئے وقت کو ایک منٹ کیلئے نہ ٹال سکا! حق تعالیٰ درجہ عالیہ نصیب فرمائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب

باہر کے لوگ تو نسبتہً کم واقف تھے۔ لیکن لکھنؤ کے مسلمانوں کو تو یقیناً یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ڈاکٹر حکیم مولانا سیّد عبدالعلی۔ آہ کہ پہلی دفعہ انھیں "مرحوم" لکھنا پڑ رہا ہے، کی کیا شخصیت تھی۔

ناظم ندوہ تھے اور علم و فضل اور فن طبابت کی طرح کہنا چاہیے کہ یہ نظامت ندوہ بھی موروثی ہی تھی۔ مرحوم کے والد ماجد مولانا حکیم سیّد عبدالحیؒ صاحب (صاحب نزہۃ الخواطر طبیب العائلہ و تذکرہ گل رعنا وغیرہ) ایک فاضل اجل اور سخن سنج بے بدل اور طبیب حاذق ہونے کے ساتھ ناظم ندوہ بھی مدت تک رہے۔ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب (ہم بے تکلف نیازمندوں کی زبان پر) صرف ڈاکٹر صاحب نے فن طب اور علوم دین کی تکمیل کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی۔ کر لیا (اور باٹنی یا نباتات کے مضمون میں غالباً امتیازی نمبر حاصل کئے) اور پھر لکھنؤ میڈیکل کالج سے ایم بی۔ بی۔ ایس۔ کی ڈگری بھی حاصل کر لی اور ہومیوپیتھ طریق علاج میں بھی دستگاہ حاصل کر لی اور مریضوں کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اللہ نے ہاتھ میں شفا رکھ دی تھی کہ بس باید و شاید اپنا ذاتی تجربہ ایک آدھ بار کا نہیں بارہا کا ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف کے وقت ادھر ڈاکٹر صاحب کو دکھایا اور ادھر بیماری رخصت کبھی کبھی دوا کی ایک ہی خوراک سے!

لہ صدق جدید ۱۹ مئی ۶۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے نفس، نہایت درجہ خاموش، متین، مسکین، ذی مروت، قانع متواضع بے آزار اور خلوت پسند تھے۔ کم گوئی اور کم سخنی کا اثر پیشہ پر بھی پڑا (جب کہ مقابلہ میں بہتوں کے ہاں طراری اور خوش بیانی خاص جوہر تھے) لیکن اس اللہ کے بندے نے اپنی وضع میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔ ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد حدیث کی تکمیل دیوبند جاکر کی تھی اور شروع میں خود بھی کچھ دن حدیث کا درس دیتے رہے۔ باقی عبادت الٰہی تو مستقل جزو زندگی تھی۔ لمبی گھنی داڑھی دیکھ کر جو تابناک چہرے کے ساتھ اب خود بھی بالکل منور ہوگئی تھی۔ کسی کو گمان بھی نہ گزرتا کہ یہ انگریزی جانتے ہیں۔ چہ جائیکہ اتنی ڈگریاں پائے ہوئے!

سادگی میں اپنی نظیر آپ تھے اور حلم تو اس درجہ تھا کہ شاید اپنے کسی ملازم پر بھی کبھی آواز نہ بلند ہو۔

مسلک اتباع حدیث تھا لیکن حنفیوں سے شیر و شکر اور ایک حنفی ہی شیخ طریقت (مولانا حسین احمد مدنی) کے مرشد سیاسیات سے بے تعلق تھے لیکن محض شیخ کے اتباع میں ووٹ جاکر نیشنلسٹ بکس میں ڈال آئے۔ مطب کی مصروفیت سے جتنا بھی وقت بچتا ندوہ کی خدمت میں صرف کرتے۔ عبادت الٰہی اور خدمت خلق بس یہی دو مشغلے رہ گئے تھے۔ اور یہی مشغلے ہر سیر و تفریح کے قائم مقام۔

اخلاص ہر ایک کے ساتھ اور پرانے نیازمندوں کے حق میں تو بھائی ہی کی طرح رفیق و شفیق۔ ادھر ایک عرصۂ دراز سے صحت بہت خراب ہوگئی تھی (بلڈ پریشر۔ فشار الدم) وغیرہ کے دورے بار بار پڑنے لگے تھے۔ غذا پہلے ہی بہت سادہ تھی اور اب تو پرہیز کی رعایت سے گویا راہبانہ ہوکر رہ گئی تھی۔ مطب کا کام کئی مہینے سے چھوٹ گیا تھا جب تک علاج کرتے رہے میں تو ہر طرف سے سلسلۂ نیاز توڑے ہوئے ایک انھیں کا دامن پکڑے ہوئے تھا۔ لکھنؤ میں متعدد ممتاز طبیب ڈاکٹر اور ہومیوپیتھ میرے مخلصوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں ہیں۔ بعض تو عزیز قریب ہی ہیں لیکن ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی ضرورت نہ تھی۔ علاج کے وقت اسم "الشافی" کے خاص مظہر۔

ایک آدھ دورہ ادھر سخت قسم کا پڑا تھا کہ ۷ رمئی (یکشنبہ) کی دوپہر کو چاق و چوبند اپنے معالج ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے ملاتے آناً فاناً اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ میری قسمت میں شاید دوستوں، رفیقوں، مخلصوں کا ماتم ہی کرنا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی کو تو اب خیر اب ایک قرن گزر چکا۔ باقی علامہ سیّد سلیمان ندوی اور علامہ مناظر احسن گیلانی، دونوں دیکھتے دیکھتے داغ مفارقت دے گئے اور اب تازہ داغ ان ڈاکٹر صاحب کا کھانا پڑا ہے۔ مرگ مومن کی حقیقت کوئی کیا اور کن لفظوں میں بیان کرے۔ لیکن بہرحال جذبات و تعلقات کا پاس بھی اس عالم آب و گل میں لازمی ہے ملّت کے مشہور خادم و مخدوم مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نائب ناظم ندوہ انہیں مرحوم کے بھائی ہیں۔ سن میں ان سے بہت چھوٹے اور دوسری والدہ سے۔ سیّد احمد شہید رائے بریلوی کے خاندان کے نام لیوا! اللہ مغفرت بال بال اور جنّت کروٹ کروٹ نصیب فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شفاء الملک

حکیم حافظ خواجہ شمس الدین لکھنوی[1]

میرا آبائی وطن قصبہ دریاباد شہر لکھنؤ سے کوئی ۴۶ میل جانب مشرق فیض آباد کی طرف واقع ہے لیکن نیم وطن کی حیثیت شہر لکھنؤ کو کم سے کم تین پشتوں سے تو حاصل ہے میرے نانا مولوی حکیم نور کریم (جو میرے دادا بھی تھے) کی پوری عمر لکھنؤ میں گزری اور اُنکا شمار عمائد شہر میں تھا۔ دادا صاحب مفتی مظہر کریم کی بھی تعلیم فرنگی محل میں ہوئی۔ اور والد اور والدہ دونوں کی پیدائش غالباً لکھنؤ ہی میں ہوئی۔ شہر میں دو خاندان ایسے تھے جن سے تعلقات دوستانہ سے بڑھ کر عزیزانہ تھے۔ ایک خاندان فرنگی محل جس سے یگانگت بالکل عزیزوں کی سی تھی اور دادا صاحب بیعت بھی یہیں ہوئے۔ اس سے اتر کر خاندان جھوائی ٹولہ کے اطبار کا تھا نانا صاحب کو انھیں لوگوں نے طبیب سے بڑھا کر "طبیب گر" کا لقب دے رکھا تھا۔ ان دو کے بعد ایک تیسرا خاندان اور تھا جس سے رابطہ اتنا قدیم تو نہ تھا پھر بھی اچھا خاصا قدیم رہا ہے اس کے رکن اعلیٰ ایک پشت قبل خواجہ قطب الدین احمد تھے۔ ان کا کاروبار کتابوں کا تھا اور ان کا پریس "نامی" برائے نام نہیں، واقعی اپنے زمانہ میں نامی تھا۔ یہ میرے والد

---

[1] صدق جدید ۱۴ رمئی ۱۹۷۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے معاصرین میں تھے اور گہرے مذہبی آدمی تھے۔ لکھنؤ کے طبیب گرامی حکیم خواجہ شمس الدین ان ہی کے نامور فرزند تھے اور لکھنؤ میں فن طب کی آخری آبرو جمعرات ۲۹ر اپریل (۳ر ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ) کو ۷۵ اور ۸۰ کے درمیان عمر پاکر وفات پائی اور طب یونانی کے قدر دانوں کو روتا اور سوگ مناتا چھوڑ گئے۔

میرے ذاتی تعلقات بھی ۴۰۔۴۵ سال سے تھے۔ میرے خالہ زاد بھائی شفاء الملک حکیم عبدالحسیب دریابادی (متوفی ۱۹۵۰ء) لکھنؤ کے ایک نامور طبیب تھے۔ انہیں "محسن الطب" کا لقب ملک سے انھیں حکیم شمس الدین مرحوم نے دلایا تھا۔ ان کے پاس محلہ گھسیاری منڈی میں حکیم صاحب اکثر آمد و رفت رکھتے۔ وہیں ملاقات ہوئی اور رفتہ رفتہ مرحوم کے جوہر ایسے کھلے کہ میں ان کے کمالات کا شیفتہ و گرویدہ ہو گیا اور انہوں نے فرط کرم و حسن ظن سے تو میرے لئے ایک بڑا ہی مبالغہ آمیز نام تراش لیا تھا۔

لکھنؤ میں حاذق طبیب اور کامیاب معالج دوسرے بھی موجود تھے اور ہیں۔ خصوصاً جھوائی ٹولہ والوں میں لیکن جو مقبولیت خاص عام ہر طبقہ میں ان حکیم صاحب کو غیر معمولی حد تک نصیب ہوئی اس کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ ایوان گورنری سے لے کر رکشا والوں تک جس طبیب کا نام بے تکلف زبانوں پر چڑھا ہوا تھا اور باہر سے لوگ اس کثرت سے جس کے پاس علاج کرانے آتے تھے وہ حکیم شمس الدین ہی تھے۔ حالانکہ مرحوم علاج میں نرم نہ تھے، سخت تھے، پرہیز بڑا کڑا کراتے تھے اور مریض کے ساتھ مروّت کے قائل بالکل نہ تھے۔

حکیم صاحب حافظ قرآن تھے اور قرآن خوب یاد تھا۔ ہر سال محراب پابندی سے سناتے تھے۔ عربی درسیات کی تکمیل مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے کی تھی اور مشہور عالم مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے نہ صرف علوم میں شاگردی حاصل کی بلکہ تصوف میں بیعت بھی ان ہی سے قادری سلسلہ میں کی اور اذکار کے شدت سے پابند تھے۔ عمر بھر ذاکر و شاغل رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آخری کئی سال تو شاہ وصی اللہ رح خلیفہ حضرت تھانوی کی صحبت و تربیت میں گزارے اس سے وہ ذوق تصوف اور زیادہ نکھر آیا۔

غذا میں سادگی کو مجاہدہ کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ بجز دو وقت اور شوربا چپاتی کے سوا اور کچھ نہ کھاتے۔ لکھنؤ میں رہ کر اور خوش حالی کے باوجود نہ انہیں آم، خربوزوں سے کوئی واسطہ، نہ شیرمال و تافتان سے، نہ حلوے مربہ سے دعوت میں جاتے، پارٹیوں میں شریک ہوتے۔ پھلوں اور مٹھائیوں سے لدی ہوئی میزیں اور متنجن و مزعفر سے بھرے ہوئے دسترخوان بھی آنکھ سے دیکھ کر چلے آتے۔ انہیں نہ ان سے اور نہ دوسری نعمتوں سے کوئی واسطہ تھا۔ مجھے ان کے اس دائمی پرہیز کو دیکھ کر اردو میں ایک نئے لفظ کا اضافہ کرنا پڑا اور وہ ہے "پرہیزکار" (گار نہیں صرف کار) یہ سن کر خوب ہنسے۔

میری تفسیر کے قائل بہت ہی زائد تھے۔ جب بھی ذکر کرتے تو اپنی آنکھیں نیچی ہو جاتی تھیں اور ایک آدھ بار تو اتنا بڑھ گئے کہ مجھے ذرا صفائی سے بالکل روک دینا پڑا۔

دوسرے شفاء الملک حکیم عبداللطیف مرحوم بھی کچھ ایسا ہی حسن ظن اپنے کرم والتفات کے ساتھ رکھتے۔ لیکن وہ بہرحال حدود کے اندر رہتے۔ یہ حکیم شمس الدین صاحب ان سے بالکل الگ مرفوع القلم کے درجہ میں پہنچ جاتے تھے۔

غذا کی سادگی کی طرح پیدل چلنے (مشی) کے بھی بڑے پابند تھے۔ جوانی بھر تو میلوں چلتے رہے اور خوب تیز۔ ایک دفعہ علی گڑھ کے سفر میں کسی چھوٹے اسٹیشن پر کسی ضرورت سے اترے، اتنے میں گاڑی چل دی اور پلیٹ فارم چھوڑ دیا۔ حکیم صاحب بے اختیار دوڑے اور بالآخر گاڑی پکڑ لی۔ اب نہ اتنی مسافت روزانہ طے کرتے تھے اور نہ اتنا تیز چلتے تھے پھر بھی چلنے کی عادت جاری رہی اور برسوں موٹر رکھا جب بھی یہ عادت نہ چھوڑی۔

لباس بڑا سادہ پہنتے اور خاص لکھنوی وضع کا۔ گرمیوں میں انگرکھا دوپلی ٹوپی پہن کر نکلنے والے اب کتنے کم رہ گئے ہیں۔ ان ہی چند میں ایک حکیم صاحب بھی تھے۔ بات چیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشست و برخاست، چال ڈھال سب سے مشرقیت لکھنؤیت نمایاں، مستعدی اور کارکردگی تو جیسے ان کی ذات پر ختم تھی۔ تڑپڑا بھی یہ کام کیا ابھی وہ۔ ابھی یہاں تھے ابھی دم بھر میں وہاں پہنچ گئے۔ ظریف الملک شوکت تھانوی کہا کرتے تھے کہ اللہ میاں نے سب کو مٹی سے پیدا کیا مگر حکیم صاحب کی تخلیق میں ایک عنصر بجلی کا بھی ملا دیا۔

بولنے والے بھی اچھے تھے ایک رسالہ بھی فن خطابت پر لکھ دیا تھا۔ عربی زبان پر عبور تھا۔ اردو شعر و ادب کا بھی بڑا ذوق رکھتے تھے۔ متعدد سرکاری و نیم سرکاری کمیٹیوں کے بھی ممبر رہے۔ مثلاً یو۔پی انڈین میڈیسن بورڈ، ریلوے کی مشورتی کمیٹی۔ بعض ملی کمیٹیاں اور مجلسیں اس کے علاوہ مثلاً ندوہ کی انتظامی کمیٹی۔ انجمن اصلاح المسلمین وغیرہ سالہا سال لکھنؤ میونسپل کمیٹی کے بھی ممبر رہے۔ ایک بار کیا ہوا کہ حکیم صاحب جب میونسپل ممبری کے لئے کھڑے ہوئے تو لکھنؤ کے دل لگی بازوں نے حکیم صاحب سے چشمک کی بنا پر چوک کی ایک بالانشین کو بھی مقابلہ پر مجبور کر دیا۔ مسماۃ کا نام دلربا تھا۔ حکیم صاحب بھلا ہار ماننے والے تھے عین الکشن کے دن ایک بند تصنیف کر کے لڑکوں کو یاد کرا دیا۔ ٹیپ کا مصرعہ تھا ؎

دیجئے دل دلربا کو ووٹ شمس الدین کو

اور لڑکوں نے مصرعہ ثانی کے آخری ٹکڑے کو ایسا چیخ چیخ کر گایا کہ ساری فضا ووٹ شمس الدین کو، ووٹ شمس الدین کو، سے گونج گئی۔ حکیم صاحب کا نسخہ تیر بہدف نکلا اور انھیں نمایاں کامیابی نصیب ہوئی اور مسماۃ اپنی ناکامی کے بعد حکیم صاحب کو مبارکباد دینے آئیں اور چلتے چلتے چوٹ بھی حکیم صاحب پر لکھنؤ کے لطیف و بلیغ انداز میں کر گئیں "لونڈی کو بھلا مقابلے کی کیا مجال تھی، اچھا ہوا جو ہوا، یہی ہونا تھا۔ لیکن باہر کی دنیا میں کہے گی۔ یہی کہے گی کہ لکھنؤ میں مرد کم ہیں، مریض زیادہ"۔

بے طمعی، وضعداری، اخلاص خاص جوہر تھے۔ کثرت سے مریضوں کو دوائیں تک مفت دیتے تھے ایک جواہر مُہرہ خاص محنت و ترکیب کے ساتھ تیار کیا تھا۔ بڑا مجرب اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موثر۔ اس کی شیشیوں پر شیشیاں دوست احباب کے لئے بلاقیمت وقف تھیں طب کے جز عملی میں جو شہرت تھی ویسی ہی دست گاہ جز علمی میں بھی تھی۔ پڑھاتے تو خوب تھے اور قانونِ شیخ کے تو گویا ماہر تھے۔ فقروں کے فقرے زبانی یاد تھے اور اس فن کے بعد پھر ذوق شعر و ادب سے جگت ہے۔ اس میں بھی یہ اسلامیت، مشرقیت و لکھنؤیت کا پیکر بند نہ تھا۔

بیمار ہوئے اور مدتوں بیماری کی ہر شدت جھیلی، علاج میں کوئی دقیقہ اٹھ نہ رہا۔ کینسر کے شبہ میں تشخیص کرانے حکیم صاحب بمبئی گئے اور جانچ ہی کے طریقوں کی کثرت نے عاجز کر دیا پھر بہترین علاج لکھنؤ میں بھی ہوتا رہا۔ آخر میں تعلق بالکل جاتا رہا۔ لکھنے پڑھنے سے معذور تو ہفتوں قبل ہو گئے تھے۔ اب بات چیت کیلئے محض اشاروں کا سہارا تھا۔ منظر کس درجہ عبرت کا تھا۔ وقت کا حاذق ترین طبیب کرب سے تڑپ رہا ہے۔ فن نہ اپنا کام دے رہا ہے نہ اپنے کسی نامور ہم فن کا۔ خود جو ایک بہترین خطیب و ادیب تھا وہ منہ سے دو ایک مفرد کلمہ نکالنے کے بجائے بے کسی کی تصویر بنا ہوا دوسروں کے منہ تکتا تھا۔ کیا شان بے نیازی ہے اور عبدیت کے مرحلے کس کس طرح طے ہوتے ہیں ایک اسی شہر کے شفاء الملک حکیم عبداللطیف تھے جو ابھی چند مہینے قبل ایسی بجلی کی تیزی سے رخصت ہوئے کہ ساعت موعود کا اندازہ ایک منٹ قبل بھی خود نہ کر سکے نہ پاس بیٹھے ہوئے شاگرد اور معالج ڈاکٹر۔ اور اب دوسرے شفاء الملک یہ تھے کہ بالکل اسکے مقابل خوب ہی کرب کے ایک ایک جزیہ کا ادراک کرایا جاتا رہا۔ اور دنیا نے جسے شفاء الملک کہہ کر پکارا تھا وہ اپنے نفس نفیس کی شفا پر بھی قادر نہ ہو سکا۔ اور ہزاروں کو اپنا سوگوار چھوڑ کر جنت کی بے شمار نعمتوں اور بے حساب لذتوں کے شوق میں اس دنیائے دنی و فانی سے رخصت ہو گیا۔ اللہ اس کی گور کو اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر حفرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ حُبدار[1]

نام فرضی نہیں اصلی ہے۔ ابھی گزرے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے، مئی ۱۹۴۱ء ہی کی بات ہے اسی لکھنؤ میں رہتے تھے، دفتر صدق کے پچھواڑے اور صدق نویس کے لکھنؤی مکان کے مقابل۔ عالم نہ فاضل، واعظ نہ خطیب، شاعر نہ ادیب، لکڑی کے ایک معمولی دوکاندار، کم سواد، کم استعداد، ڈیل ڈول کے اچھے، جسم کے ہٹے کٹے۔ معمر ہوکر وفات پائی۔ مشہور گورستان عیش باغ (نام بھی کتنا بلیغ ہے) میں جگہ پائی۔ دن گزرے، مہینے گزرے، کچی قبر کی بساط ہی کیا؟ پھر روز کی برسات پانی کا ریلا لحد کے اوپر اور لحد کے اندر ہوا۔ قبر بیٹھ گئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، پوری برسات کھا لینے کے بعد کہیں نومبر، دسمبر میں وارثوں کو قبر کی مرمت کا خیال آیا۔ کوئی سات مہینے ہو چکے تھے معماروں نے کہا کہ قبر کو نیچے سے ٹھیک کرنا ہوگا، مٹی کا ڈھیر کھودا گیا، تختوں کے نیچے سے نمودار سوکھی ہوئی ہڈیاں یا ان کا پسا ہوا چونا نہیں بلکہ اصل لاش جوں کی توں! ایک پیر سے کفن ذرا سا سرکا ہوا تھا، انگوٹھے پر کے بال، تلوے کی جھریاں، پشت پا کے گٹے تک کا ایک ایک خط و خال بدستور! اللہ اکبر!

سات مہینے کی مدت کوئی تھوڑی ہوتی ہے! اور وہ بھی پوری برسات گزارے ہوئے! جسم کو سڑانے اور گلانے کیلئے تو چند دن کا وقفہ بھی بہت ہے۔ اس پر بھی نعش نہ سڑتی ہے نہ گلتی ہے، کفن تک اسی حال پر قائم ہے۔ عطر کے دھبے اسی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پانی کے اثر سے پھیل زیادہ گئے ہیں، خوشبو کافور اور عطر کی اس وقت تک

---

[1] (صدق ۱۳ نومبر ۱۹۴۴ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم، قبر کھولتے وقت نہ سڑاہند محسوس ہوئی اور نہ بھبک آئی، ناک میں وہی خوشبو عنبر کافور کی آئی۔ گویا تازہ میت کی تازہ خوشبوئیں۔ تختے دو ایک ٹوٹ کر اندر گر چکے تھے، چاہیئے یہ تھا کہ میت کو گزند پہنچتا اور پانی کے اثر سے نعش اور زیادہ اندر کو دھنس جاتی، ہوا اسکے برعکس نعش ہر طرح کے گزند سے محفوظ ہی نہیں رہی پانی کے اثر سے نیچے کی مٹی اوپر کو سرک آئی اور نعش بلند تر ہو کر سطح زمین کے قریب آ گئی! قیاس اور اندازے سارے کے سارے غلط نکلے اور جو گھلنے مٹنے اور فنا ہونے کیلئے ہی تھی، اسمیں آثار اور جلوے فانی کے نہیں باقی کے پیدا ہو گئے۔

میّت عالم فاضل کی نہ تھی، واعظ و مدرس کی نہ تھی۔ مسجد کے موذن کی تھی، نماز کیلئے بلانے والے کی تھی، موذنی تنخواہ کے معاوضہ میں نہیں اجر کی طمع میں، جنت کی حرص میں رات رہے سے اٹھتے، تہجد فرض نماز کی پابندی کی طرح اہتمام سے ادا کرتے پھر مسجد کیلئے نکل کھڑے ہوتے اور جاڑے ہوتے تو نمازیوں کیلئے پانی گرم کرتے اذان اس جوش اور کڑک کے ساتھ دیتے کہ دور دور تک سونے والے بیدار ہو جاتے اور پھر محلہ میں گشت کر کر کے نمازیوں کو مسجد کی طرف لاتے۔ نماز رات کی ہو یا کسی وقت کی، بس یہی معمول ہو گیا تھا، سنا ہے کہ جان بھی اسی حالت میں دی کہ بیٹھے بیٹھے نماز تہجد کیلئے نیت کرنے کے بعد ہاتھ باندھ چکے تھے، عمر بھر کی کمائی کہیں بیکار جا سکتی تھی، یا اللہ کے نام کی پکار ضائع ہو سکتی تھی، اللہ کے نام کو روز فضائے ہوائی میں براڈ کاسٹ (نشر) کرنے والا کہیں لطف و التفات سے محروم رہ سکتا ہے؟ غیب میں جو کچھ بھی ہوا اتنی شہادت تو ہم ناسوتیوں کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں! وہی ناسوتی جس کے کان ابھی کل اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج رہے تھے، پانی اور مٹی کے طبعی اثرات بالکل بے کار کر دیئے گئے کہ ایمان والے کی نعش کے احترام کا قانون بلند ہوا اور روشن ہوا، اسی بیسوی صدی کی مادی دنیا میں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک

قدیم ترین مخلص کی وفات[1]

وہ صدق کے خریدار ہی نہیں قدر دان اور گہرے قدر دان اس وقت سے تھے جب وہ "پیسہ" کے نام سے اوّل اوّل ۱۹۲۵ء میں نکلا تھا اور مرحوم غالباً ۲۶ء ہی سے اسکی طرف متوجہ ہوگئے تھے اور اس کے شذروں اور مضمونوں کا ترجمہ اپنی مادری زبان گجراتی میں کرکے مسلم گجرات (یا کسی اور نام کے ہفتہ وار) میں شائع کرانے لگے تھے۔

گجرات کی میمن برادری کے تھے، نام احمد تھا۔ اور قلمی نام "غریب" گجراتی پریس میں اسی نام سے لکھتے تھے اور اپنی زبان کے ممتاز لکھنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۵ر جولائی کا بمبئی سے لکھا ہوا خط ۱۷ر کی شام کو موصول ہوا کہ یوم جمعہ کو شب میں دفعتہً انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بمبئی میں اور بھائیوں کی شرکت میں کٹلری (چھری، کانٹے، چمچے) کا کاروبار اچھے پیمانہ پر کرتے تھے۔ تجارتی کاروبار کے ساتھ بڑے دیندار تھے اور ان کی دینداری لازمی نہیں "متعدی" تھی۔ ہر دینی وملّی کام میں پیش پیش رہتے۔ حج خدا معلوم کتنے کئے اور دوسروں کو کرائے۔ انجمن خدام النبیؐ کے خاص کارکن تھے اور حاجیوں کی خدمت گویا اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے! ماہ نامہ البلاغ گویا انھیں کا تھا۔ حاجیوں کے لئے کتابچہ، اور مقالے بھی لکھ لکھ کر چھپواتے رہتے۔

---

[1] منقول از صدق جدید ۲۸ر جولائی ۶۷ء۔ جلد نمبر ۱۷ نمبر ۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تین بھائی اور تھے ماشا اللہ سب دیندار شب زندہ دار اور عبادت اور دینداری میں وہی شاید سب کے پیشوا۔ دو بھائیوں اور والدہ کی وفات پر صدق میں نوٹ نکل چکے ہیں اب ایک بھائی رہ گئے ہیں حافظ محمد صدیق یمن، اللہ انھیں مدتوں زندہ و سلامت رکھے مرحوم نے خود بھی کاروبار مکہ و جدہ میں کھول رکھے تھے اور سال کا بڑا حصہ وہیں گزارنے لگے تھے۔ ہندوستان اور مہاراشٹر کے حالات سے مایوس ہو کر ابھی چند مہینے ہوئے کراچی ہجرت کر گئے تھے۔ موت اسی سرزمین پر آئی۔

اللہ نے مجھے مخلصوں کی ایک بڑی تعداد عطا کر رکھی ہے، یہ ان مخلصوں اور محسنوں میں سے ایک ممتاز مرتبہ رکھتے تھے ان کے حسن و سلوک کی خدمات کی تفصیل اب اخبار کے صفحات پر کیا بیان کی جائے! مدت دراز ہوئے ایک بار پورے تین ہزار کی رقم میرے حوالہ کر دی کہ میں اسکو خیرات و صدقات کی مد میں جسطرح چاہوں صرف کروں، اسوقت کے تین ہزار آج کے ۱۴-۱۵ ہزار کے برابر ہوئے، صدق کی امداد کتنے موقعوں پر اور کن کن طریقوں سے، اسکی تفصیل اب ذہن میں نہیں، مناجات مقبول کا بھی ایک ایڈیشن انھیں نے اپنے کسی عزیز یا عزیزہ کے ایصال ثواب کے لئے چھپوایا تھا۔

مارچ ۲۹ء میں جب حج کو گیا ہوں۔ اس وقت نوجوان تھے اب ظاہر ہے کہ پوتے نواسے والے ہو چکے ہوں گے ایسے خوش فہم مخلص کم ہی کسی کو نصیب ہوتے ہیں اور جس کسی کو مل جائیں تو سمجھئے بڑی نعمت اس کو حاصل ہو گئی۔ اس تباہ کار سے ان کا تعلق دوستانہ نہیں عزیزانہ بلکہ برادرانہ قائم ہو گیا تھا اور آج جو عزیزی حافظ صدیق کو تعزیت نامہ میں لکھا اس میں لکھدیا کہ یہ تعزیت آپ کے بھائیوں کی نہیں بلکہ اپنے بھائی ہی کی ہے الواقع یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ایک بازو ٹوٹ گیا۔ قوت بازو اٹھ گیا۔

رب کریم و جلیل سے دعا جسم کے روئیں روئیں سے نکل رہی ہے کہ دین ملت کے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخلص و سرگرم خادم کو اپنے لطف بے عنایت اور کرم بے نہایت کے سایہ میں جگہ دے اور جنت الفردوس کو اس کا دائمی مسکن بنا دے۔

سید صدیق حسن مرحوم[1]

سنہ ۱۹۰۴ء تا سنہ ۱۹۶۳ء

جمعہ کا دن ہے۔ ۱۰ بجے کا وقت اور تاریخ ستمبر کی چھٹی اور ربیع الثانی کی سترھویں۔ کہ ایک ہندوستانی مسافر عازم پاکستان بظاہر تندرست و توانا، امرتسر پلیٹ فارم پر اپنا پاسپورٹ افسران متعلقہ کے سامنے پیش کرتا ہے اور ابھی پہلا فقرہ بھی اس کے منہ سے نہیں تمام ہونے پایا تھا کہ پیمانہ حیات تمام ہو جاتا ہے حکم قضا بجلی کی سرعت سے پہونچتا ہے۔ اور وہ غریب الدیار، اسی لمحہ اور اسی آن دعوت اجل کو لبیک کہتا بجائے سفر پاکستان کے سفر آخرت پر روانہ ہو جاتا ہے۔ حرم محترم ساتھ میں ہیں۔ بہنوئی کی وفات ناگہانی کا تار پا کر اپنے شوہر کے ساتھ حقیقی بہن کے پاس تعزیت میں ملتان جا رہی تھیں۔ آگے بڑھنے سے قبل ذرا ایک منٹ کے لئے اس کی بیکسی اور بے بسی کا تصور دل میں لے آئیے۔ جس نے چشم زدن میں اپنے سہاگ کو اجڑتے اپنی بادشاہت کو لٹتے دیکھ لیا! اور وہ بھی کہاں، وطن میں اور اپنوں کے درمیان نہیں۔ وطنِ پیدائش (الہ آباد) اور وطن اقامت (لکھنؤ) سے سیکڑوں میل دور تمام تر اجنبیوں کے درمیان! بیوہ بہن کے زخم پر مرہم رکھنے کے لئے جانے والی سہاگن، دم کے دم میں بے شان و گمان خود ہی بیوہ! آگے بڑھنے کا راستہ بند! لکھنؤ واپس آئے تو جنازہ اور لٹے ہوئے قافلے کو ساتھ لئے ہوئے، تو کیونکر اور کس طریقہ پر تیز رفتار لاری کا انتظام، سیکڑوں سے اوپر خرچ کے بعد بھی کون کر دے؟

---

[1] صدق جدید ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی پردہ نشین خاتون پر یہ وقت کبھی کیوں پڑا ہوگا؟ غضب کا المیہ شعر و افسانہ کے خواب میں نہیں واقعات کی جیتی جاگتی دنیا میں!

یہ غربت و مسافرت میں یوں بالکل اچانک جان دے کر اور جمعہ کا متبرک دن پا کر کسی درجہ میں شہادت کا مرتبہ حاصل کر لینے والا مسافر آخر کون تھا؟

کوئی ایرے غیرے نہیں یو۔پی کا سب سے سینیئر سویلین، گورنر کے بعد ریاست کا سب سے اعلیٰ انتظامی عہدیدار۔ بورڈ آف ریونیو کا سینیئر ممبر! نام سیّد صدیق حسن مولد ضلع الہ آباد کا مشہور قصبہ کٹرا۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ، پٹنہ وغیرہ میں پا کر تکمیل آکسفورڈ یونیورسٹی میں کی۔ ریاضیات اور عربی زبان دونوں کے خصوصی طالبعلم رہے، پھر آئی۔سی۔ایس میں بیٹھے اور امتیاز کے ساتھ اس میں کامیابی حاصل کی۔ ۲۷ء میں ہندوستان پلٹے تو عہدے پر عہدے جلد جلد حاصل کرنے شروع کئے، ابھی جائنٹ مجسٹریٹ، ابھی کلکٹر، ابھی فلاں صیغہ کے سکریٹری، ابھی فلاں محکمہ کے ڈائرکٹر۔ لکھنؤ اور فیض آباد کے کمشنر ہوئے اور اب پینشن کے قریب اس اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ کون جان سکتا تھا کہ موت دنیوی معیار سے اس حیرتناک اور حسرت ناک طریقہ پر استقبال کرے گی اور جنازہ ہزار بارہ سو کے خرچ کے بعد بھاگم بھاگ ۲۰-۲۱ گھنٹے کے اندر لکھنؤ پہنچایا جائے گا۔ موت بہ اسباب ظاہر ہے ایک دماغی شریان کے پھٹ جانے سے واقع ہوئی تھی۔ ناک سے خون جاری تھا۔ اسلئے اور بھی ضروری تھا کہ میّت جلد سے جلد اپنے آرام گاہ خاکی تک پہنچا دی جائے۔ ڈھائی گھنٹے کا وقت تو حکام کی سرد مہری اور ضابطہ پرستی کی نظر ہو گیا تھا اور اسٹیشن کے قلیوں بیچاروں نے اگر پوری مستعدی سے کام نہ لیا ہوتا تو خدا جانے کتنی اور تاخیر واقع ہوتی۔

اس ظرف و شرافت کے انسان اور اس دل و دماغ کے مسلمان کمتر ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ وضع ظاہری کی سادگی دیکھئے تو اس مرتبہ کو کیا اس سے کہیں کم درجہ کے بھی افسر نظر نہ آتے۔ گھر ہی پر نہیں اکثر تقریبات میں دیکھئے تو بغیر شیروانی کے محض کرتہ پائجامہ پہنے نظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آرہے ہیں، جگہ جہاں مل گئی بس وہیں بیٹھ گئے تواضع کا یہ عالم کہ بڑھنا اور آگے چلنا تو جانتے ہی نہ تھے بس دوسروں کو ہی آگے بڑھاتے اور خود لطف پیچھے چلنے میں محسوس کرتے غذا بھی ایسی ہی سادہ بلکہ پرہیزی، موٹر دوسروں کی سواری کیلئے وقف، تنخواہ کا بڑا معقول حصّہ عزیزوں بلکہ بیگانوں کی امداد کی نذر۔ عقائد میں بڑے پختہ، نماز روزے کے پورے پابند۔ عجب نہیں کہ تہجّد گزار بھی ہوں، حج سے بھی فراغت کئے ہوئے داد و دہش اور لوگوں کو خفیہ و علانیہ امداد کی تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ عزیزوں اور اپنوں سے لے کر غریبوں بیگانوں تک کسی پر فیض کا دروازہ بند ہی نہیں۔ مسلمانوں کے ہر کام میں پیش پیش، ہر ادارہ کی خدمت جیب سے بھی اور زبان و قلم سے بھی سرگرم عمل لکھنؤ کے چھوٹے بڑے ہر ادارہ، کرامت حسین گرلز کالج، اصلاح المسلمین، ایک آنہ فنڈ وغیرہ کی سرپرستی شغلِ زندگی۔ علی گڑھ اور ندوہ دونوں سے خصوصی تعلق۔ اخلاص اور ندوہ سے تو کہنا چاہئے کہ اخص جہاں کہیں بھی رہتے سرکاری حلقوں کیلئے بھی ایک علمی اسلامی ماحول پیدا کر دیتے۔

اسلامیات کا مطالعہ انگریزی و اردو دونوں میں بڑا وسیع، عربی کے بھی قدیم و جدید ذخیرہ و ینیات پر نظر۔ علم کی تشنگی اس پر بھی نہ بجھتی اور علم دین کی طلب برابر جاری رہتی لکھنؤ میں ندوہ کے شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس ندوی نگرامی کو گویا باقاعدہ اپنا استاذ مقرر کر لیا تھا۔ ہر ہفتہ اپنی کوٹھی پر حلقہ درس منعقد کرتے، مولانا کو اپنی سواری بھیج کر بلاتے اور حلقہ درس میں دوسرے مسلمان عہدیداروں کو بھی شریک کرتے۔ کسر نفسی کا یہ عالم کہ باوجود اچھے خاصے عربی دان ہونے کے اپنے کو ظاہر یوں کرتے کہ جیسے مبتدی بھی نہیں!

اسلامیت خاموش مطالعہ تک محدود نہ تھی، موقع پاتے تو قلمی جہاد میں بھی بند نہ تھے۔ انگریزی تحریر پر اردو ہی کی طرح قادر تھے۔ ڈیڑھ سال اُدھر کی بات ہے کہ الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس دھون نے اپنی تقریر میں خواہ مخواہ قانونِ اسلام پر نکتہ چینی کر دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلاً سود کی حرمت سے مسلمانوں میں تجارتی ترقی اور حوصلہ مندی رُک گئی۔ تقسیم وراثت نے مسلمانوں کی مالی حالت سقیم کردی وغیرہا مرحوم سے اس کی برداشت نہ ہو سکی۔ ایک مفصل و مدلل مضمون بڑے شائستہ ومتین انداز میں لکھنؤ کے روزنامہ "نیشنل ہرالڈ" میں شائع کرادیا۔ اور اس سے جریدۂ اسلام (کراچی) نے بھی نقل کیا۔ صدق ۱۲ اپریل ۶۱ء۔ صفحہ ۱۹ میں اسکا ذکر موجود ہے۔ اردو میں بھی برابر کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہتے صدق ہی میں ان کے قلم سے نکلے ہوئے متعدد مراسلے نکل چکے ہیں۔ نام کا اظہار انکے سرکاری مرتبہ ومنصب کے لحاظ سے مناسب نہ تھا۔ اس وقت بھی تدوین قرآن پر ایک پوری کتاب تحقیق سے لکھ رہے تھے۔ وفات سے دو ہی تین ہفتہ قبل اس کا مسودہ دیکھنے کو عنایت کیا تھا۔ عملی زندگی پوری اقبالؔ کے اس شعر کی تفسیر وتصویر سہ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

اچھے اور پختہ کار مومن کے معنی متعصب مسلمان کے نہیں اور اسلام ہرگز حقوق وطن وہمسائیگی کی ادائی میں حائل نہیں ہوتا۔ مرحوم ایک زندہ پیکر اس توازن اور "جارتنداں اختن" کے تھے۔ بالادست ہندو افسران کے کام سے انتظام سے مزاج سے خوش اور برابر کے ہندو عہدیداران ان کی محبّت کا کلمہ پڑھتے رہے۔ سول سروس کے ایک ساتھی بی بی سنگھ تھے ان پر غلط یا صحیح ایک مقدمہ قتل عمد کا چل گیا۔ اچھے اچھے ساتھی ان کے سایہ سے بھی بھاگنے لگے اس وقت جس نے پورا حق رفاقتِ دوستی ادا کر کے دکھایا وہ ان ہی کا یہی مسلمان رفیق تھا۔ انھوں نے یہی نہیں کہ دس ہزار کی گرانقدر ضمانت پیش کردی بلکہ کچھ ہی دن کے بعد جب وہ قید ہستی سے رہائی پا گئے تو ان کے دونوں یتیم لڑکوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ ولایت بھیج کر انھیں تعلیم دلائی اور ان کی شادیوں کے مصارف بھی اپنے سر لے لئے۔ اس ظرف کی مثالیں اس زمانہ میں تو عنقا کے حکم میں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یو۔پی میں بھودان تحریک والے آچاریہ ونوبا کو جب ۶ لاکھ ایکڑ زمین مل گئی تو اہم اور پیچیدہ سوال اس زمین کی تقسیم وانتظام کا پیش آیا۔ اس وقت کے وزیر اعلا (کسی اور نے نہیں) ڈاکٹر سمپورنانند نے بلا توقف کہا کہ اس بڑے کام کے لئے اس کمیٹی کی چیئرمینی کے لئے ہمارے یہاں صدیق حسن سے بہتر کوئی افسر نہیں مل سکتا۔ مسلمان قوم کو دنیا میں سربلند کرنے والی ہستیاں بس ایسی ہی ہو سکتی ہیں۔

شعر وادب کے بھی ماہر اس درجہ تھے کہ جتنے کسی اور چیز کے، مدتوں میں بدگمان رہا کہ اپنی سرکاری منصبی مصروفیتوں کے ساتھ یہ اچھے شاعر بھلا کیسے ہو سکتے ہیں آدمی ذہین ہیں بس کبھی کبھی شوقیہ اور بطور تفریح ایک آدھ ہلکی پھلکی غزل کہہ لیتے ہوں گے اور اس بدگمانی نے عرصہ تک ان کی نظمیں توجہ کے ساتھ پڑھنے ہی نہ دیں لیکن بالآخر جب ایک بار ان کی نظم خیال کر کے پڑھی تو آنکھیں کھل گئیں۔ شاعرانہ خوبیاں اور لطافتیں ساری کی ساری موجود! اپنی خفت مٹانے کو انھیں خط لکھا کہ آپ تو چھپے رستم نکلے۔ میں سمجھتا تھا کہ طبع موزوں رکھتے ہیں کبھی کبھی شوقیہ کچھ کہہ نکلے ہوں گے اب معلوم ہوا کہ ماشاءاللہ آپ پورے شاعر ہونا کیا معنی کچھ استادانہ سا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں اور یہ تاثر بعد کو ان کی ہر نظم سے متعلق قائم رہا۔ میرے ساتھ اردو کتابوں کی سرکاری انعامی کمیٹی کے ممبر تھے۔ اس میں بھی ان کی سخن فہمی جوہر شناسی صحیح نقطہ نظر کے نمونے بار بار دیکھنے میں آتے رہے۔

اور اپنے ذاتی تعلقات کو کیا کہوں صدق کے خصوصی قدر افزاؤں میں سے تھے اور میری ہر کتاب کی حوصلہ افزائی ہی کرتے رہتے۔ انگریزی کتابوں کی جواب گرانی ہے۔ ظاہر ہی ہے وہ یہ کرتے کہ اسلامیات سے متعلق انگریزی کی جونہی کتاب خریدتے پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے پاس بھیج دیتے اور جب یہ میں اُسے واپس کرتا تب اسے پڑھنا شروع کرتے۔ عام برتاؤ عزیز کا سا کیا عزیز قریب کا سا تھا۔ آخری ملاقات وفات سے کل پانچ دن قبل پہلی ستمبر کی شام تک رہی تھی۔ ندوہ کے جلسۂ انتظامیہ میں شرکت کے بعد حسب معمول اپنی سواری پر پہنچانے میری قیام گاہ تک آئے۔

عزیز دوست اور پیارے مخلص، رخصتی سلام قبول ہو، تمہارے حسن انجام کی شہادت دینے کو جمعہ کے دن اور عالم مسافرت کی موت ہی کافی نہیں بلکہ تمہارے سوگواران کا ہجوم عظیم اور خدا جانے کتنی بیواؤں کی آہیں، یتیموں کے آنسو اور ناداروں کا نامہ فریاد! مبارک ہو تم کو کہ تمہیں غسل میّت ندوہ کے شیخ التفسیر نے اپنے ہاتھوں سے دیا۔ نماز ندوہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد منظور نعمانی نے پڑھائی اور جنازہ برداروں میں مولانا ابوالحسن ندوی اور کتنے ہی علماء مشائخ اور صالحین شامل رہے! نیکی و شرافت کے تم ریکارڈ قائم کر گئے اور دنیا کو "صدیقیت" کا ایک عملی درس دے گئے!

بارگاہ بے نیاز و غنی عن العالمین میں کسی کو دم مارنے کی مجال ورنہ جی تو بے اختیار چیخیں مارتے ہوئے یہی عرض کرنے کو تھا کہ اپنی عزت و جلال کے صدقے ہم بے صبروں کی آزمائش اتنی سخت نہ فرما کہ ہمارا ظرف تحمل جواب دے اٹھے، لیکن نہیں تیری آزمائشیں تو صدا ایسی ہی رہی ہیں۔ نادان بندوں کی مصلحت بینیوں سے کہیں بالاتر، مرسلین مقبولین تک جھٹکے کھاتے کھاتے پکار اٹھے۔ منتی نصر اللہ اور موسیٰ کلیم نبی اولوالعزم تک کی زبان سے نکل گیا۔ ان ہی الّا فنتک اور رمز شناس عارفوں نے آخر کچھ سمجھ کر ہی تو تیری زبان سے ادا کیا ہے ؎

ما پروریم دشمن و مامی کُشیم دوست
کس را رسد نہ چوں و چرا اور قضائے ما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی مسعود علی ندوی مرحوم[1]

ایک بہت ہی محدود حلقہ کو چھوڑ کر اب اس نام ہی سے کون واقف رہ گیا ہے۔ تحریک خلافت کے دور شباب ۱۹۲۰ء، ۲۲ء میں یہ گمنامی اور بے نشانی نہ تھی۔ ترک موالات والوں کی ایک دنیا مولانا شوکت علی کے اس خلیفہ یا لفٹیننٹ کے نام اور کام سے گونج رہی تھی اور پنڈت موتی لال نہرو، جواہر لال کا، گرآنند بھون بھی ان کے قدوم میمنت لزوم سے ناآشنا نہ تھا۔ عمر کی آخری سانس ۱۲ر اگست ۷۶ء کو لی۔ شہرت کی بے وفا زندگی سالہا سال پہلے ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

بارہ بنکی ضلع میں مسولی اور بانسہ سے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ بھیارہ ہے، وہیں خاندان قدوائی کی ایک شاخ میں اور ایک زمیندار کے گھر میں آنکھ کھولی وجیہہ و شکیل شروع سے تھے اور ہر عملی انتظامی کام میں پیش پیش ۱۹۰۸ء میں مجھ سے ملاقات ہوئی۔ سن میں مجھ سے ڈیڑھ دو سال بڑے ہوں گے میں اسکول کے نویں دسویں درجہ میں تھا۔ رفتہ رفتہ بے تکلفی بڑھی، رسم اخلاص سالہا سال قائم رہی، رفاقت و شناسائی بالآخر ۶۰ سال کے بعد تمام ہوئی۔

اتنی مدت میں خدا معلوم کتنے انقلابات ہوئے، کتنے اتار چڑھاؤ پیش آئے۔ کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے جیسے کہ انسانی تعلقات میں پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ مدت تعلق

---

[1] منقول از صدق جدید ۱۸ر ستمبر ۶۷ء، جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی یہ درازی خود ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

شہرت نے لڑکپن ہی سے قدم لینے شروع کر دیئے تھے۔ آج طلبہ کی اس ٹولی کے سردار کل اسٹرائیک کے علمبردار، مولانا شبلی پر اپنے حسن خدمات سے سکہ بٹھا دیا تھا استاد کی وفات کے وقت جب علمی جانشینی کی دستار فضیلت سید سلیمان کے سر بندھی تو دارالمصنفین کے پریس اور سارے کاروبار کی مینیجری کا خلعت انھیں کے جسم پر راس آیا اور مدتوں اسے خوب ہی انھوں نے نبھایا۔

ٹینس کے اچھے کھلاڑیوں میں شمار ہوتے تھے، شکار کے شوقین اور دوڑ دھوپ کے ہر کام میں منجھے ہوئے تھے۔ سانپ کو دوڑ کر مارتے تھے۔ خوش انتظامی، خوش دماغی اور جفاکشی کے پتلے تھے اور زندہ دلی شگفتہ مزاجی کے بادشاہ، روتوں کو جب چاہا ہنسا دیا، روٹھوں کو جب چاہا منالیا اسم "مسعود" کی نسبت سے پورا نام "سالار مسعود غازی" ہم نیازمندوں کی زبان پر چڑھا ہوا تھا۔ مزاحاً مجھے "میاں" کہہ کر مخاطب کرتے رہے۔ اور میں نے بھی جواب میں انھیں "استاد" کہنا شروع کر دیا تھا۔

حضرت تھانویؒ سے مدتوں باغی رہے پھر زمانے نے جھکایا تو ایسا کہ انکے قدموں ہی سے لگ گئے۔ تھانہ بھون جاکر لمبی حاضری دی اور بالآخر چھوٹی خلافت (مجاز صحبت) کی سند پائی اور اوراد و نوافل وغیرہ کے اس وقت سے شدید پابند ہو گئے۔

برسوں قبل بیمار ہوئے اور پھر ایسا گرے کہ ہر ممکن علاج و تدبیر کے باوجود ہر روز اور زیادہ ہی گرتے چلے گئے۔ پہلے پیروں نے جواب دیا، ادھر بصارت نے آنکھیں چرانا شروع کیں اور ادھر سماعت سے بے بہرہ ہو گئے، گھس کر بھی چلنے کی سکت نہ رہی اور ٹینس کے کھلاڑی اور شکار کا میدان مارنے کے لئے یہ دن بھی آگیا کہ وہ دو مضبوط اور توانا آدمی ادھر اُدھر بغل میں ہاتھ دیتے کہ ہاتھوں میں ٹانگ لیتے اور سامان کی گٹھری کی طرح اٹھاتے اور یہاں سے اٹھاکر وہاں رکھ دیتے۔ اللھم احفظنا۔ یہ دردناک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور عبرت انگیز نظارہ ہفتوں نہیں مہینوں بلکہ برسوں دیکھنے میں آتا رہا۔
مرحوم و مغفور کی اہم ترین یادگار دو مسجدیں ہیں ایک احاطہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں اور دوسری احاطہ دارالعلوم ندوہ میں خوش سلیقگی، نفاست اور سامان راحت کی جامعیت میں اپنی نظیر آپ۔ جب تک ان مسجدوں میں ایک نمازی بھی باقی رہے گا۔ اجر بے حساب و غیر منقطع اس میں تعمیر کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا۔

جشنِ نوشابہ[1]

لکھنؤ ۲۹ مارچ جمعہ ۷ بجے صبح مرشد آباد پیلس دفتر (حق و صدق) کی بارہ دری میں اس وقت یہ چہل پہل کیسی ہے؟ چہل پہل مائی رنگ کی۔ جسے دیکھئے روئے دیتا ہے، رو ہی رہا ہے، ہنستا مسکراتا جیسے سب بھول ہی گئے ہیں، گھر اندر باہر بھرا پڑا ہے، اپنے بھی بیگانے بھی، بوڑھے بھی بچے بھی، عوام بھی خواص بھی۔ پر یہ کیا کہ ہر آنکھ میں آنسو، ہر لب پر آہ و فغاں! یہ حق والے عباسی صاحب تو بڑے ہنس مکھ، صابر و ضابط تھے۔ انہیں کیا ہو گیا کہ خود چیخ چیخ کر رو رہے ہیں اور دوسروں کو بے اختیار رُلا رہے ہیں اور ان کے بڑے بھائی تو شاید ان سے بھی بڑھ کر خوش مزاج تھے اور کہیں باہر بہت دور ملازم یک بیک کیسے آ گئے، روتے جاتے ہیں اور شاید زیر لب کچھ پڑھتے بھی جاتے ہیں۔ یہ گھر کی بڑی بڑی عفیف پردہ نشین بیویاں۔ ان کی تو آواز تک کا پردہ تھا یہ ہے کیا کہ بے اختیار سب باہر کی طرف ٹوٹی پڑتی ہیں۔ ساری رات یک لخت رو رو کر کاٹی ہے۔ کل دن ہی سے رو رہی ہیں۔ جمعرات کی دوپہر سے جمعہ کی صبح کا وقت آ گیا۔

---

[1] منقول از صدق ۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلسل اور بے ساختہ ایک عالم رونے پیٹنے کا ہے! کسی نے اس مدّت میں کھانے پینے کا نام اس گھر میں جانا ہے۔ سامنے دیکھیے نہ دیوان خانہ میں اُجلی شفاف چادروں میں لپٹی ہوئی، تازی، نہائی دھوئی ہوئی کافور اور عطر کی خوشبوؤں میں بسی ہوئی گھر بھر کی مینا، بیٹی نوشابہ پلنگڑی پر لیٹی ہوئی ہے۔ اچھا تو یہ "جشنِ نوشابہ" ہے وہ پرانا جشنِ مسرّت نہیں، مجلس ماتم، نوحۂ غم اور اور نغمۂ مسرّت کے درمیان فرق ہی کیا ہے؟

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی، نغمۂ شادی نہ سہی

سنا تھا کہ ماں باپ کو اپنی اس گڑیا کی شادی رچانے کا بڑا ارمان ہے، ارمان کیسے نہیں ہوتا؟ یہاں تو اولاد کے داغ پر داغ اٹھانے کے بعد سات آٹھ اولادوں کو خاک میں سلانے کے بعد یہی ایک زندہ سلامت بچی تھی۔ سات لڑکوں سے بڑھ کر یہ ایک لڑکی عزیز ماں باپ کی آنکھوں کا تارا۔ گھر بھر کی امیدوں کا مرکز۔ لڑکا بھی گھر ہی میں ہے کہیں لینے جانا نہیں۔ بھائی کی اولاد بھی اپنی ہی اولاد ہوتی ہے تو کہیں لڑکی کی رخصتی ہی تو نہیں ہو رہی ہے؟ بارہ برس کا سِن شادی کا سِن تو نہیں ہوتا لیکن عجب کیا جو ارمان کے بارے ہوئے ماں باپ نے اسی سِن میں شادی اور رخصتی کی ٹھہرالی ہو! بے شک نوشابہ آج رخصت ہو رہی ہے، پھاٹک پر سیاہ رنگ کی لاری بھی لگی ہوئی ہے۔ رخصت وہاں کے لئے ہو رہی ہے، جہاں جاکر پھر کوئی واپس نہیں آتا۔ معصوم نے کل ہی اپنی بہنوں سہیلیوں سے کہا بھی تو تھا کہ "اب ہم اپنے گھر جا رہے ہیں۔ ہمارا کہا سنا معاف کرنا۔ وہ دیکھو سفید موٹر کھڑے ہوئے ہیں۔" بچوں کا انکشاف بہت قوی ہوتا ہے عجب کیا جو برزخ کا انکشاف قبل سے ہو گیا۔ تو کیا، وہ ہنستی کھیلتی بھولی بھالی، نیک سیرت و قبول صورت، محلّہ کے غریبوں کو پیسے بانٹنے والی، پڑوسیوں کے دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جگہ رکھنے والی لڑکی دنیا سے رخصت ہوگئی ۔ کل دوپہر کو اسی طرح کا فقرہ حسرت نصیب باپ کی زبان سے سنا بھی تو تھا۔ کسی آنے والے عزیز کو خبر دے رہے تھے ۔ پلی پلائی، ۱۲ برس کی اکلوتی کے لئے موت کا لفظ ان کی زبان سے نکلا کیونکہ "تلفظ ادا کرنے پر قدرت ہی زبان کو کیسے رہی ؟ اور پردہ نشین غمزدہ ماں ! لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو روبھی نہیں رہی ہے۔ محض سکتہ کا عالم طاری ہے۔ بے شک آنسو سلب ہو گئے ہوں گے لیکن کلیجہ کی کھرنچن کو کیا کر رہی ہوں گی ؟ ہر لمحہ جو زیر دست ہوک سینہ میں اٹھتی ہوگی اس کا کیا علاج ہے ؟ پتھر کی نہیں آخر گوشت پوست ہی کی بنی ہوئی عاجز و ناتواں مخلوق ہیں، آرزوؤں اور تمناؤں کے ہرے بھرے باغ کو لٹتے ہوئے اجڑتے ہوئے خود زندہ کیسے رہیں ؟ ہوش و حواس پر قابو رکھنے کی قوت و توانائی کس نے دے دی ؟ کڑے کڑے امتحان مالک و مولیٰ کے دربار میں پیغمبروں اور خاص خاص برگزیدہ بندوں کے ہوا کرتے ہیں کیا ان عاجز و ناتواں بندوں بندیوں کو بھی اُسی مرتبہ پر پہونچانا منظور ہے؟

در و دیوار بھی مرشد آباد ہاؤس کے اگر اس وقت رو رہے ہیں تو حیرت نہ کیجئے اس سے بڑھ کر پر اثر و دردانگیز منظر اس نے دیکھا کب ہوگا ؟

لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہیں　　اہلِ میّت جنازہ ٹھہرائیں

لائیں گے پھر کہاں سے غالب کو　　سُوئے مدفن ابھی نہ لے جائیں

"سوئے مدفن" یہاں کِسے لئے جا رہے ہیں ! لڑکی کے دن یہ کھیلنے کھانے کے تھے، دوڑنے پھرنے کے تھے۔ گڑیا گڈے کے بیاہ رچانے کے تھے یا "سوئے مدفن" لے جانے کے تھے ؟ لیکن شور و شیون کے ہنگامہ میں ذرا کان لگا کر سنیئے، تو غسل دینے والیوں کا بیان ہے کہ غسل والی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

❋ ❋ ❋ ❋

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کی چند اہم شاہکار تصنیفات

تاریخ دعوت و عزیمت مکمل (پانچ حصے)
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اُس کے عالی مقام حاملین
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی
تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
جب ایمان کی بہار آئی
مولانا محمد الیاس اور اُن کی دینی دعوت
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک
مطالعۂ قرآن کے مبادی اصول
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا
خواتین اور دین کی خدمت
کاروان ایمان و عزیمت
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری

نبی رحمت مکمل
حدیث کا بنیادی کردار
معرکۂ ایمان و مادیت
پرانے چراغ مکمل (دو حصے)
ارکان اربعہ
نقوش اقبال
کاروانِ مدینہ
قادیانیت
تعمیر انسانیت
حدیث پاکستان
اصلاحیات
صحبتے با اہل دل
کاروانِ زندگی مکمل
مذہب و تمدن
دستورِ حیات
حیات عبدالحیٔ
دو متضاد تصویریں
تحفۂ پاکستان
پاجا سراغ زندگی
عالم عربی کا المیہ

ناشر — فضل ربی ندوی —— فون — ۶۱۱۸۱۷

مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد مینشن ۔ ا کے ۳ ۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸